رجسٹرڈ نمبر ایل (۱۰۰۰)

الواعظ

مدرسۃ الواعظین لکھنؤ کا ماہوار علمی رسالہ

مدیر

مرزا محمد ہادی عزیز لکھنوی

مطبع حجۃ الاسلام الواعظین پریس میں چھپ کر

مدرسۃ الواعظین سے شائع ہوا

مقاصد

(۱) مذہب اسلام کا اکمل الادیان ہونا۔

(۲) پیغمبر اسلام کا افضل الخلائق ہونا۔

(۳) اسلامی شریعت کی حکمت اور اسکی جامعیت

(۴) اسلامی اخلاق و آداب کی افضلیت

(۵) اسلامی تمدن کی فوقیت

(۶) اسلامی احکام اور قوانین شریعت

(۷) ائمہ طاہرین کے کمالات و ہدایات

(۸) سلف صالحین کے تاریخی حالات

(۹) قرآن مجید کا افضل الکتب ہونا

(۱۰) اثبات اصول اسلام بدلائل نقلیہ و عقلیہ

(۱۱) فلسفہ قدیمہ و جدیدہ اور دیگر مذاہب کے مقابلہ میں حمایت اسلام و ازالہ شبہات۔

(۱۲) اکتشافات جدیدہ و حقانیت اسلام

(۱۳) اخبار علمیہ

قواعد

۱۔ یہ رسالہ بالفعل ہر انگریزی مہینہ کی آخر تاریخوں میں شائع ہوا کریگا۔

۲۔ ہر خریدار کو کم از کم ایک سال کے لیے رسالہ خریدنا ہوگا۔

۳۔ خریداری کا [illegible] سال کے پہلے [illegible] سے ہوگا

۴۔ جواب طلب امور کیلئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنا چاہیے

۵۔ شکایات کی اطلاع [illegible] تاریخ تک ہو سکتی ہے۔

۶۔ علمی معاملات کے متعلق خط و کتابت بنام مدیر اور دیگر امور کے متعلق بنام مہتمم ہونا چاہیے۔

۷۔ شرح قیمت۔ سالانہ [illegible] عام خریداروں سے [illegible] طلباء سے [illegible]

پتہ: دفتر الواعظ، مدرسۃ الواعظین لکھنؤ

ہدایات

(۱) مقاصد رسالہ کا لحاظ رکھکر مضمون لکھا جائے ورنہ درج نہ ہوگا۔

(۲) مضامین عموماً مختصر ہونا چاہیے۔ اڈیٹر کو تغیر و تبدل کا اختیار رہیگا۔

(۳) عبارت حتی الامکان سلیس اور عام فہم ہو

(۴) مضامین صاف خط میں تحریر کیے جائیں اور عبارات عربیہ با اعراب لکھے جائیں نیز عربی جملوں کا دوسرے کالم میں ترجمہ ہونا چاہیے

(۵) حتی الامکان کتب منقولہ کا حوالہ دیا جائے۔

(۶) ناقابل اشاعت مضمون واپس نہ ہوگا اگر ضرورت ہو تو صاحب مضمون نقل رکھ لیا کریں۔

شذرات

(۱) مدرسۃ الواعظین کی اعانت کا سلسلہ بحمد اللہ برابر جاری ہے حال میں مسٹر محمد حسین صاحب کانجی نے داگا اسکر افریقہ سے بتوسط سیٹھ غلام حسین حبیب بھائی دہاسی مقیم زنگبار مبلغ الف کی چیک مدرسہ کو بھیجی ممدوح تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوالفضل العباس علیہ السلام سے نذر مانی تھی کہ اگر میری فصل " ونیلا " بنرخ سو فرینکس فی کلو فروخت ہوگئی تو میں ہر کلو کی قیمت سے ۵ فرینکس مدرسۃ الواعظین کی نذر کرونگا چنانچہ فصل اسی قیمت پر فروخت ہوئی اور ممدوح نے فوراً ایفائے نذر کیا۔ مدرسۃ الواعظین اور اسکی مجلس انتظامی معطی موصوف کی شکر گزار ہے اور آئندہ مزید التفات کی متمنی۔ ان حضرات کے تفصیلی خطوط دفتر میں محفوظ ہیں۔

(۲) عالیجناب راجہ میر توکل حسین صاحب بالقابہ نے منجملہ ... کے پانچ ہزار روپیہ مدرسۃ الواعظین کو بھجوا دیا اور بقیہ نصف رقم بھی جلد عنایت فرمانے کا وعدہ کیا ہے۔

(۳) مدرسۃ الواعظین اسوقت تک کرایہ کے مکان میں تھا حال میں اس درسگاہ کے واسطے ایک عظیم الشان عمارت خرید کر لیگئی ہے جسکا بیعنامہ بھی رجسٹری ہوگیا ہے صدر الشریعہ حضرت نجم العلما مدظلہ کے مساعی جمیلہ قابل ہزار شکر و امتنان ہیں۔

(۴) علی نتھو صاحب صدر انجمن قوۃ الاسلام زنجبار سے مولوی سید علی صاحب واعظ کے قابل قدر خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے ایک انگریزی داں واعظ کی ضرورت ظاہر کرتے ہیں جسکی تعمیل مدرسہ کیطرف سے کیجائیگی۔

(۵) ۱۵ فروری ذی الحجہ جامعہ ملیہ ناظمیہ کا تینتیسواں سالانہ جلسہ تقسیم انعام عمارت مدرسہ میں بصدارت حضرات علمائے کرام منعقد ہوا طلبا نے عربی نہایت لطیف نظمیں پڑھیں اور مولوی برار حسین صاحب نے عربی میں نہایت عمدہ تقریر کی ۱۱ طلبا کو قابل الادب ۲ کو فاضل و ۶ کو ممتاز الافاضل کی سندیں دی گئیں۔ ممتاز الافاضل جناب مولانا سید عدیل اختر صاحب واعظ و جناب مولوی خورشید حسن صاحب واعظ جنھوں نے اعلی نمبر حاصل کیے تھے اُن کو اعزازی حیثیت سے عبا اور عمامہ مدرسہ کی جانب سے عطا ہوا۔ تمام علما اور اعیان شہر کا مجمع تھا جلسہ نہایت کامیابی اور خوش اسلوبی سے ختم ہوا۔

---

۵۱ ایک قسم کی خوشبودار پھلی جو گرم ملکوں میں پیدا ہوتی ہے ۵۲ چاندی کا فرانسیسی جو یونانی درہم کے مساوی ہوتا ہے ۵۳ فرانسیسی وزن ۱۰۰۰ گرم یعنی ۲ پاونڈ کے برابر ہوتا ہے۔

مسکرا کر کہتا ہے کہ بنت اسد! اسکے ہاتھ بالکل شیر کے سے ہیں تم نے اس کا نام کیا رکھا؟

فاطمہ سر جھکا کر کہتی ہیں کہ میں نے تو اسکا نام حیدر رکھا ہے۔ اب عرب کا قافلہ سالار نبی اُمی اُسکے گہوارہ کے پاس آتا ہے اور یہ آواز سنتا ہے کہ محمد! اس بچہ کے پاس نہ جانا وہ منہ نوچ لیتا ہے۔

رسول ہنسکر نہیں چچی میرے ساتھ ایسا نہیں کرے گا۔ آپ نے اس کا نام کیا رکھا ہے؟

"میں نے اسد رکھا اور بھائی نے بجائے زید"

"اور میں علی نام رکھتا ہوں"

اسکے بعد خون میں جوش پیدا ہوا بچہ کو گود میں لیلیا وہ آنکھیں جو اب تک غنچۂ ناشگفتہ تھیں کھلیں اور جمال نبوی کی زیارت کی محبت کا دروازہ کھل گیا۔ رسول سے بھی ضبط نہ ہوسکا زبان بچہ کے منہ میں دیدی۔ جذبہ اور معرفت کے چشموں کو صفیہ کر لیا۔

کعبہ کی یہ رونقیں اسلام کی یہ زینتیں

اے علی! سب تیرے قدموں کی بدولت ہوگئیں

موجودات عالم میں وہ نمونہ ہستی ہے جسے قدرت نے انسانیت کا خلعت زیب تن فرما دیا ہے اور تمام
مخلوقات پر [illegible] عقل کا گران بہا جوہر اسکا طرہ دستار بنایا ہے اور قوت
منصرفہ اسکے [illegible] ودیعت فرمائی ہے جسے آدمی کھلکر پایا جاتا ہے جب طفولیت کے میدان
کی منزلین طے کرکے [illegible] تمیز پاتا ہے اور عالم کے عجائب و غرائب در زمین و آسمان کے
حیرت انگیز کارخانون پر نظر ڈالتا ہے اور اپنے اور اپنے اطراف مین بیشمار صنائع کا مشاہدہ کرتا ہے تو فطرۃً
اسکا دل گواہی دینے لگتا ہے کہ دنیا کا [illegible] ہرگز خود بخود موجود نہیں ہو گیا بلکہ اس کا کوئی موجد ضرور
ہے اور وہ موجد ماہر کامل [illegible] ہے اسے ہر ذرہ زمین اور ہر قطرہ باران
اور ہر ستارہ آسمان بلکہ ہر جزو کل اسکے [illegible] وجود پر شاہد صدق بنکر اپنا ہمخیال اور ہم آواز
نظر آنے لگتا ہے۔

اور اسیکے ساتھ ایک تعجب انگیز منظر اسکے سامنے آتا ہے کہ ہر پست و بلند کے حرکات و سکنات تو
ایک نظام وجودی کے پابند ہین مگر جو اشرف المخلوقات ہے اور عقل و تمیز کے زیور سے آراستہ ہے اُسکے
افراد بالکل مختلف الخیال اور مختلف الافعال ہین کسی کو ایسے اعمال کا پابند دیکھتا ہے جو ہر عاقل کی
نظر مین قابل مدح اور لائق تحسین و آفرین ہین اور کسیکو ایسے افعال مین مبتلا دیکھتا ہے کہ نظر عقل مین قابل
نفرت و نفرین اور ہر ذی ہوش کے نزدیک لائق مذمت ہوتے ہیں اور اسیکے ساتھ اُن میں دین و
مذہب کا عظیم الشان اختلاف نظر آتا ہے عبادت و پرستش کے طریقے مختلف عبادتگاہین جداجدا دیکھتا ہے
لہذا یقینی طور پر فیصلہ کرلیتا ہے کہ یہ سب کے سب حق نہیں ہوسکتے اور اگر یہ لوگ اسی حالت مین اپنی

زندگی کی منزلیں طے کر کے اور حیات کی طویل یا مختصر مدت پوری کر کے فنا کے سیلاب میں بہ گئے اور عدم کے تاریک پردہ میں مخفی و مستور ہو گئے اور بعد الموت کے آثار دونوں کے لئے یکساں پیش آئے اور خدا پرست اور صنم پرست اور نیک اعمال و بد افعال میں کوئی فرق نہوا تو یقیناً یہ سمجھا جائے گا کہ جس مدبر نے یہ تماشا گاہ مرتب کیا تھا وہ عدل و حکمت و صفت جلیلہ سے محروم اور قدرت و صنعت کے لوازم سے بے بہرہ تھا۔

مگر فوراً جب اوسکا دل بول اُٹھیگا کہ نہیں نہیں موجد عالم ضرور عالم و حکیم و صانع قادر قدیم ہے اور روشن و مضبوط دلیلیں اُسکے سامنے بے طلب حاضر ہو جائینگی تو وہ صاف صاف یقین کر لیگا کہ اس زندگی کے بعد جزا و سزا کا ہونا ضروری ہے۔

یہ بحث ہم ترک کرتے ہیں کہ جزا و سزا کس مقام اور کس صورت سے اور کس نوعیت سے ہوگی مگر اتنا ضرور کہتے ہیں کہ جزا و سزا کا یقین حاصل ہو جانے کے بعد ہر ذی ہوش کا فریضہ ہونا چاہئے کہ وہ اپنے تمام اشغال و اعمال پر سزا و جزا کی فکر و اندیشہ کو مقدم قرار دے۔ نامبارک ہیں وہ لوگ جو ما بعد الموت کی فکر سے غافل ہو کر چند روزہ دنیاوی زندگی کے نشہ میں سرشار رہتے ہیں۔ ایسی غفلت سخت غلطی اور ناقابل عفو جہالت ہے۔

غرض حزم و احتیاط اور عاقبت اندیشی و انجام بینی اسکو مقتضی ہے کہ اس زندگی میں ایسے کاموں کی پابندی کیجائے جنسے عمدہ اور اعلے جزا کا استحقاق پیدا ہو اور ایسے کاموں سے اجتناب کیا جائے جسکا نتیجہ عقوبت و سزا ہو۔

اور درصورتیکہ یہ بھی یقینی ہو جائے کہ موت کے بعد جزا و سزا کے لئے جو زندگی ملنے والی ہے وہ محض چند روزہ نہوگی بلکہ دائمی و ابدی ہوگی اور دائمی راحت یا ہمیشہ کی مصیبت کا سامنا ہوگا تو بافہم و ذی ہوش شخص کے دل میں بے اختیار خوف و دہشت پیدا ہو جائے گی اور بند بند کانپنے لگے

سرتا قدم لرزہ پڑ جائے گا خواب وخور حرام ہو جائے گا اور ایسے رہنما کی تلاش اُسکے نزدیک واجب و لازم ہو جائے گی جو نیک اعمال کی فہرست اور خالق عالم کی رضا مندی کی راہیں دکھا سکتا ہو۔ اور بُرے افعال کی تفصیلات اور خالق کے خلاف مرضی راستے بتا سکتا ہو اور ہر طرح قابل اعتماد ہو سکتا ہو۔

ضرور ہو کہ اس تلاش میں اُسے متعدد راہنما ملیں گے جنمیں ہر ایک کا دعویٰ یہی ہو گا کہ بالخصوص وہی نجات کی منزل تک پہونچا دینے کیلئے مخصوص ہے۔ یہ دیکھکر اس شخص کو ایک نئی حیرت پیدا ہوگی اور پریشان ہو جائیگا کہ اب کیا کرنا چاہئے اور سچے اور جھوٹے میں کسطرح تمیز کیجائے اور یہ فکر پیدا ہو جائے گی کہ سچے اور جھوٹے اور کھرے اور کھوٹے کی تمیز کے لئے ایک مقیاس تحقیق یا خالص کسوٹی پیدا کرنی چاہئے جو نمایاں طور پر فیصلہ کر سکے اور صاف بتا سکے کہ یہ حق ہے اور وہ باطل ہو۔

لیکن ایسی میزان یا معیار یا مقیاس تمام عالم میں اگر کوئی چیز اسے ملسکے گی تو وہ صرف عقل ہوگی جسکے فیصلہ کو سرلبت ا ہر مذہب کا آدمی تسلیم کرے گا اور جسے عذر ہوگا وہ خارج از عقل سمجھا جائے گا

لہذا اس شخص کو لازم ہوگا کہ عقل کو سریر حکومت پر بٹھا کر اور اُسکے کمل فیصلے سامنے رکھکر جتنے رہنمائی کے مدعی ہوں اُن سکے اُصول ہدایت دریافت کرکے عقل کے سامنے پیش کرے اور جو فیصلہ عقل کیطرف سے صادر ہو اُسی پر کاربند ہو جائے۔

اس اہتمام کے بعد وہ لوگ تو ضرور فرمان عقل کو تسلیم نہ کرینگے جو خواہش نفس کے شکنجہ مین گرفتار اور اسلاف کی ناجائز تقلید مین مبتلا ہین لیکن منصف مزاج اور نیک کردار اور آزاد خیال لوگ بالضرور سر اطاعت خم کر دینگے۔

یہی سبب ہے کہ زبانی تو ہر شخص اور ہر گروہ یہی کہتا نظر آئے گا کہ اُسکا مذہب عقلی مذہب ہے، اور جسکے مذہبی اُصول عقل کے مطابق ہین لیکن محکمہ عقل مین فیصلہ کرانے سے پس و پیش کرتا ہو۔

لیکن اسلام اور فقط اسلام ایک ایسا سچا اور پاک مذہب ہے جو ہر وقت باواز بلند ندا کرتا ہے کہ آؤ اور میرے اصول کی جس طرح چاہو۔ جانچ کرلو۔ میں ہی ہر ضلالت سے نجات دینے والا اور میں ہی حق تک پہونچا دینے والا ہون۔

اسلام وہ مذہب ہے کہ ایک مرتبہ نہیں بلکہ ہزار مرتبہ عقل سلیم نے اُسکے اصول کی عقلیت پر فتوی دیا ہے۔

اسلام ہی وہ مذہب ہے کہ مذاہب کی جانچ کے وقت عقل نے اُسکے سوا ہر مذہب پر خط بطلان کھینچکر اُسی کو کامیابی اور حقیت کا تمغہ عطا کیا ہے

اسلام وہ آفتاب عالمتاب ہے جس کی نور بار شعاعون نے عقائد کے عالم ظلمات کو مطلع انوار بنا دیا ہے۔

اسلام وہ ابر رحمت ہے جسنے اپنی حیات بخش بارش سے افسردہ اور پژمردہ زراعتون کو سیراب کرکے سرسبزی و شادابی کا خلعت پہنا دیا ہے۔

اسلام وہ دریاے زخار ہے جسنے اپنی فیض رسانی سے نورانیت و روحانیت کے جواہر شاہوار سے عالم کو مالا مال کر دیا ہے۔

اسلام وہ قلعۂ مستحکم و استوار ہے جسے گمراہی کی شدید آندھیون سے کسی وقت اور کسی موقع پر سر مو جنبش نہین ہوئی

اسلام وہ شاہراہ مستقیم ہے جو اپنے رہروون کو سیدھا نجات کی منزل تک پہونچا دیتا ہے۔

اسلام وہ پاک اور سچا مذہب ہے کہ ابتداے آفرینش عالم سے آج تک ہمیشہ مذہب حق ہونے کا حقدار و سزاوار رہا ہے۔

ملکوت آسمان کے فرشتے خطیرہ قدس کے رہنے والے جنت و نار کے نگہبان کواکب و افلاک
کے محافظ تمام عالم کے روحانی مخلوق عالم مادیت کے باشعور ذوی العقول سب کے سب اسلام ہی کا کلمہ
پڑھتے رہے اور آجتک پڑھ رہے ہیں۔

اسلام کی مذہبی تاریخ کا پہلا دن روز الست تھا پھر حضرت آدم کے مبارک ہاتھ سے زمین پر
اسلامی درسگاہ کا افتتاح ہوا وہ جناب پہلے اسلام کے سبق آموز اور توحید کے ہادی توحید کے معلم
دین اسلام کے مروج ہوئے خود بھی مسلم تھے اور اسلام کے راہنما خدائے وحدہ لاشریک کے طاعت گذار اور
برگزیدہ بندے تھے۔

یہ سلسلہ تعلیم اسلام کا شروع ہو کر مسلسل جاری رہا یہانتک کہ حضرت ابراہیم کے عہد سے یہی اسلام
دین ابراہیمی مشہور ہوا حضرت ابراہیم بشہادت قرآن مجید مسلم تھے ما کان ابراھیم یھودیا ولا
نصرانیا ولکن کان حنیفا مسلما و ما کان من المشرکین اور انھوں نے اپنی ذریت کو بھی
وہی راہ بتائی جسپر خود مستقل تھے ولا تموتن الا و انتم مسلمون انھوں نے کفار کے بھرے
مجمع میں اپنے اسلام کا پرزور اعلان کیا تھا وجھت وجھی للذی فطر السموات والارض حنیفا
وما انا من المشرکین حضرت موسیٰ اور ان کی کتاب توراۃ نے اسلام ہی کی تعلیم دی اور حضرت عیسیٰ
اور انکی کتاب انجیل نے اسلام ہی کا سبق پڑھایا اور اسلام ہی کا عقیدہ سکھایا۔ اور خاتم النبیین نے تو اسلام
کو اوس معراج ترقی پر پہونچایا اور اسکی وہ شان دکھائی کہ اسلام انھیں کی ذات بابرکات کی طرف
منسوب ہوگیا تمام انبیا اور ہادیان مذہب خواہ وہ کسی ملک کے ہوں اون کی زبان کوئی زبان کیوں نہو اسلام ہی
کے مروج تھے۔ اسلام ہی کے معلم تھے۔ اسلام ہی کے ہادی تھے اسلام ہی کے داعی تھے۔ نہ ان میں کوئی
یہودی تھا نہ کوئی نصرانی تھا نہ مجوسی نہ بت پرست بلکہ سب کے سب کفر و شرک کے مٹانے والے اور دین اسلام
کے پھیلانے والے تھے۔

خدا کی بارگاہ میں اسلام کے سوا کوئی دین دین حق نہیں ان الدین عند اللہ الاسلام اور نہ کوئی دین اس بارگاہ میں قبولیت کا درجہ حاصل کر سکتا ہے ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ

اسلام اپنی فیض رسان آواز سے تمام عالم کو خواہ وہ عرب ہوں یا عجم سیاہ ہوں یا سفید مغربی ہوں یا مشرقی سب کو دعوت دے رہا ہے کہ میرے دامن عاطفت میں پناہ لو میرے مائدۂ نعمت سے مستفید ہو میرے نامحدود خزائن سے دامن آرزو کو بھر کر مالا مال ہو جاؤ اور اسلام کا داعی یعنی خدا کا آخری رسول خاتم الانبیا ابو القاسم محمد مصطفےٰ اسلام کی آواز دعوت کو خداداد قوت سے شرق سے غرب تک اور جنوب سے شمال تک پہونچا کر دعوت قبول کرنے والوں کے لیے رحمت آمیز مہمان خانہ مرتب کر چکا ہے اس پر بھی اگر لوگ محروم رہ جائیں تو اُن کی بدقسمتی ہے

آج ہم اِس اسلامی ندا اور داعی اسلام کی صدا کو کان تک پہونچانے کی پھر کوشش کر کے ایک عام نصیحت کرتے ہیں اور ہر صاحب عقل وبصیرت کو مخاطب کرتے ہیں کہ مذہب کا معاملہ نہایت نازک ہے بے اعتنائی کا محل نہیں ہے کورانہ تقلید کام نہیں آتی نفسانیت کے جذبات پورا کرنے کے لئے اور میدان موجود ہیں۔ مذہب کے متعلق نفسانیت چھوڑ دو تعصب سے دست بردار ہو جاؤ بزرگوں کے سمجھائے اور پڑھائے ہوئے سبق کام نہ آئینگے۔ قومیت کا جوش دنیا ہی میں ختم ہو جائے گا۔ خدا نے آنکھیں دی ہیں۔ عقل دی ہے ہوش وحواس دیے ہیں دماغ ودل میں تحقیق کا مادہ دیا ہے۔ اچھے بُرے میں تمیز کرنے کی قوت دی ہے۔ جانچ کرنے کا سلیقہ دیا ہے۔ ہمت کی ضرورت ہے خلوص کی ضرورت ہے۔

باطل کو چھوڑ کر حق کو اختیار کرو۔ اسلام کی حبل متین سے متمسک ہو جاؤ دنیا وی فتنوں اور جھگڑوں کے گرداب میں پھنسکر ابدی زندگی کو تباہ نہ کرو کشتی عمل کو نجات کے ساحل تک پہونچانے کی کوشش کرو اور ہر حال میں خدا پر بھروسہ رکھو۔

اتنا اور عرض کیا جاتا ہے کہ ماہ رجب نبی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کا مہینہ ہے اور جو ذات پاک نور نبوی بنص انا وعلی من نور واحد میں شریک ہے اُن کی ولادت باسعادت کا مہینہ بھی یہی مہینہ ہے۔ تبلیغ اسلام کا سلسلہ اسی مہینہ مین قائم ہوا اور جسکی ولایت پر تبلیغ کا خاتمہ ہوا اُسکے وجود کا شرف بھی اسی مہینہ کو حاصل ہوا۔

خاتم الانبیا کی دعوت کا سلسلہ اس طرح ہے کہ سب سے پہلا مرتبہ دعوۃ عشیرہ کا ہے دوسرا مرتبہ اپنی قوم کی دعوت کا تیسرا مرتبہ عامۂ عرب کی دعوت کا ہے چوتھا مرتبہ عامۂ خلائق کی دعوت کا ہے۔

دعوۃ عشیرہ کا موقع وہ تھا جسے تفسیر ثعلبی میں لکھا ہے کہ جب آیۂ "وانذر عشیرتک الاقربین" نازل ہوا تو حضرت نے عبد المطلب کی اولاد کو جمع کیا اور تین دن تک دعوت کی اور تیسرے دن فرمایا کہ میں خدا کی طرف سے تمھارے لئے بشیر و نذیر ہو کر آیا ہوں تم اسلام لاؤ اور میری اطاعت کرو تاکہ ہدایت پاؤ۔ پھر مجمع سے مخاطب ہو کر تین مرتبہ فرمایا کہ تم مین کون شخص ایسا ہے جو میرا بھائی اور وزیر ہونا منظور کرے اور میرے بعد میرا ولی اور وصی اور خلیفہ ہو۔ سب چپ رہ جاتے تھے مگر ہر مرتبہ جناب علی ابن ابیطالب علیہ السلام عرض کرتے تھے کہ مین قبول کرتا ہون۔ تیسرے مرتبہ میں جناب رسالتمآب نے فرمایا کہ ہاں تمھیں اسکے سزاوار ہو۔

اور خاتمۂ تبلیغ کا موقع وہ ہوا کہ جب خاتم الانبیا حجۃ الوداع سے واپسی میں منزل غدیر خم مین پہونچے تو یہ آیت نازل ہوئی یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ حضرت نے سب کو جمع کیا پالان شتر کا منبر بنایا گیا گرمی شدید تھی حضرت نے طولانی خطبہ پڑھا اپنی وفات کی خبر سنائی اسی خطبہ مین جناب امیر کا ہاتھ پکڑ کر بلند کیا اور فرمایا کہ من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ اسی وقت خلافت پر صحابہ نے جناب امیر کو مبارکباد دی اور آسمان سے دوسرا آیہ نازل ہوا کہ

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔

(باقی آیندہ)

شروع اسلام میں عرب کا مطلع اسقدر تیرہ و تار تھا کہ مشکل سے کوئی نظیر ایسی ملسکتی کہ فسق و فجور کے سیلاب سے کوئی گوشہ محفوظ نہ تھا ہر کام کے لئے ایک دیوتا تھا اپنے ہی ہاتھوں سے بت تراشتے تھے اُسکے بعد اُسکے سامنے سر اطاعت جھکاتے تھے ناقوس اور قرنا کی کفر خیز آوازوں سے تمام قبائل گونج رہے تھے باپکے بعد بیٹا اُسکے ازواج پر متصرف ہوتا تھا انتقام کا مادہ تمام دنیا سے زیادہ اس قوم میں ودیعت تھا۔ لڑکیوں کا مار ڈالنا کوئی بات نہ تھی نیک و بد میں کوئی امتیاز نہ تھا۔ شراب، زنا، جوا، قتل، اُن کے بہترین مشاغل تھے بڑا افتخار جس کمال پر تھا وہ صرف شاعری تھی جسکے جوہر عکاظ کے میلے میں چمکتے تھے حرب داحس و بسوس اور خدا جانے کتنے معرکے اُن کی بداخلاقی کے کارنامے ہیں میدانِ جنگ میں اُبھارنے والی اور ہستیوں کو مٹا دینے والی ستارہ سحری کی دختران مہ جبین تھیں جو مسندوں کو غرور جوانی میں ٹھکراتی ہوئی چلتی تھیں اشک سے اُنکی زلف دراز میں اپنی شمیم کو آباد کیا تھا دف کی آوازوں سے اُن کے تھرکتے ہوے نغمے خرمن ہستی پر بجلیاں گراتے تھے اور چشم زدن میں میدان کے میدان صاف نظر آتے تھے۔

اسی کفرستان اور اسی عرب کے پرآشوب ماحول میں جہاں لات و عزیٰ کی خدائی اپنے قانون نافذ کر چکی تھی اور اپنی عظمت و جبروت کا سکہ کو رباطنوں پر بٹھا چکی تھی ایک کفر سوز تجلی ظاہر ہوتی ہے اور ایک بچہ آغوش کعبہ میں نظر آتا ہے جو ضلالت کی بنیادوں کو متزلزل کر دیتا ہے یہ عام الفیل مبارک تھا جسکی شفق گون صبح نے خانہ حرا کے ایوان میں توحید کے نقش و نگار بنائے۔

رجب کی تیرھویں تاریخ فرخ فال سہ شنبہ کی سحر صحیفۂ امامت کو گردن میں حمائل کئے ہے
اور اسلام کے مقدس وادی کا دروازہ آفتاب سے ہمسری کر رہا ہے۔ نسیم رحمت کی موجیں تابندہ نشان
ہیں۔ چمن دہر کی ہوائیں عطر بیز و گل بداماں۔ ابو طالب کو کعبہ کی کلید برداری راس آئی
ابراہیم خلیل نے کوشش تعمیر کی داد پائی

بنت اسد کے ہالۂ آغوش میں یہ چاند اس طرح چمکا کہ اسلام کا کرہ جگمگا اٹھا۔ بچہ کا
ہمکنا تھا کہ اسلام کی رگوں میں خون دوڑ گیا اور ۳۶۰ بت جو در و دیوار کعبہ پر اپنی جمہوری
سلطنت کا سکہ جمائے بیٹھے تھے سرنگوں نظر آئے۔

یہ مولود ہاشمی الطرفین اور امین عرب کا ابن عم ہے اور آیندہ داماد اور وصی برحق
ہونے والا ہے۔

فتوحات اسلام اسی کے نقش قدم ہیں۔ غدیر خم کی وسعت اسکی ولایت و خلافت کا
محضر ہے جسپر ایک ایک ذرہ نے تصدیق کی مہر ثبت کی ہے اور کانٹوں کی زبانوں نے
سلسلۂ روایت بیان کیا ہے۔

شب ہجرت بستر رسول اسی مولود کی خوابگاہ ہے جس پر وہ چادر تان کر گہری نیند
سوئے گا۔

تاریخ اسلام کے ورق سادہ تھے اب اسکے کارناموں کے نقش و نگار دیکھنا اللہ اعلم
حیث یجعل رسالتہ

بنت اسد بچہ کو اپنی آغوش محبت میں لئے گھر آتی ہیں اور قماط میں لپیٹ دیتی ہیں
تھوڑی دیر کے بعد قماط پارہ پارہ نظر آتی ہے ہمکنے کا اندازہ شیرانہ ہے ابو طالب کے
رخساروں پر اسکی چھوٹے چھوٹے ہاتھوں سے خراش پڑ گئی ہے جس پر یہ رئیس محترم

نبی کہ معجزہ ماہ دو پیکر آوردہ | مثال نور خود و نور حیدر آوردہ
فراز منبر یوم الغدیر ازین رمزیست | کہ سر ز جیب محمدؐ علی برآوردہ
حدیث لحمک لحمی بیان این معنی ست | کہ بر لسان مبارک پیمبر آوردہ
خدا ز آدم شان تا بآلِ عبدِ مناف | بصلبِ پاک و بہ بطن مطہر آوردہ
ہم از سرایت این نور آلِ زہرا را | نبی بزیر عبا با علی برآوردہ
قوی بذریتِ خویش دیدہ ظہر علی | پیمبرش شب ہجرت بہ بستر آوردہ
بآب زمزم و خاکِ صفا سرشتہ گلش | حقش بحکمت و عفت مخمر آوردہ
نہادہ وقتِ ولادت بخاک کعبہ جبیں | نیاز و بندگی از بطن مادر آوردہ
خدیجہ نورِ نبی دید در جبینِ علی | بشادمانی داماد دختر آوردہ
بعرس فاطمہ و مرتضیٰ نثارِ ملک | ز رختہاے جنان حلہا برآوردہ
سزد کہ خاک کشد آفتاب اندر چشم | ز معدنے کہ چو سبطین گوہر آوردہ
درون قبۂ بیضاست جلوۂ ذوالقربےٰ | ز عرش آل عبا رختِ ہمسر آوردہ
علی بجائے سر است از جسد پیمبر را | کہ صحبتش ہمہ راے منور آوردہ
برو بسبقتِ اسلام کس مقدم نیست | بہ بیعت نبی ایمان برابر آوردہ
ہزار شاہد عادل بجمع اسلام | بدعوئے انا صدیق اکبر آوردہ
نبی بگو کہ اسلام کردہ تعلیمش | نہ ہمچو غیر بایمانش کافر آوردہ
ز قول ثابت "لولا علی" برحم[1] نسا | بفضل خویش مثالے مقرر آوردہ

[1] اس ترکیب میں اہل عربیہ کو تامل ہوگا مگر اساتذہ عجم نے اس طرح کے ہزاروں تصرفات کئے ہیں عفی عنہ

خلاف مشهور ست او که کرده ذوالنورین | خروش توبه بہ بالائے منبر آورده

محل شدت نیران فتنهٔ اشرار | علی ز مهلکه آتش بار ها بر آورده

بیان صفدر کرار و عسکر فرار | بشرح واقعه حرب خیبر آورده

نبی بوقت مواخات عزت اصحاب | بلفظ صدق علی را برادر آورده

وصی کسی ست که تجهیز مصطفی کرده | نه آنکه میل بمحراب و منبر آورده

کسے ز آتش دوزخ بری نخواهد ماند | مگر کسیکه تولا بحیدر آورده

مقام مجد گرفته بعرش علیین | لوائے حمد بصحرائے محشر آورده

چگونه نور کسے را بگل توان اندود | که آفتاب فرو رفته را بر آورده

همائے همت زوج بتول آن فرسیت | که دولت دو جهان زیر شهپر آورده

بیان نسبت خود کرده با خلیل علی | برون ز کعبه صنم هائے آذر آورده

کسے که پے بامام زمان خود نبرد | رسول صادقش از خیل کافر آورده

توئی امام که اقرار بر امامت تو | صهیب و جابر و سلمان و بوذر آورده

نه والیے که بجمعیت ولایت خویش | سجل بمهر رئیس و توانگر آورده

خدا محبت آل تو کرده فرض و ترا | بآیت اولی الارحام سرور آورده

مقام حیدر و احمد تمیز نتوان کرد | درین مقام بیانی سخن در آورده

سخن بپرده علی گفته در شب معراج | صباح تهنیه پیش پیمبر آورده

ز فکر بو العجبیهائے قادر بیچون | بحیرتم که عجائب دو مظهر آورده

هراس نیست ز فوت و فنا نظیری را | که پے بچشمه خضر و سکندر آورده

بمدحت تو بس این عمر که همگنان گویند | برات جائزه بر حوض کوثر آورده

مولود کعبہ کی خصوصیات

(از جناب مولوی سید محمد مرتضیٰ صاحب (زنجی پوری؟))

دفتر عالم اگرچہ حقائق کا مجموعہ ہے لیکن اُن کے ادراک کے لئے چشم بصیرت کی ضرورت ہے،
کتاب جود اگرچہ واقعیات وصوادق کا ایک دفتر ہے مگر اُن کے سمجھنے کے لئے عقل سلیم کی حاجت ہے حقیقت
اگرچہ اپنے مقام پر حقیقت ہے مگر اُس کا منکشف ہونا حقیقتاً حقیقت بین پر موقوف ہے صدق اگرچہ فی نفسہ صدق
ہے اور اپنی جگہ پر ثابت مگر اُس کا حد ادراک میں آجانا جوہر لطیف عقل کی صحت اور قوت تمیز کی جودت کا
محتاج ہے۔ مثلاً شمس و قمر کا نورانی ہونا اگرچہ اپنے مقام پر حق ہے اور حق ہونے میں دیکھنے والوں کی
نگاہوں کا محتاج نہیں ہے مگر تیرگی شب سے ممتاز دیکھنے کے لئے وہ آنکھیں ضرور درکار ہیں جو تمام
عیوب و نقائص سے پاک اور ہر طرح صحیح الادراک ہوں ورنہ شپرہ چشم کیلئے دن رات سب یکساں ہیں
لعل بدخشانی کی آب و تاب اگرچہ بجائے موجود ہے اور اپنے وجود میں جوہریوں کی نظر کی محتاج
نہیں مگر سنگ خارا سے جدا کرنے کے لئے جوہر شناس نظروں کی احتیاج ضرور ہے ورنہ دہقان جاہل
کے نزدیک دونوں مساوی ہیں قند یا رس و شہد خالص اگرچہ فی نفسہ شیریں و لذیذ ہیں مگر حنظل و
مغافیر سے ممتاز کرنے کے لئے قوت ذائقہ کا جملہ عوارض و آفات سے سالم ہونا لازم ہے ورنہ
مریض تپ صفراوی کے ذہن میں سب یکساں ہیں۔

اہل عالم! سنو اور گوش نصیحت نیوش سے سنو حقائق عالم اُن لوگوں کی قاصر نظری کی شکایات
بصد نالہ و شیون کر رہی ہیں جنھوں نے اُن کو خطائے نظری ٹھہرایا اور اُن لوگوں کی فاتر عقلی
کی بصدائے دلخراش فریادی ہیں جنھوں نے اُن لوگوں کو گردش لیل و نہار کا معمولی شعبدہ۔ اور
انقلابات استعداد مواد کا ادنیٰ کرشمہ سمجھکر محض عبث و باطل بتایا۔ دیکھو اور دیدہ عبرت نگاہ سے

دیکھو آفتاب کے چہرہ پر گرد ملال اور ماہتاب کے سینہ پر داغ ہے اس صدمہ سے کہ شپرہ چشمان روزگار نے ان کی ضوفشانی کی قدر نہ پہچانی اور شب تاریک سے ممتاز نہ کیا اور لعل بدخشانی کا جگر خون ہے اس غم سے کہ دہقان نظر اہل زمانہ نے اسکی آب و تاب کو نہ دیکھا اور خزف و آبگینہ کے انبار سے جدا نہ کیا وہ ندرت مآب ہستیاں جنپر خود حق و صدق نازاں تھا اور نبوت و وصایت فخر کنان تھی کہ وہ اُس سے سلسلۂ اتصالات و علاقہ اتحاد رکھتی ہیں کبھی زمرۂ مجانین میں داخل بتائی گیئں اور کبھی حلقۂ ساحرین میں وہ عرش جناب نفوس جو نہ صرف شمع بزم ہستی اور چشم و چراغ عالم ایجاد بلکہ علم و حکمت فضل و کمال کیلئے بھی باعث رونق و زینت تھے اُن کی باتیں کبھی سفاہت آمیز بتائی گیئں اور کبھی ہذیان سرائی۔

اب اگرچہ صفحۂ ہستی ان کے نقوش وجود سے خالی ہے مگر ان کے شکوہ ہائے بیقدری کی آوازیں فضائے گنبد افلاک میں ابتک گونج رہی ہیں انھیں میں ایک پردرد صدا یہ بھی آرہی ہے۔ کہ انزلنی الدھر ثم انزلنی جسکا جواب ناقدرشناس زمانہ نے تو اُس سکوت غفلت سے دیا جسپر غشی و مدہوشی کا شبہہ ہو تو روا ہے بلکہ موت کا دھوکا ہو تو بجا ہے مگر زبان قدرت خاموش نہ رہی وہ کبھی خود ما قدروا اللہ حق قدرہ فرماکر اور کبھی اپنے ایک عبد صالح کی زبانی "مالکم لا ترجون للہ وقاراً" سنا کر تسلی بخش جواب دے رہی ہے کہ اِس شکوہ میں ہم بھی تیرے شریک ہیں بلکہ تجھ سے زیادہ شکوہ کرنے والے کیونکہ اہل دنیا نے اخس مخلوقات جمادات کے برابر بھی ہماری قدر نہ کی حالانکہ وہ خود بھی بزبان حال کہہ رہے تھے کہ ہمارے اِس نقص عجز کو دیکھو کہ تم ہمیں معبود بنا سکتے ہو مگر ہم نفع و ضرر پہونچا کر تمھیں عبد بھی نہیں بنا سکتے پھر یہ خدائی و بندگی کیسی ؟

اے کورچشمی زمانہ کا شکوہ کرنے والے جن لوگوں نے تیری قدر نہ پہچانی وہ خود کوردل تھے جو لوگ تیرے مرتبہ کو پست سمجھے وہ خود بلندیٔ فطری سے محروم تھے ورنہ ہم نے تو تجھے وہ عالی مرتبت

و بلند منزلت بنایا کہ عائشہ نا بس تو کیا اپنے عباد مخلصین میں بھی ایک کے سوا کسی کو تیرا مثیل و نظیر قرار نہ دیا۔ بیشک تیرے مخالفین نے تیری قدر گھٹائی اور منزلت پست کرنی چاہی مگر ناکام رہے کیونکہ تو وہ شمع شبستان بزم ہستی اور چراغ سینہ خانۂ عالم امکان ہے جس کو خود ہمارے دست قدرت نے روشن کیا ہے جبکہ معمولی شمع کی ضو اور چراغ کی لو پست نہیں ہو سکتی تو تیرے نور میں پستی کیونکر آ سکتی تھی۔ آج بھی تیرے فضائل و مناقب اجمالاً و تفصیلاً صفحۂ دہر پر اتنے مندرج ہیں کہ اہل ہوش کی عقلیں تیری حقیقت کے سمجھنے میں غرق حیرت ہیں اور "فسبحان من خصہ بالفضائل التی لا ینتھی لسنۃ الفصحاء الی وصفھا" کہنے پر مجبور ہو جاتی ہیں اور تیرے علمی و عملی کارنامے نہ صرف ورق روزگار پر بلکہ لوح محفوظ پر بھی جلی حرفوں میں اسقدر ثبت ہیں کہ قوت ادراک رکھنے والے یہ اقرار کر لینے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ تیری ذات ہماری بہت بڑی نشانی اور ہمارے رسول کا عظیم ترین معجزہ تھی۔

اہل اسلام! میری یہ تحریر محض عبارت آرائی اور ہذیان سرائی نہیں بلکہ بہت بڑی حقیقت کی کاشف ہے تمہارے پاس رب کی عظیم نعمت خداداد عقل و قوت تمیز موجود ہے جس سے تم ہر نقص و کمال پست و بلند کو پہچان سکتے ہو اگر دیدۂ حقیقت بیں سے دیکھو گے تو عالم ایجاد میں سید الوصیین امیر المومنین علی بن ابیطالب علیہ السلام کے سوا کوئی فرد نوع بشر کی اس خصوصیت سے متصف نہ ملے گی کہ اسکے جملہ فضائل و کمالات کے چھپانے اور مٹانے میں دنیا کی تمام طاقتیں کام آئی ہوں مگر اسی قدر وہ ابھر سکے رہے ہوں جتنے دبائے گئے اور نمایاں ہو سکے رہے ہوں۔ جتنے مٹائے گئے یہاں تک کہ ذہن رسا کیلئے ان کی حقیقت شناسی کی حدود میں داخل ہونا تو کیسا ان کے معمولی حصر و شمار تک بھی پہونچنا دشوار ہے اگر باور نہ آئے تو کچھ خصوصیات کے متعلق علمائے اسلام کی تحریروں کے چند نمونے پیش کیے جاتے ہیں ان کو دیکھو اور دل کو مطمئن کر لو۔

امیر المومنین کی ولادت کا کعبہ میں واقع ہونا امر اتفاقی نہ تھا

اسے انکار حقائق میں سوفسطائیوں کا گروہ بدنام ہے حالانکہ انصاف یہ ہے کہ وہ لوگ ان سے اِس معاملہ میں بہت بڑھے ہوئے ہیں جنھوں نے حضرت کی اُن فضیلتوں کا بھی انکار کیا ہے جو آفتاب سے زیادہ روشن ہیں مثلاً تم کو ایسے لوگ بھی ملینگے جو آپ کی شہرۂ آفاق خصوصیت یعنی خانۂ کعبہ میں وقوع ولادت باسعادت کے منکر ہیں یا اسی خصوصیت میں کسی دوسرے کو بھی شریک بتاتے ہیں تاکہ اُس کی اہمیت باقی نہ رہ جائے چونکہ یہ انکار خود کعبہ کے وجود یا اُس کے مکہ میں واقع ہونے کا انکار کرنے سے کم نہیں۔ لہذا تمام مورخین واہل سیر کے اقوال کو نقل کرنا بے ضرورت سمجھکر فقط علامہ ابن صباغ مالکی کا قول نقل کر دینے پر اکتفا کیجاتی ہے

ولد علی علیه السلام بمكة المشرفة بداخل البيت الحرام يوم الثالث عشر من شهر الله الاصم رجب الفرد سنة ثلاثين من عام الفيل قبل الهجرة بثلاث وعشرين سنة وقيل بخمس وعشرين وقبل المبعث باثنتي عشرة سنة وقيل بعشر سنين ولم يولد في البيت الحرام قبله احد سواه وهي فضيلة خصه الله تعالى بها اجلالا له واعلاء لمرتبته واظهارا لتكرمته

فصول مہمہ [illegible] مطبوعہ طہران۔

یعنی علی علیہ السلام کی ولادت مکہ مشرفہ میں بیت حرام کے اندر رجب کی تیرھویں تاریخ سنہ ۳۰ عام الفیل میں ہجرت سے تیئیس برس اور بقولے پچیس سال پہلے اور بعثت سے تیرہ برس یا دس سال پیشتر واقع ہوئی اور آپ سے پہلے اور آپ کے سوا بیت حرام میں کوئی پیدا نہیں ہوا اور یہ وہ فضیلت ہے جس سے اجلال منزلت و اعلاء مرتبت و اظہار کرامت کے لیے خدائے تعالی نے آپ کو مخصوص فرمایا۔

ممکن ہے کہ کسی اور کی ولادت بھی اتفاقاً خانہ کعبہ میں واقع ہوگئی ہو۔ ہمارے مقصود کو اس سے کوئی ضرر نہیں پہونچ سکتا کیونکہ ہم فقط کعبہ میں وقوع ولادت کو امیر المومنینؑ کی فضیلت نہیں سمجھتے بلکہ اُن خارق عادات امور کے ساتھ ولادت واقع ہونے کو آپ کے فضائل مخصوصہ میں شمار کرتے ہیں جو بشائر المصطفے وغیرہ کتب مورخین و محدثین اسلام میں مذکور ہیں مثلاً دروازے کے بند ہو

ہونے کے سبب دیوارِ کعبہ کا شق ہو جانا جناب فاطمہ بنت اسد کے لئے اثمارِ جنت کا نازل ہونا "علیؑ" نام رکھنے کے لئے ہاتفِ غیبی کی یہ آواز آنا "یا فاطمۃ اسمیہ علیا فہو علیؑ واللہ العلی الاعلی شققت اسمہ من اسمی وادبتہ بادبی واوقفتہ علی غامض علمی"

یعنی اے فاطمہ! تم اس مولود کا نام "علی" رکھو پس وہ علی ہے اور میں علی اعلے ہوں میں نے اس کا نام اپنے نام سے مشتق کیا ہے اور اس کو اپنے آداب سکھائے ہیں اور اپنے علم غامض پر واقف کر دیا ہے۔

جن سے بخوبی ظاہر ہے کہ آپکی ولادت خانہ کعبہ میں واقع ہونی کوئی اتفاقی امر نہ تھا، بلکہ خود قدرت الٰہیہ کو اس میں خاص اہتمام و انتظام ملحوظ تھا ورنہ حضرت کی ذات مستجمع مناقب غیر متناہی و مظہرِ صفات الٰہیہ اس سے اجل وارفع تھی کہ کعبہ میں ولادت کا واقع ہونا اُسکے لئے کسی فضیلت و شرف کا باعث ہوتا۔ البتہ اس سے بعد کعبہ کے شرف و برکت میں زیادتی ہوئی کہ نورِ الٰہی کا مطلع بنا اور اس دعائے خلیل خدا کی استجابت کا مظہر قرار پایا جو آپنے اس کی تعمیر کے وقت فرمائی تھی۔

محدثین اسلام کی کتابوں میں بھی امیر المومنین کا بمنزلۂ کعبہ در قبلۂ عالم ہونا مروی ہے۔ پھر فقط کعبہ میں متولد ہونا آپکے فضائل و مناقب میں زیادتی کا باعث کیونکر ہو سکتا ہے۔ ان حدیثوں کو دیکھو جس سے حقیقتِ امر بخوبی ظاہر ہو جائیگی۔

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلعم یا علی انت بمنزلۃ الکعبۃ تؤتی ولا تاتی فان اتاک ھؤلاء القوم وسلموا لک ھذا الامر فاقبل منھم وان لم یاتوک فلا تاتم حتی یاتوک (اخرجہ الدیلمی فی فردوس الاخبار)

۱۔ ابن عباس سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ اے علی تم بمنزلہ کعبہ کے ہو جسکے پاس لوگ خود آتے ہیں وہ کسی کے پاس نہیں آتا پس اگر یہ قوم تمھارے پاس آئے اور امرِ خلافت کو تمھارے حوالے کرے تو تم قبول کر لینا اور اگر وہ نہ آئیں

واخرجہ ابن الاثیر عن علی فی اسد الغابۃ	تمھارے پاس نہ آئیں تو تم اُن کے پاس نہ جانا
ارجح المطالب ص۵۵ طبع اول	یہانتک کہ وہ خود تمھارے پاس آئیں۔
۳-عن ابی ذر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ	۳- ابوذر سے مروی ہے اُنھوں نے کہا کہ
وسلم مثل علی فی ھذہ الامۃ کمثل الکعبۃ النظر الیھا	آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ علی اس امت میں مثل
عبادۃ والحج الیھا فریضۃ (اخرجہ ابن المغازلی	کعبہ کے ہیں جس کی طرف نظر کرنا عبادت
فی المناقب) ارجح المطالب ص۵۵	اور جس کا حج فریضہ ہے۔

آپ کی روحانی وجسمانی قوتیں ایام رضاعت میں مکمل تھیں

۳- جن لوگوں نے آپ کے حالات زندگی اور کمالات روحانی وجسمانی کو سوفسطائیوں کی طرح سے دیکھا ہو اُن کو آپ کا سات برس کے سن میں ایمان لانا اور تصدیق رسول کرنا بھی قابل اعتبار دکھائی نہیں دیتا کیونکہ یہ سن عام افراد انسان کے لئے سن رشد نہیں ہوتا حالانکہ اہل سرمایہ کی تحریریں شاہد ہیں کہ یہ عمر تو کیا وقت ولادت و ایام رضاعت میں بھی آپ کی روحانی وجسمانی قوتیں کمال کی اُس حد کو پہنچی ہوئی تھیں جو بنی نوع انسان کو کسی حصۂ عمر میں بھی حاصل نہیں ہوسکتی جو لوگ قرآن پر ایمان لاتے ہوئے حضرت ابراہیم وموسی ویحیی وعیسی علیہم السلام کے ایام رضاعت وعہد طفلی کے حالات کی تصدیق کرتے ہیں اُن کو حالات امیر المومنین علیہ السلام کے متعلق استبعاد و انکار سے کام نہ لینا چاہئے جبکہ قرآنی شہادت کی بنا پر انبیاء کرام کے روحانی وجسمانی قوتوں کا ایام رضاعت و عہد طفلی میں ہر طرح کامل ومکمل ہونا مسلم ہوچکا ہے تو پھر اس نفس قدسی کے کمالات کو مستبعد سمجھنا کہانتک حق بجانب ہوسکتا ہے جو قرآن ہی کی شہادت کے بموجب نفس رسول تھا اور اسلئے تمام خلق سے افضل واکمل جیسا کہ امام فخر الدین رازی اپنی کتاب اربعین میں لکھتے ہیں۔

قد ثبت بالاخبار الصحیحۃ ان المراد من	اخبار صحیحہ سے ثابت ہے کہ آیہ مباہلہ میں

من قوله تعالى وانفسنا وانفسكم هو علي ومعلوم
انه يمتنع ان يكون نفس علي هو نفس محمد
صلی اللہ علیہ وسلم بعینہ فلا بد ان یکون المراد
هو المساواة بين النفسين وهذا يقتضي ان كل
ما حصل لمحمد صلعم من الفضائل والمناقب قد
حصل مثله لعلي ما ورا صفة النبوة
ثم لا شك ان محمد صلعم افضل الخلق
في سائر الفضائل فلما كان علي مساويا
في تلك الصفات وجب ان يكون افضل
الخلق

ارجح المطالب (مولوی عبید اللہ امرتسری)
طبع اول صفحہ ۲۲۱

"انفسنا" سے جناب علیؑ مراد ہیں۔ اور یہ
بات معلوم ہے کہ نفس علی بعینہ نفس رسول
نہیں ہو سکتا پس بالضرور یہاں دونوں نفسوں
کے درمیان مساوات مراد ہے اور اس سے یہ
فائدہ حاصل ہوتا ہے کہ جو فضائل و مناقب
آنحضرت صلعم کی ذات بابرکات میں تھے۔ بجز
شرف نبوت کے وہی فضائل جناب علی کو بھی
حاصل تھے اور اس میں شک نہیں کہ آنحضرت صلعم
تمام فضائل میں جملہ مخلوقات سے افضل تھے پس
جبکہ جناب علی ان صفات میں حضرت کے مساوی
ٹھہرے تو یہ بات ماننی پڑے گی کہ آپ بھی
افضل الخلق تھے۔

بالجملہ ان روایات مندرجہ ذیل کو دیکھنے سے کسی قدر منکشف ہو سکتا ہے کہ اس ذات مظہر عجائب کے
قوائے روحانیہ و جسمانیہ وقت ولادت و ایام رضاعت ہی میں کتنے مکمل تھے۔

آپ نے زبان رسولؐ سے غذا پائی

فلما وضعته جعلته في غشاوة فقال
ابو طالب لا تفتحوه حتى ياتي محمد
فياخذ حقه فجاء محمد صلعم و

جناب فاطمہ بنت اسد فرماتی ہیں کہ جب علی
پیدا ہوئے تو میں نے ان کو ایک کپڑے میں
لپیٹ رکھا ابو طالب کہنے لگے کہ جب تک محمد نہ آجائیں

فتح الغشاوة فاخرج منها غلاماً حسناً فغسله بیده وسماہ علیاً وبزق فی فیه واصلح امرہ ثم انہ القمه لسانه فما زال علی یمص حتی نام فلما کان من الغد طلبنا له ظئراً فابی ان یقبل ثدیاً فدعونا محمد صلی اللہ علیہ وسلم فالقمه لسانه فنام فکان کذلک ماشاء اللہ۔

(اخرجه الامام الفقیه الکاکی فی کتابه رائحة ذی الصلابة فی معرفة الصحابة)

ارجح المطالب ص۳۳۵

طبع اول

اور اپنا حق نہ لے لیں اس کو نہ کھولنا۔ اتنے میں حضرت تشریف لائے اور اس کپڑے کو کھولا اور اس میں سے ایک خوبصورت لڑکا نکالا پس اسکو اپنے ہاتھ سے غسل دیا اور اسکا نام "علی" رکھا اور اسکے منہ میں اپنا لعاب دہن ڈالا پھر زبان مبارک اُسکے منہ میں دی جس کو وہ چوستے چوستے سو گیا۔

دوسرے دن ہم نے ایک عورت دودھ پلانے والی بلائی مگر اس بچہ نے اسکا دودھ پینا قبول نہ کیا تب ہم نے آنحضرت صلعم کو بلا بھیجا آپ نے آکر زبان مبارک پھر اُسکے منہ میں دی جس کو وہ چوسنے لگا اور سو گیا اور جب تک خدا نے چاہا یہی معمول قائم رہا۔

روایت مذکورہ کے اہم نتائج

اس روایت سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں :۔

(۱) ابتدائے ایام رضاعت میں جناب امیر المومنین علیہ السلام سے اُسی قوت تمیز کا ظہور ہوا جو جناب موسیٰ سے ظاہر ہوئی تھی یعنی جس طرح آپ نے اپنی والدہ ماجدہ کے سوا کسی مرضعہ کا دودھ پینا قبول نہ کیا تھا اُسی طرح امیر المومنین نے بھی قبول نہ کیا اور زبان مبارک چوسنے کے طالب ہوئے۔

(۲) آپ کو نہ صرف دو ایک مرتبہ بلکہ مدت دراز تک زبان رسول سے غذا ملتی رہی۔ اور اسی سے آپ کی پرورش واقع ہوئی اس امر کو معلوم کر لینے کے بعد حدیث "لحمك لحمی ودمك دمی" کی حقیقت بخوبی واضح ہو جاتی ہے۔

(۳) جناب سرور کائنات کو امیر المومنین ع کی پرورش میں اہتمام خاص ملحوظ تھا اور کمال شفقت کے ساتھ برابر متکفل رہے۔ اسکی تفصیل آپ نے ایک خطبہ میں یوں فرمائی ہے۔

وقد علمتم موضعی من رسول الله
صلی الله علیه وآله بالقرابة القریبة
والمنزلة الخصیصة وضعنی فی حجره وانا
ولید یضمنی الی صدره ویکنفنی الی فراشه
ویمسنی جسده ویشمنی عرفه وکان
یمضغ الشئ ثم یلقمنیه وما وجد لی
کذبة فی قول ولا خطاة فی فعل
ولقد قرن الله به صلعم من لدن ان
کان فطیما اعظم ملك من ملائکته
یسلك به طریق المکارم ومحاسن اخلاق
العالم لیله ونهاره ولقد کنت اتبعه
اتباع الفصیل اثر امه یرفع لی کل یوم من
اخلاقه علما ویامرنی بالاقتداء
به ولقد کان یجاور فی کل سنة بحراء
فاراه ولا یراه غیری ولم یجمع بیت واحد
یومئذ فی الاسلام غیر رسول الله
صلی الله علیه وآله وخدیجة وانا ثالثهما

۲۔ محصل اس کلام امام کا یہ ہے کہ تم لوگ جانتے ہو
میرے اس مقام بلند کو جو باعتبار قرابت قریبہ
و منزلت خصیصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
سے مجکو حاصل ہے حضرت نے مجھے بچپن میں اپنی
گود میں رکھا (اور میری پرورش کی اس طرح کہ مجھے
سینۂ مبارک سے لگائے رہتے تھے اور بستر پر اپنے پہلو
میں جگہ دیتے تھے جسم اقدس کو مجھ سے مس فرماتے
تھے اور اپنی خوشبو مجھے سونگھاتے اور دہن اقدس
میں چیزوں کو چبا کر مجھے کھلاتے تھے۔ آپ نے کبھی
میرے قول میں کذب اور فعل میں خطا نہیں پائی
خداوند عالم نے ایک سب سے بڑے ملک کو بچپن ہی
سے آپکے ساتھ کر دیا تھا جو آپ کو شب و روز مکارم و
محاسن اخلاق عالم کے طریقوں پر چلاتا تھا میں
آپ کے پیچھے اس طرح پھرا کرتا جیسے بچہ ناقہ
اپنی ماں کے پیچھے چلتا ہو آپ ہر روز اپنے اخلاق
میں سے ایک خلق مجھے تعلیم فرماتے اور اسکی پیروی
کرنے کا حکم دیتے تھے اور آپ ہر سال کوہ حرا میں

ارى نور الوحي والرسالة واشم ريح النبوة ولقد سمعت رنة الشيطان حين نزل الوحي عليه صلى الله عليه واله فقلت يا رسول الله ما هذه الرنة فقال هذا الشيطان ايس من عبادته انك تسمع ما اسمع وترى ما ارى الا انك لست بنبي ولكنك وزير وانك على الخير

نہج البلاغہ مصری

مطبوعہ بیروت

صفحہ ۲۱۷

دایک مہینہ بسر فرماتے تھے اُس وقت میرے سوا اور کوئی آپ کو نہ دیکھتا تھا ان دنوں میں رسول خدا صلے اللہ علیہ والہ وسلم وخدیجہ کے دمیرے سوا کسی گھر میں کوئی مسلمان نہ تھا میں نور وحی و رسالت کو دیکھتا تھا اور بوئے نبوت سونگھتا تھا حضرت پر جب وحی نازل ہوئی تو میں نے شیطان کی آواز سُنی تو عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ آواز کیسی ہے؟ فرمایا کہ یہ شیطان ہو جو اپنی عبادت کیے جانے سے مایوس ہوگیا ہے۔ بیشک تم سنتے ہو جو کچھ میں سنتا ہوں اور دیکھتے ہو جو کچھ میں دیکھتا ہوں سوا اسکے کہ تم نبی نہیں ہو لیکن تم وزیر اور خیر پر قائم ہو۔

آپ کا نام حیدر کیوں رکھا گیا؟

وقيل في حكاية انما سمي حيدرة لان عليا كان رضيعا وهو في البيت وحده وكانت امه خارجة في بعض الحاجات وكان منزلهم بجنب جبل مكة فنزل حية وهمت بقتل

ایک حکایت میں بیان کیا گیا ہو کہ جناب امیرالمومنین ابھی شیر خوار ہی تھے اور گھر میں تنہا تھے آپکی والدہ ماجدہ گھر کے باہر کسی کام سے گئی تھیں اور ان لوگوں کا گھر مکہ میں ایک پہاڑ کے پہلو میں تھا ایک سانپ پہاڑ سے اترا اور اس نے جناب امیرالمومنین

علیؓ فمد یدہ واخذ الحیۃ وامسکہا خنقا فی یدہ فخلع امہ ورأت الحیۃ مقتولۃ فی یدہ فقالت حیاک اللہ یا حیدرؓ لذلک سمتہ حیدرۃ (نقلہ نجم الدین فخر الاسلام ابوبکر بن محمد بن الحسین السنبلانی المرکی فی مناقب الصحابۃ)

کو قتل کرنا چاہا آپ نے ہاتھ بڑھا کر اس کو مضبوط پکڑ لیا وہ ہاتھ میں مر گیا اتنے میں آپ کی والدہ ماجدہ باہر سے تشریف لائیں اور سانپ کو آپ کے ہاتھ میں مرا ہوا دیکھ کر کہنے لگیں اے میرے شیر خدا تجھے زندہ رکھے۔ اِس لئے آپ کا نام "حیدر" مشہور ہو گیا۔ (ابحر الکبا طبع اول ص)

واقعہ قتل میار الولد قاضی شہاب الدین ملک العلما دولت آبادی اپنی کتاب ہدایۃ السعداء میں لکھتے ہیں ص ۱۱۷

"آوردہ اند کہ پیش ازیں درون دیوار کعبہ دو مار بودند کہ ایشاں را میار الولد میگفتند وآں چناں بود کہ ہر فرزندیکہ در مکہ مبارک متولد می شد بعد سوم روز ولد را درون کعبہ می آوردند ومی نہادند آں مار کہ محک نام داشت از دیوار بیروں آمد اگر فرزند حلال زادہ می بود بوے می کرد باز می گشت پدر و مادر آں ولد میزبانی می کردند اگر فرزند حرامزادہ می بود آں مار نفس می زد وآں ولد بیہوش می شد حکم می کردند کہ ولد حرامزادہ است چوں شاہ علی کرم اللہ وجہہ تولد شد درون کعبہ آوردہ اند کہ ہر دو مار فرود آمدند وخواستند تا بوے کنند شاہ ہر دو مار را گرفت ودرید و پارہ پارہ کرد۔ اہل مکہ در خروش شدند کہ محک را کشت ودر گریہ شدند مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم فرمود غمگین مشوید خداوند عزوجل محک عالم علی را گردانید در یک محلے دو محک نباشد ہر کہ علی و فرزندان اورا دوست دارد حلال زادہ است وہر کہ دشمن دارد تواند کہ حرامزادہ است (انتہی بلفظہ)

آپکی حیرت انگیز خصوصیات ۳۔ جس کے بچپن کے حالات ایسے حیرت انگیز ہونگے اُس کی آئندہ زندگی میں ظاہر ہونے والے کمالات جس قدر بھی عجیب ہوں کم ہے اور اُن کو دیکھ کر اہل ہوش کی زبانیں

فرطِ حیرت سے خالقِ عالم کی تسبیح کرنے لگتے ہیں تو بجا ہے نوعِ انسان کو فخر و ناز ہے اور درست ہے کہ اس میں وہ صاحبِ فضائل و کمالات پیدا ہوئے جن سے وہ اشرف مخلوقات کہے جانے کے قابل ہوئی لیکن تاریخِ عالم شاہد ہے کہ ان میں سے کوئی بھی ایسا نہ تھا جس میں تمام ملکات و کمالات انسانیہ ایک ساتھ جمع ہوئے ہوں اور وہ جملہ صفات ممکنہ کی متجمع ہونے کے سبب مجمع اضداد نظر آتی ہو یہ صرف ذاتِ امیر المومنین کی خصوصیت تھی کہ وہ اُن تمام کمالات کی ایک وقت میں مستجمع تھی جن کا حصول ارباب قوائے قدسیہ میں ممکن تھا اور اسلئے سرا سر مجمع صفات متضادہ بنکر شانِ قدرت و عنایتِ الٰہیہ کی مخصوص جلوہ گاہ بن گئی تھی اور نظرِ عقل سے دیکھنے والے خواہ وہ کسی زمرہ میں داخل ہوں "عجزت النساء ان یلدن مثل علی" کہدینے پر مجبور ہو جاتے تھے اور یہ اقرار لینے پر ناچار کہ اس شجرۂ طیبہ نے عنایتِ الٰہیہ کی فضا میں مبدأ فیض کے فیوضِ نامتناہیہ کے سرچشمہ سے سیراب ہو کر نشو و نما پائی ہے ورنہ سارے عالم کی آب و ہوا میں یہ طاقت نہیں چہ جائیکہ ملکِ عرب جس کی ناسازگار فضا اور ناخوشگوار آب و ہوا سے انسانیت صدہا فرسخ گریزاں تھی میرے اس کلام کی توضیح کے لئے علامہ ابن ابی الحدید کی یہ تحریریں کافی ہیں :-

۱۔ فسبحان من منح ھذا الرجل ھذہ المزایا النفیسۃ والخصائص الشریفۃ ان یکون غلام من ابناء عرب مکۃ ینشاء بین اھلہ لم یخالط الحکماء وخرج اعرف بالحکمۃ وحقائق العلوم الالٰھیۃ من افلاطون وارسطو ولم یعاشر ارباب الحکم الخلقیۃ والاداب	۱۔ پس پاک ہے وہ خدائے کریم، جسنے اس شخص (علی ابن ابیطالبؑ) کو ایسے فضائل نفیسہ و خصائص شریفہ عطا فرمائے (حیرت انگیز امر یہ ہے) کہ عرب کا ایک لڑکا اپنے ہی اہل و اقارب میں پلتا ہو کبھی حکمائے میل جول کا اتفاق نہیں رہتا لیکن وہ حکمت و دقائق علوم الٰہیہ کا افلاطون و ارسطو سے بھی زیادہ عارف نکلتا ہو اور کبھی ارباب حکم خلقیہ و آداب نفسانیہ (یعنی علم الاخلاق) کی

النفسانیة لان قریشا لم یکن احد
منهم مشهورًا بمثل ذلك وخرج
اعرف بهذا الباب من سقراط ولم یرب
بین الشجعان لان اهل مکة کانوا ذوی
تجارة ولم یکونوا ذوی حرب خرج اشجع من
کل بشر مشی علی الارض قیل لخلف
الاحمر ایما اشجع عنبسة وبسطام ام علی
بن ابی طالب فقال انما یذکر عنبسة و
بسطام مع البشر والناس لا مع من یرتفع
عن هذه الطبقة فقیل له فعلی کل حال
قال والله لو صاح فی وجوههما لماتا
قبل ان یحمل علیهما وخرج افصح من
سحبان وقس ولم تکن قریش بافصح
العرب کان غیرها افصح قالوا افصح
العرب جرهم وان لم تکن لهم نباهة
وخرج ازهد الناس فی الدنیا
واعفهم مع ان قریشا ذووا حرص
ومحبة للدنیا ولا غرو فیمن کان ع
محمد صلعم مربیه ومخرجه والعنایة الالهیة

صحبت میں نہیں رہا تھا اسلئے کہ قریش میں کوئی
بھی ان علوم میں مشہور نہ تھا لیکن وہ اس فن میں سقراط
سے زیادہ عالم نکلتا ہے اور کبھی بہادروں کے درمیان
تربیت نہیں پائی ہے کیونکہ مکہ والے تجارت پیشہ لوگ تھے
اہل حرب و ضرب نہ تھے لیکن وہ روئے زمین پر چلنے والے
تمام افراد بشر سے بڑھ کر شجاع نکلتا ہے۔ ایک مرتبہ
خلف الاحمر سے کہا گیا کہ ان میں سے کون زیادہ بہادر
تھا عنبسہ و بسطام یا علی بن ابیطالبؑ تو انھوں نے کہا کہ
عنبسہ و بسطام کا ذکر تو بشر و انسان کے ساتھ کیا جاتا
ہے نہ کہ اس شخص کے ساتھ جو اس طبقہ ہی سے بلند
ہو پس ان سے کہا گیا بہرحال (کچھ تو بتاؤ) تو وہ
کہنے لگے کہ اگر علی ابن ابیطالبؑ ان دونوں کے منہ پر
فقط ایک چیخ مارتے قبل اسکے کہ حملہ کریں تو یہ دونو
مرجاتے اور یہ شخص علی بن ابیطالبؑ سحبان و قس سے
زیادہ فصیح نکلا حالانکہ قریش فصیح عرب نہ تھے بلکہ فصیح
اور لوگ تھے کہتے ہیں افصح عرب قبیلہ جرہم تھا اگرچہ وہ
با عزت و جلالت نہ تھا اور زہد و عفت میں دنیا بھر
سے بڑھ کر نکلا حالانکہ قریش دنیا کے حریص اور اسکو محبوب
رکھنے والے تھے اور کچھ تعجب ہی کیا ہے اس شخص کی بات

تمدہ و ترفدہ ان یکون منہ ما کان ۔

(شرح نہج البلاغہ مطبوعہ ایران ۱۳۱۱ھ)

جسکے مربی محمد ہوں اور عنایت الٰہیہ اُسکی مدد کر رہی ہو کہ اُس سے وہ امور عجیبہ ظاہر ہوں جو ہوئے ۔

---

۲ - کان امیر المؤمنین ذا اخلاق متضادۃ فمنہا ما ذکرہ الرضی رح وھو موضع التعجب لان الغالب علی اھل الشجاعۃ والاقدام والمغامرۃ والجرأۃ ان یکونوا ذوی قلوب قاسیۃ وفتك وتمرد وجبریۃ والغالب علی اھل الزھد ورفض الدنیا وھجران ملاذھا والاشتغال بمواعظ الناس وتخویفھم المعاد وتذکرھم الموت ان یکونوا ذوی رقۃ ولین وضعف قلب وخور طبع وھاتان حالتان متضادتان وقد اجتمعتا لہ علیہ السلام ومنہا ان الغالب علی ذوی الشجاعۃ واراقۃ الدماء ان یکونوا ذوی اخلاق سبعیۃ وطباع حوشیۃ و غرائز وحشیۃ وکذلك الغالب علی اھل الزھادۃ وارباب الوعظ والتذکیر ورفض الدنیا ان یکونوا ذوی انقباض فی الاخلاق

۲ - یعنی امیر المومنین علیہ السلام صاحب اخلاق متضادہ تھے اُن میں سے وہ بھی ہے جو سید رضی نے ذکر کیا ہے اور یہ تعجب کا مقام ہے اِس لئے کہ اہل شجاعت و جرأت معرکوں میں بڑھنے اور گھسنے والوں پر یہ خلق غالب رہتا ہے کہ وہ سخت دل . خون ریز جبار و متمرد ہوتے ہیں ۔ اور اہل زہد دنیا اور اوسکی لذات کے تارک لوگوں کو وعظ و نصیحت کرنے اور قیامت سے ڈرانے موت کو یاد دلانے میں مشغول رہنے والوں پر نرم دلی ضعف قلب ۔ جبن طبع کا غلبہ ہوتا ہے اور یہ دونوں متضاد حالتیں ہیں جو آپ میں مجتمع تھیں ۔ اور اخلاق متضادہ میں سے یہ بھی ہے کہ اہل شجاعت اور خون بہانے والوں کے اخلاق پر درندگی اور وحشت طبع غالب رہتی ہے ۔ اور اسی طرح اہل زہد و ارباب وعظ و تذکر و ترک دنیا پر تنگ اخلاقی ترش روئی بخلق سے نفرت و وحشت غالب رہتی ہے لیکن امیر المومنین آدمیوں میں سب سے زیادہ بہادر خون بہانے والے اور سب سے

وعبوس في الوجوه ونفار من الناس واستيحاش
وامير المومنين عليه السلام كان اشجع
الناس واعظمهم اراقة للدم وازهدهم
وابعد الناس عن ملاذ الدنيا واكثرهم
وعظا وتذكيرا بايام الله ومثلاته
واشدهم اجتهادا في العبادة وادابا لنفسه
في المعاملة وكان مع ذلك الطف العالم
اخلاقا واسفرهم وجها واكثرهم بشرا
واوفاهم هشاشة وبشاشة وابعدهم عن
انقباض موحش او خلق نافر او تجهم مباعد
او غلظة وفظاظة تنفر معها نفس او يتكدر
معها قلب حتى عيب بالدعابة ولما لم يجدوا
فيه مغمزا ولا مطعنا تعلقوا بها واعتمدوا في
التنفير عنه عليها۔ الخ

بڑے زاہد لذات دنیا سے دور رہنے والے اور سب سے
زیادہ واعظ اور ایام اللہ وعقوبات اللہ کو یاد دلانیوالے
اور عبادت و معاملت میں سب سے سخت جہد ریاضت
نفس کرنے والے تھے اور باوجود ان باتوں کے سارے
عالم سے زیادہ لطیف اخلاق کشادہ رو تھے۔ اور
تازہ روئی اور ہشاشت و بشاشت کا حق سب سے زیادہ
پورا کرنے والے اور ایسے انقباض تنگ اخلاقی۔
درشت مزاجی سخت دلی سے جس سے نفوس کو نفرت ہو
اور قلوب مکدر ہو جائیں سب سے زیادہ دور رہنے والے
تھے یہاں تک کہ آپ کی ذات میں مزاح و دعابة
کا عیب لگایا گیا اور جب کوئی موقع عیب گیری اور
طعن کا نہ ملا تو دشمنوں نے اسی بات سے تعلق و تمسک
اختیار کیا اور اسی پر اعتماد کرکے آپ کی طرف سے
تنفیر قلوب کرنے لگے۔

اسی پر داز بر بہت سی صفات متضادہ اور اخلاق متخالفہ کا ذکر کیا ہے چونکہ ان سب کا نقل
کرنا طول تحریر کا باعث تھا اسلئے نمونہ کے طور پر تھوڑی عبارت نقل کر دینے پر اکتفا کی گئی در حقیقت
ملکات عجیبہ و کمالات غریبہ کا بھی خارق عادت اجتماع تھا جس سے حقیقت شناس لوگوں کو تسلیم
کر لینا پڑا کہ حضرت کی ذات رسول خدا صلعم کے معجزات باہرہ میں سے ایک معجزہ تھی جس سے نبوت
و رسالت کی بہت تصدیق ہوتی تھی اور آپ محض زبان مبارک سے تصدیق رسالت نہیں کرتے تھے

بلکہ آپکے اخلاق و اعمال فضائل و کمالات میں سے ہر ایک بجاے خود اس کی تصدیق کر رہے تھے اور اسی سے آپ کا لقب "صدیق اکبر" قرار پایا جیسا کہ اس کلام سے ظاہر ہوتا ہے۔

ولهذا قيل ان عليا كان معجزة من معجزات النبی صلعم لانه مع تبحره فی العلوم وشجاعته فی الحروب كان منقادًا ومقرًا بنبوته ولذا اعد من معجزاته (طبقات الكفوی فی ترجمة امیر المومنین)

ارجح المطالب صفحہ ۳۲

یعنی اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ علی علیہ السلام رسول خدا صلعم کے معجزات میں سے ایک معجزہ تھے کیونکہ علوم میں اس قدر تبحر اور لڑائیوں میں اتنی شجاعت کے باوجود آنحضرت صلعم کے فرماں بردار اور آپ کی نبوت کا اقرار کرنے والے تھے اسی جہت سے وہ حضرت کے معجزات میں شمار کیے گئے۔

تقریظ

تقریظ حضرت [illegible] یہ کتاب سید محمد حسن صاحب کی تالیف ہے جسکی توثیق و اصلاح جناب آغا مفتی سید محمد علی صاحب قبلہ خلف حضرت حجۃ الاسلام مفتی سید محمد عباس صاحب طاب ثراہ نے کی ہے جس سے اس کے محاسن کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ مکتب ادب کے نوآموز اور نیز متوسط الاستعداد طلبا اس سے کافی فائدہ حاصل کر سکتے ہیں۔ اکثر کتابیں اسی طرز پر لکھی گئی ہیں مگر اس کتاب میں خصوصیت کے ساتھ قدیم زبان عربی کا لحاظ زیادہ کیا گیا ہے۔ بچوں کی دلچسپی کے لئے تصاویر غیر ذی روح بحساب حروف تہجی بھی درج ہیں۔

حضرت نجم العلما نے ذیل کی عبارت میں اسکی توثیق فرمائی ہے

"ابتدائی تعلیم پانے والے بچوں کے لئے عربی ادب آموز کتاب ہے جو نہایت خوبی اور خوش اسلوبی کے ساتھ لکھی گئی ہے اور مطالب کے دلکش مناظر اسمیں بچوں کی طبیعت کے موافق دکھائے گئے ہیں اور بامحاورہ اردو ترجمہ بھی عربی کے ساتھ درج کیا گیا ہے جس سے متوسط استعداد والے بھی اچھی طرح مستفید ہو سکتے ہیں۔ کتاب اگرچہ صغیر الحجم ہے لیکن کثیر النفع ہے۔ مدارس عربیہ میں داخل نصاب ہونے کے قابل ہے امید ہے کہ اسکے الفاظ مفردہ اور فقرات مرکبہ کے یاد کر لینے سے طلبہ میں ادبی ترقی کا عمدہ مادہ پیدا ہو جائے"

کتاب چھوٹی تقطیع پر چھپی ہے۔ کتابت طباعت دیدہ زیب قیمت ۳ عہ ذیل کے پتہ سے مل سکتی ہے
سجاد حسین منیجر۔ کوچہ شاہ چہرا۔ متصل مکان میر محلہ

علامہ سبط ابن جوزی اپنے جد ابو الفرج اصفہانی سے اپنے تذکرہ خواص الامہ مین تحریر فرماتے ہیں کہ معاویہ نے ابن ضمرہ سے علی علیہ السّلام کے فضائل بیان کرنے کو کہا اُسنے عذر کیا معاویہ نے تاکیدا کہا کہ نہین تم کو ضرور بیان کرنا ہونگے۔ تب ضمرہ نے ایک پرجوش اسپیچ میں اسطرح فضائل شروع کیے۔ کہ قسم خدا کی وہ قوت میں بہت سخت تھے اور ایسی بات کہتے تھے جو فیصلہ کر دیتی تھی اور فیصلہ ان کا عدالت کے ساتھ ہوتا تھا۔ ان کے پہلوؤن سے علم کی نہریں اُبلتی تھیں۔ اور ان کی ہر ہر بات سے حکمت ٹپکتی تھی۔ دنیا اور اس کی سرسبزی سے وہ گھبراتے تھے شب تاریک اور اُس کی وحشت سے اُن کو انس تھا۔ آنسو بکثرت جاری رہتے تھے۔ امر آخرت میں ان کی فکر نہایت طولانی ہوتی تھی۔ لباس ان کو موٹا اور سادہ پسند تھا۔ غذا درشت و بدمزہ کھاتے تھے۔ برتاؤ ہر کسی سے سادہ تھا جب ہم ان سے کچھ پوچھتے تھے فورًا بتلا دیتے تھے جب کبھی ان کو بلاتے تھے فورًا چلے آتے تھے۔ باایں ہمہ انھوں نے ہمیں اپنا مقرب اور گستاخ بنا لیا تھا تاہم ان کی ہیبت ایسی تھی جو بات نہیں کرنے دیتی تھی۔ اہل دین کی تعظیم کرتے تھے۔ اور مساکین کو اپنے پاس بٹھاتے تھے اور کبھی کسی زبردست کو ایسا موقع ہی نہ دیتے تھے کہ وہ اپنے امر باطل پر جرأت کر سکے اور نہ کسی ضعیف کو اپنے عدل سے مایوس رکھتے تھے یہ واقعہ میں چشمدید اپنا بیان کرتا ہوں کہ بعض حالتوں میں مجھے دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے جبکہ شب اپنے پردوں کو لپیٹنے والی ہوتی تھی اور ستارے بھی شمع سحر کی طرح جھلملانے لگتے تھے تو وہ اپنے محاسن کو پکڑے ہوئے اس طرح بلبلاتے تھے اور تڑپتے تھے کہ جیسے کسی مار گزیدہ کی حالت ہو اور ایسے روتے تھے جیسے کہ دردیدہ اور محزون روتا ہو۔ اور فرماتے تھے کہ اے دُنیا!

میرے غیر کو دھوکا دے مجھے کیا معترض ہوتی ہے کیا تجھے مجھ سے رغبت پیدا ہوئی ہے لیکن مجھ سے دور ہو دور ہو۔ میں تجھ کو تین مرتبہ طلاق دے چکا ہوں۔ تیری عمر بہت کم ہے۔ اور تیرا خطرہ بہت بڑا ہے اور لطف زندگی تیرا بہت حقیر و کم ہے۔ آہ !! من قلة الزاد وبعد السفر" افسوس کہ زاد راہ تھوڑا اور سفر دور۔

اس مقام پر جب ضرار پہونچا معاویہ بے اختیار رونے لگا ایسا رویا کہ تار آنسوؤں کے اس کی داڑھی پر جاری تھے چاہتا تھا کہ ضبط گریہ کرے مگر ضبط نہ کر سکا۔ اور دیگر حضار مجلس بھی ضبط گریہ نہ کر سکے۔ معاویہ کہنے لگا۔

"خدا ابوالحسن پر رحمت نازل کرے ابوالحسن ایسے ہی تھے"

معاویہ کا ان اوصاف کو ابوالحسن میں نہ صرف تسلیم کرنا بلکہ اس کی تائید ان الفاظ سے کرنا۔ کہ "حقیقت میں وہ ایسے ہی تھے" علی مرتضیٰ کی کامل الایمانی کی پوری شہادت ہے جو کسی طرح مجروح نہیں ہو سکتی اور یہ اوصاف ہرگز ہرگز کسی ناقص الایمان میں جمع نہیں ہو سکتے۔ اور یہ علی مرتضیٰ کے ہی ایمان کی سچائی تھی کہ معاویہ دشمن اُن کے فضائل کو سنکر اور بمقابلہ ہر فضیلت کے اپنی شرارتوں کو جو بعد شہادت بھی اُس نے اُن پر جاری رکھی تھیں خود بھی یاد کر کے ضبط گریہ نہ کر سکا اور حاضرین صحبت بھی مجبور ہو گئے۔

آں شاہ کہ آں قسیم نار است و جناں	در ملک و ملک صاحب سیف است و سناں
ملکِ دو جہاں بجملگی آن وے است	این را بستاں گرفتہ آں را بستاں

(شاہ نعمت اللہ ولی)

کعبہ میں ہو ولادت حیدر کی دھوم دھام	ہوگا نہ اب رسول کی معراج میں کلام
شق ہو کے آج کعبہ کی دیوار دے گی خبر	ثابت کرے گی مسئلہ خرق و التیام

(عشرت)

نوع انسان کے وہ ممتاز افراد جنھیں ایزد تعالیٰ نے نبوت یا امامت کا خلعت پہنا کر اس عالم میں بھیجا تھا ہمیشہ بحیثیت واعظ ہمارے سامنے آئے ہیں اور ایسا ہونا ضروری بھی تھا کیونکہ نبوتؐ و امامت کا اصلی مقصد اصلاح عالم ہے اور یہ اُس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ وعظ و پند سے کام نہ لیا جائے جناب امیر آخری رسول جناب محمدؐ کے سچے جانشین تھے اور اس لیے اُن کی وفات کے بعد دنیا کو صحیح راستہ پر چلانے کا مقدس فریضہ آپ پر عائد ہوا تھا۔

میں اس مختصر مضمون میں جناب امیر کی واعظانہ زندگی پر شرح و بسط سے بحث نہیں کر سکتا میں صرف آپ کی زندگی کے اُن واقعات میں واعظانہ خصوصیت کو نمایاں کروں گا جن کی اصلی ہیئت بعض کوتاہ نظر افراد کی غلط فہمیوں نے بدل دی ہے۔

گو وعظ کا مفہوم فی نفسہٖ واضح ہے لیکن تنگ نظری نے اس کی حقیقت پر پردہ ڈال رکھا ہے ایک حقیقی واعظ کے فرائض کی وسعتیں مشکوک نگاہوں سے دیکھی جا رہی ہیں۔ اسلئے میں چاہتا ہوں کہ تمہیدی سطور میں وعظ کی ماہیت بتلا دوں تاکہ اُن بعض سطحی اعتراضات کے ذکر کی ضرورت نہ رہے جن کا منشا محض مفہوم وعظ کی حقیقی وسعتوں کی طرف سے آنکھیں بند کر لینا ہے۔

عام خیال یہ ہو رہا ہے کہ ایک واعظ سیاست میں کوئی حصہ نہیں لے سکتا۔ ملکی سیاست کی مشینری ایک واعظ کی نصیحتوں سے بالکل بے نیاز ہے۔ اُسکے فرائض کا دائرہ صرف انہیں کوششوں تک محدود ہے جو انفرادی اخلاق سنوارنے سے تعلق رکھتی ہیں۔ سیاسی نبرد آزمائیوں میں اگر ایک واعظ شریک ہوتا ہے تو وہ اپنے فرائض سے تجاوز کرتا ہے۔ یہ خیال بالکل غلط ہے۔ یہ امر مخفی نہ رہنا چاہیئے

کہ ہادیان عالم کے متعلق لفظ وعظ کا استعمال اس محدود معنی کے ساتھ ان کی تنقیص ہو

کوئی شک نہیں کہ وعظ کا اصلی مقصد انسانی اصلاح ہے اسلئے کوئی وجہ نہیں کہ اسکا مفہوم صرف انفرادی اخلاق کے سنوارنے تک محدود کر دیا جائے ۔

انسانی اصلاح عام شے ہے ۔ اسکے تحت میں جس طرح انفرادی اخلاق کی اصلاح داخل ہے ۔ اسی طرح اجتماعی اخلاق کی اصلاح بھی ۔ بہر حال حقیقی وعظ کا تعلق انسانی عمل کے ہر شعبہ سے ہے ۔ ایک حقیقی واعظ جملہ انسانی خامکاریوں اور بے اعتدالیوں کی اصلاح کا سچا خواہشمند ہوتا ہے خواہ اُن کا تعلق اخلاق سے ہو یا معاشرت سے یا سیاست سے ۔ ایک واعظ اگر ملکی سیاست میں دخل دیتا ہے تو اسلئے نہیں کہ اس طرح وہ اپنے دنیوی اقتدار کی فلک بوس عمارت تیار کرے بلکہ محض اسلئے کہ سیاست کو مکاری و عیاری وغیرہ بداخلاقیوں سے محفوظ رکھے کیونکہ سیاست کا منشا عقلاً بہبودیٔ رعایا ہے اور یہ نہیں حاصل ہو سکتا جب تک کہ اسکا کالبد ایمانداری و راستبازی سے نہ تیار کیا جائے ۔

اس سلسلہ میں یہ امر عرض کر دینا شاید غیر موزوں نہو کہ جماعت واعظین انسانی اصلاح کا مقصد دو طریقوں سے حاصل کرتی ہے ۔

ایک صاف اور سیدھا طریقہ یہ ہے کہ موثر لفظوں میں اخلاقی و معاشرتی و سیاسی غلطیاں دنیا کو بتلائے لیکن یہ چنداں موثر نہیں ہے ۔ نفسیاتی نقطۂ نظر سے اسکا اثر ناپائیدار اور جلد زائل ہونے والا ہوتا ہے ۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ خود عملی حیثیت سے جملہ محاسن اخلاق و مکارم اعمال کا مجسمہ بن کر ہر وقت دنیا کے پیش نظر رہے ۔ گو اُس کے ہونٹ متحرک نہوں لیکن گمراہ ہدایت پائیں ۔ گو وہ خاموش ہو لیکن پند و نصیحت کے چشمے ہیں ۔

حقیقت وعظ جب متحقق ہوگئی تو میں عرض کرونگا کہ ہمیں جناب امیر کی واعظانہ زندگی پر

اسی معنی سے نظر ڈالنا چاہیئے ۔ رسول کی وفات کے بعد سے جناب امیر پر فریضۂ وعظ و ارشاد
عائد ہوا تھا اور آپ پورے انہماک کے ساتھ اپنی زندگی کی آخری لمحوں تک اس کی تکمیل میں
مشغول رہے۔ دنیا کی اخلاقی و معاشرتی و سیاسی ہر بے عنوانی کی اصلاح کی کوشش فرماتے
رہے۔ یہ فریضہ چونکہ ہر وقت آپ کے پیش نظر رہتا تھا اسلئے آپکا ہر ارشاد مستقل مجلس وعظ ہوتا
تھا اور آپ کا ہر عمل نصیحتوں کا گہوارہ سیاسی اُلجھنوں اور دیگر دنیوی پیچیدگیوں کا ہجوم ہوتا
تھا۔ مگر آپ اپنا عالی مقصد فراموش نہ ہونے دیتے تھے ۔

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ اس طرف رسول کی آنکھیں بند ہوئیں اور اُسطرف مادی طوفان
برپا ہونا شروع ہوے ۔ اخلاق کا شیرازہ بکھر گیا ۔ معاشرت کی کڑیاں ایک ایک کرکے ٹوٹگئیں
سیاسی عیاریوں کا بازار گرم ہوگیا لیکن آپ مرکز اعتدال سے نہ ہٹے ۔ ہر قسم کی بدعنوانیوں
کی ہوائیں زور و شور کے ساتھ چلا کین ۔ مگر آپ سچے اخلاق و معاشرتی اُصول کی سطح پر جمے
رہے اور عملی حیثیت سے بھٹکی ہوئی دنیا کو بتلاتے رہے کہ نجات کا خزانہ اُس راستہ میں نہیں
ہے جسپر تم چل رہے ہو۔ اگر فی الحقیقت اسکی تلاش ہے تو اُس راستہ پر آجاؤ جس پر ہم
گامزن ہوں ۔

ایک حقیقی واعظ کی یہی شان ہوتی ہے۔ نازک سے نازک وقت میں وعظ کا سررشتہ ہاتھ
سے نہیں چھوٹتا ۔ دنیا اپنی تمام دلفریب آرائشوں کے ساتھ اُسے اپنی طرف مائل کرنا چاہتی
ہے مگر وہ اُسے حقارت سے ٹھکرا دیتا ہے اور اپنے اصلی مقصد اصلاح ناس (وعظ میں) مشغول
رہتا ہے۔ اسی خصوصیت کی وجہ سے وہ بشریت کے اعلیٰ نقطۂ کمال پر فائز ہوتا ہے ۔

یہ واقعہ بھولتا نہیں ہے۔ رسول وفات پا چکے ہیں۔ سقیفۂ بنی ساعدہ میں دنیا پرستوں کا
اجتماع ہوا ہے۔ آپ محسن دو عالم رسول اکرم کی تجہیز و تکفین میں مشغول ہیں مخالف سازشوں

کی خبریں آپ کی کانوں میں پیہم پہونچ رہی ہیں مگر آپ رسول کا لاشہ کس مپرسی کی حالت میں چھوڑنا نہیں چاہتے۔ کیوں؟ صرف اس لئے کہ رحمت عالمیان کو یوں چھوڑ دینا احسان فراموشی کی بدترین مثال اور شرعی واخلاقی نقطۂ نظر سے ناقابل معافی گناہ ہے

فی الحقیقت اگر آپ بھی اس زمانہ کی رفتار کا ساتھ دیتے اور فرائض انسانی کو بالائے طاق رکھ کر سقیفۂ بنی ساعدہ تشریف لے جاتے تو گو خلافت کا مسئلہ آپ کے موافق ہی کیوں نہ فیصل ہو جاتا۔ مگر اسمیں شک نہیں کہ دنیا بڑی گمراہی میں مبتلا ہو جاتی۔ آپ نے زمانہ کی ہوا کا ساتھ نہ دے کر میت کے اُن حقوق کو جو زندوں پر شریعت نے مقرر کر دیے تھے مخصوص واعظانہ شان کے ساتھ زائل ہونے سے بچالیا۔ یہی آپ کے واعظانہ علمی نکات ہیں جن کی تہوں میں ہمیں آپ کی ایزدی عظمت کا راز مل سکتا ہے

میں اس مقام پر یہ واقعہ نہ ذکر کرتا کیونکہ مجھے اِس مضمون میں آپ کی واعظانہ زندگی کے ہر حصہ کی تشریح منظور نہیں ہے لیکن چونکہ یہ ایک اہم کڑی ہے اُس سلسلہ سیاسی کی جس میں جناب امیر کی واعظانہ حیثیت مجھے نمایاں کرنا ہے یہ تمام واقعہ ذکر کرنا پڑا

بہرطور جب خلافت کا مسئلہ آپ کے مخالف فیصل ہو گیا اور مسند حکومت پر سیاسی عیاریوں کا قدم جا پہونچا۔ ایزدی احکام قریب قریب فراموش کیے جا چکے تو بحیثیت حامل منصب وعظ آپ ان ناجائز کارروائیوں کے خلاف احتجاج پر مجبور رہو گئے کیونکہ حسب تشریح سابق اصلاح سیاسی بھی اُسکا ایک ضروری فرد ہے۔ آپنے بالاعلان ظاہر فرمایا کہ مسند خلافت پر قاعدہ سے مجھے بیٹھنا چاہیئے۔ کیونکہ رسول مقبول حسب فرمان ایزد تعالیٰ مجھے اپنا وصی مقرر فرما چکے۔

گو اس غوغائے عام میں یہ آواز حق نہ سُنی گئی لیکن آپ اپنے فریضہ سے سبکدوش ہو گئے آپنے علمی حیثیت سے دنیا کو بتلا دیا کہ مسند حکومت پر اُسکا اصلی بیٹھنے والا جلوہ افروز نہیں ہے

اسلیے یہ طریق حکومت اسلام کی طرف منسوب نہونا چاہیئے۔ اگر آپ اُسوقت سکوت اختیار فرماتے یا برسر حکومت افراد کی بیعت کر لیتے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا کہ اُس زمانہ کی حکومتوں میں جن سیاسی عیاریوں کی گرم بازاری رہی وہ عام طور سے اسلامی سیاست کے اہم عناصر سمجھی جاتیں اور آج دنیاے اسلام میں کوئی شخص ایسا نظر نہ آتا جو مکاری و چالاکی وغیرہ کو ذمائم اخلاق میں داخل کرتا اور اس طرح اخلاقیات کی بنیادیں بالکل گر جاتیں۔ بحیثیت واعظ و ہادی آپکا فرض تھا کہ دنیا کو اِس ضلالت میں مبتلا ہونے سے روکیں۔

اِن اُمور کو مدنظر رکھتے ہوئے میں کہونگا کہ آپ کا طریق عمل دیانت دارانہ تدبیر کے بالکل موافق تھا اور آپنے برسر حکومت افراد کی مخالفت نہیں کی بلکہ اپنی واعظانہ زندگی کی ایک نہایت دشوار گذار منزل خوش اسلوبی سے طے کی۔ گو مسلمانوں کے کل افراد کو نہ سہی مگر اُن کی ایک بڑی جماعت کو سیاست کے متعلق ضلالت آمیز غلط فہمی میں مبتلا ہونے سے بچا لیا۔

ممکن ہے کوئی صاحب اسمقام پر شک فرمائیں کہ جناب امیر کا برسر حکومت افراد کے خلاف صداے احتجاج بلند کرنا محض جذبۂ دنیا طلبی کا نتیجہ تھا اور یہ خیال کہ آپکا مخالفانہ طرز عمل اصول وعظ کی ایک نہایت عملی و دقیق تشریح تھا خوش عقیدگی ہے بنابریں میں عرض کر دینا چاہتا ہوں کہ تاریخی وراثت اس راے کی قطعی مساعدت نہیں کرتی کہ آپنے دنیوی اقتدار کی خاطر یہ طریق عمل اختیار کیا تھا کیونکہ ظاہر ہے کہ اگر آپ طالب دنیا ہوتے تو کبھی رسول کی تجہیز و تکفین میں درانحالیکہ سقیفہ بنی ساعدہ والے حضرات مسئلہ خلافت کے حل میں منہمک تھے، مشغول نہ رہتے آپ فوراً وہاں تشریف لیجاتے اور بہت ممکن تھا کہ بلطائف الحیل خلافت کا مسئلہ اپنے موافق فیصل کرا لیتے۔

اِس واقعہ سے بھی قطع نظر کر لیجیے۔ جب خلافت کا مسئلہ جناب ابوبکر کے حق میں طے ہوگیا اور آپ اس فیصلہ پر اظہار آزردگی کرکے بعض دیگر اہم فرائض انجام دینے کی خاطر خلوت نشین ہوگئے تو ابوسفیان آیا اور آپ سے کہا کہ "اے علی! تم گھبراؤ نہیں۔ میں تمام عرب سواروں اور پیادوں سے بھر دوں گا اُٹھو! اور موجودہ خلافت کے خلاف جنگ کرو۔

مگر جناب امیرؑ نے اُسکے مشورہ کو نہایت حقارت کے ساتھ ٹھکرا دیا اور نہایت دُرشت جواب دیکر ہمیشہ کیلئے اُسکو اپنی طرف سے مایوس بنا دیا۔ وہ آزردہ ہو کر خلیفۂ وقت کے پاس گیا۔ اُنھوں نے اُس کی دلجوئی کی اور شام کی حکومت دینے کا آزادی سے وعدہ فرمالیا۔

انصاف کا مقام ہے اگر جناب امیر طالب دنیا ہوتے تو کیا اسی طرح ابوسفیان کی عرض کو مسترد فرما دیتے۔ ایک دنیا پرست یقیناً ابوسفیان کے اس بڑھاوے کو اپنی خوش طالعی سمجھتا۔ اور کوشش کرتا کہ جس طرح ممکن ہو اُس کے قلب پر اپنی گرفت مضبوط کرے۔ وہ بھولے سے بھی دنیوی نقطہ نظر سے اتنے مفید شخص کو ناراض نہ بناتا۔

ان امور پر نظر کرنے والا مجبور ہے کہ جناب امیر کے زیر بحث طریق عمل کی غرض طلب حکومت نہ قرار دے اور ظاہر ہے کہ جب اُس کی غرض طلب حکومت نہ قرار پائی تو لامحالہ ہمیں اُسکے لئے کوئی دوسری غرض ثابت کرنا ہوگی کیونکہ عاقل کے فعل میں کسی نہ کسی صحیح غرض کا ہونا لازمی ہے اس لئے ہم عقلاً مجبور رہیں کہ جناب امیر کے اس طریق عمل کی غرض وعظ و ہدایت قرار دیں اور یہ مان لیں کہ جناب امیرؑ کی یہ ساری احتجاجی کارروائی از ابتدا تا انتہا اصلاح ناس پر مبنی تھی۔

بعض اشخاص کا یہ بھی خیال ہے کہ ایسی حالت میں جناب امیر کو صرف احتجاج پر اکتفا نہ کرنا چاہیئے تھا بلکہ آپ کا فرض تھا کہ بذریعۂ شمشیر اُس ناجائز حکومت کا خاتمہ کر دیتے۔

میں عرض کرونگا کہ جناب امیر کا جنگ فرمانا قطعی طور سے مقصد وعظ کے منافی ہوتا کیونکہ
عام مسلمانوں پر مادیت کا غلبہ ہوچکا تھا۔ تنہا جنگ کرنا بالکل بے معنی تھا اسلئے آپ مجبور ہوتے
کہ لوگوں کو اپنی طرف ملانے کے لئے مختلف ناجائز سازشیں کریں۔ دنیا پرست مسلمان اسوقت
تک آپ کے شریک کار نہ بنتے جب تک کہ آپ اُن کو اپنی دور حکومت کی دنیوی آسائشوں کا
کا سبز باغ نہ دکھاتے۔ یہ فعل یقیناً ایک واعظ کے مقاصد کے خلاف ہوتا۔ ایسی صورت میں
یہ کیونکر ممکن ہے کہ آپ شمشیر کھینچکر اپنی غرض باطل کر دیتے۔

یہ واقعہ سیاسی مختلف افراد کی فکروں کا جولانگاہ رہا ہے۔ اپنی اپنی فہم کے مطابق ہر شخص
نے اس کی تاویلیں کی ہیں۔ خوب خوب غلط فہمیاں ہوئی ہیں مگر میں عرض کرونگا کہ اگر
اس تمام واقعہ پر احتیاط کے ساتھ غور کیا جائے اور یہ امر مدنظر رکھا جائے کہ جناب امیرؑ کی
اصلی غرض کیا تھی تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ صحیح نتیجہ تک رسائی نہ ہو۔

میں نے سابق میں عرض کیا تھا کہ یہ مضمون صرف اُن واقعات میں جناب امیرؑ کی
واعظانہ خصوصیت نمایاں کرے گا جن پر مخالفین نے بمعنی تشریحوں اور تاویلوں کا جال
بچھا رکھا ہے۔ اس کوشش کی پہلی منزل طے ہوچکی دوسری باقی ہے۔

یہ عرض کردوں کہ جب جناب خلیفۂ ثالث کی شمع حیات گل ہوئی تو جناب امیرؑ
مسند خلافت پر ظاہری عنوان سے تشریف فرما ہوئے۔ چونکہ آپ واعظ تھے لہذا ضروری تھا
کہ آپ کا مقصد بھی واعظانہ ہو لیکن بعض حضرات نے کوششیں کی ہیں کہ یہ غرض جب جائے
اُنھوں نے جناب امیر کے دور خلافت کو بھی دنیوی بادشاہی کے عنوان سے پیش کیا ہے
کہا جاتا ہے کہ جناب امیر میں خواہ دنیا بھر کے محامد اور محاسن ہوں لیکن وہ مدبر نہ تھے۔
خوش اسلوبی سے سیاسی فرائض انجام نہ دے سکتے تھے اسی لئے آپ کا زمانہ خلافت

جنگ و جدال میں ختم ہوا کوئی اسلامی ترقی نہ ہوئی۔

اس قسم کے مغالطہ آمیز اعتراضات کا منشا صرف اسقدر ہے کہ جناب امیرؑ کو ایک دنیوی بادشاہ کے لحاظ ہمارے سامنے پیش کر کے اُن کی اصلی حیثیت پر پردہ ڈال دیا جائے ورنہ اسکی کوئی وجہ نہیں ہے کہ جناب امیرؑ کی خلافت کی کامیابی کو اُن طریقوں سے جانچا جائے جن کے استعمال کا صحیح مقام مادی سلطنتیں ہیں۔

یہ امر اس مقام پر ضرور ملحوظ رہے کہ جناب امیرؑ اولاً واعظ ہیں پھر اور کچھ۔ آپ نے امر خلافت اپنے دنیوی اقتدار کے لئے قبول نہیں فرمایا تھا بلکہ مقاصد وعظ کی عام نشر و اشاعت کے لئے کیونکہ اسلامی سیاست کی ہیئت بالکل گذشتہ بیراہ روی سے بدل چکی تھی۔ آپ کا بحیثیت واعظ فرض تھا کہ اُن بگڑے ہوے حالات کو سنبھالیں۔ گو آغاز کار سے آپ نے امراء دی طرز حکومت کے خلاف سلسلۂ وعظ شروع کر دیا تھا۔ مگر اس وقت اور زیادہ مزید انہماک اور کسی مؤثر عملی طریق کی ضرورت تھی بنی اُمیہ کا تسلط مختلف حصص ملک پر ہو چکا تھا۔ ہر طرف رشوت ستانی کا بازار گرم تھا عمال خلافت مطلق العنان اور عیش پرستی کے دلدادہ بنے ہوے تھے۔ فتنہ پردازوں کی سازشوں کا جال گوشہ گوشہ میں پھیلا ہوا تھا۔ اسلامی اصول پس پشت ڈالے جا چکے تھے۔ غربا اُمرا کی دست درازیوں کا شکار ہو رہے تھے۔ گذشتہ مکاریوں نے قریب قریب یہ عام اعتقاد پیدا کر دیا تھا کہ مکارم اخلاق جن کی تتمیم کا سہرا اسلام کے سر پر بندھا تھا وہ صرف خیالی دنیا میں اُڑنے والے دماغوں کی بلند پروازیوں کا نتیجہ ہیں۔ انسانی اعمال اُن کے منت کش کبھی نہیں بن سکتے۔ یہ حالات تھے۔ ان کو ایک حقیقی واعظ بے توجہی کی نگاہوں سے کیونکر دیکھ سکتا تھا۔ جو وقت آپ پر امر خلافت عرض کیا گیا آپ نے اسے

چند ایسی شرطوں کے ساتھ قبول کیا جو مقصد وعظ میں آپ کے لئے مفید قرار پاسکتی تھیں
چونکہ بحیثیت واعظ آپ نے اس منصب کو قبول فرمایا تھا اسلئے لازمی تھا کہ آپکا سیاسی طریق عمل اصول تدین پر مبنی ہو جو رعیت کو زبردست قوتوں کے ظلم کا آماجگاہ بننے سے محفوظ رکھیں اور اس طرح دنیا بھر کو پھر ایک مرتبہ عملی حثیت سے سمجھا دیں کہ اسلام کے تعلیم کردہ مکارم اخلاق واصول سیاست شاعرانہ خیال آفرینیوں کا نتیجہ نہیں بلکہ عمل کی حدوں میں داخل ہونے والی چیزیں ہیں۔ اگر کوششیں کی جائے اور دنیوی عیش مد نظر نہو تو نہایت آسانی سے سیاسی تدبر کی عمارت دیانت داری وراستبازی کی بنیادوں پر قائم کی جاسکتی ہے۔

اِن باتوں کا موثر پیرایہ میں سمجھانا آپکے فرائض وعظ میں قطعی طور سے داخل تھا اور آپ اسے دنیوی آسانیوں کی خاطر کبھی ترک نہیں فرماسکتے تھے۔ اسی لئے آپ نے مسند خلافت پر قدم رکھتے ہی کوشش شروع کردی کہ نصفت شعاری وراستبازی آپکی حکومت کے طرۂ امتیاز رہیں۔ اُن عاملوں کو فوراً معزول کیا جو اپنی حکومت کا منشا صرف عیش وعشرت سمجھتے تھے جنھیں رعایا کی آسائش کا قطعی خیال نہیں تھا۔ گو آپ سے کہا گیا کہ انھیں معزول کرنا مقتضائے دانشمندی نہیں ہے۔ اپنے عہدوں سے علیحدہ ہوتے ہی نئے نئے فتنے برپا کرینگے لیکن آپ نے جواب دیا۔ میں ایک لمحہ کے لئے اسے نہیں دیکھ سکتا کہ جابر وعیاش رعایا کو برباد وتباہ کریں۔ یقیناً آپ بحیثیت واعظ مجبور تھے کہ اس مشورہ کا جواب انھیں لفظوں میں دیں۔

یہ سچ ہے کہ آپ کی یہ اخلاقی وشرعی سخت گیریاں اُن قلوب پر شاق گذریں جنھیں پیشتر ہر طرح کی آزادیاں حاصل تھیں اور گو انھوں نے فتنوں کی آگ تمام عرب میں

منتقل کر دی لیکن سوال یہ ہے کہ ایک واعظ اپنے دیانت دارانہ فیصلہ کو ان خیالات سے کیونکر بدل سکتا تھا۔ اسی لئے آپ نے ان معاملات کا بالکل خیال نہیں فرمایا۔ اگر آپ کا مقصد اپنی حکومت کی بنیادیں مضبوط کرنا ہوتا تو آپ قطعی طور سے اس راستہ پر نہ چلتے۔

۱۹ تا آپ نے شہادت پائی لیکن کیا شہادت پانا خود اس امر کی دلیل نہیں کہ جو مقصد آپ کو پیش نظر تھا وہ اتنا اہم ہے کہ اُسکے لئے اگر جان بھی جائے تو مضائقہ نہیں۔

ایک حقیقی واعظ میں یہی استقلال ہوتا ہے جو فہمیدہ دنیا کی عقیدت کی نگاہیں اس کی طرف پھیر دیتا ہے۔ آپ نے مرتے مرتے دنیا کو موثر عملی وعظ دے دیا کہ اصول اخلاق کسی طرح دنیوی مفاد کی خاطر ترک نہ ہونا چاہیئے۔ یہ ایک بڑی ستم ظریفی ہے کہ کسی حقیقی واعظ کے طریق عمل میں سیاسی عیاری کی چاشنی تلاش کیجائے۔

جناب امیر کا یہ بلیغ فقرہ "لولا الدین والتقی لکنت ادھی العرب" اگر دین اور پرہیزگاری کی مجھے پابندی نہوتی تو میں عرب کا سب سے زیادہ چالاک شخص ہوتا۔ اسی واعظانہ خصوصیت کو نہایت لطیف پیرایہ میں ظاہر کر رہا ہے۔ آپ سمجھتے تھے کہ لوگ اس خصوصیت کو مختلف طریقوں سے دبانے کی کوشش کرینگے اس لئے آپ نے پیشتر ہی سے دفع دخل فرما دیا اور اسے ظاہر کر دیا کہ میرے تمام اُمور واعظانہ حیثیت میں دیکھے جانے چاہیئں میں واعظ بن کر آیا ہوں دنیوی مدبر بن کر نہیں۔

———— ❊ ————

سلسلہ طبقات العلماء

مولانا السید علی ابن مولانا السید دلدار علی طاب ثراہ

۱۸ ماہ شوال سنہ ۱۲۰۰ھ کو لکھنؤ میں پیدا ہوئے ایک سال چند ماہ جناب سلطان العلماء سے چھوٹے تھے۔ اپنے والد علامہ جناب غفرانمآب سے تکمیل علوم کی اور اکثر علوم میں مہارت تام حاصل کی خصوصاً علم قرأت و تجوید میں اپنی نظیر نہ رکھتے تھے فضل و تقدس میں یکتائے روزگار تھے ہمیشہ مواعظ و ہدایت خلائق و اقامت جمعہ و جماعت میں مصروف رہتے تھے نہایت خوش گفتار اور شیریں سخن تھے حسن بیان کا اثر خاص طور پر قلوب میں ہوتا تھا جود و سخا و صلاح و مروت اُن کے خاص جوہر تھے۔ شذور العقیان میں جناب علامہ سید اعجاز حسین صاحب کنتوری تحریر فرماتے ہیں

" الامام الھمام السید السند مولانا السید علی بن آیۃ اللہ فی العالمین مولانا السید دلدار علی النصیرآبادی کان عالماً فاضلاً خبیراً بالمعانی والبیان واقفاً علی الفروع و تفسیر القرآن قاریاً صالحاً متدیناً

۱۲۴۵ھ میں ہندوستان سے روانہ کربلائے معلیٰ ہوئے وہاں کے علما نہایت تعظیم و تکریم سے پیش آئے خصوصاً فاضل سید کاظم رشتی نے آپ کی نہایت قدر و منزلت کی ۱۲۴۶ھ میں واپس آ گئے اور مدت تک مشغلہ تدریس و تصنیف جاری رہا۔ دوبارہ ۱۲۵۸ھ ہجری میں کثیر التعداد رفقا کے ساتھ پھر سفر کیا اور مختلف قسم کی تکلیفیں اٹھائیں شہر بشہر اور دیار بدیار ہوتے ہوئے وارد خراسان ہوئے اور مشرف بزیارت ہو کر مع تمام احباب و رفقا کربلائے معلیٰ پہونچے اور وہیں ۱۶ رمضان المبارک ۱۲۵۹ھ ہجری کو ۵۸ سال ۱۱ ماہ کی عمر میں انتقال کیا۔ آقا سید مجاہد ابن آقا

سید علی طباطبائی کے پہلو میں دفن ہوئے۔ مولانا سید ابراہیم حائری نے جناب سید ال
تعزیت کا خط لکھا جس میں منجملہ اور اشعار کے یہ شعر بھی لکھا۔

وما الدھر الا محنة وبلية　　　　تنوب وابناء الزمان نيام

جناب سید العلما نے جواب میں حسب ذیل خط تحریر کیا جس سے اُن کے رنج و غم کا اندا
ہو سکتا ہے۔

اما بعد فقد وافى الينا كتاب من جنابك المستطاب مخبرا بمصاب يا لم
مصاب ما اقلقنا بوفاة السيد المبجل المكرم المعظم الاخ الاقوم السيد على اعلى
مقامه وزاد اكرامه كما ختم له بالشرف واقبره بالموضع وقد والله هطل
العبرات على الخد وده هذه الرزية المفتتة للكبود وارتحل السرور وانكسر
الظهور ويحق لنا ذلك فلقد كنا نحن نحن الى لقاء محياه دائما ونترقب اياب
سالما غانما فكان قد كان يوم توديعه عند تاهبه للسفر هو اليوم الذى زرته
فيه حائلا له وهو محتضر وهكذا الزمان يمضى على الغير وما للدهر من وفاء
وعلى الدنيا بعد العفا فانا لله وانما اشكو بثى وحزنى الى الله ولا حول ولا قوة
الا بالله ومما جرى على لسان القلم اقتضاء بيراعه الاقوم

عيون المنايا لا تنام رهينة　　　　ولكن ابناء الزمان نيام
وناع اتانا من طفوف حسين　　　　فلم يبق فينا راحة وجمام
نعى سيد احبرا عليا مجددا　　　　له فى جوار المصطفين مقام
اتى حائرا من بعد ما ظل حائرا　　　　فنومته نوم هما لهمام
غريب كئيب نازح عن بلاده　　　　عليه من الله السلام سلام

دفتر الواعظ کی مفید اور قابل قدر کتابیں

تصانیف [illegible] مولانا سید محمد عباس صاحب طاب ثراہ

مشاہر الاسلام (عربی) مواعظ میں بے مثل کتاب ہے ..... عمر

تعلیقہ انیقہ (عربی) حاشیہ شرح لمعہ طلباء مدارس عربی کے لیے نہایت مفید ہے .. ۶ر

ید بیضا (عربی) (فارسی) عربی قصیدہ مدح امام موسیٰ کاظم میں مع شرح اشعار عربیہ کا نظم فارسی میں بھی ترجمہ کیا گیا ہے ۳ر

مثنوی جوہر منظوم (فارسی) جناب امیرؑ کے چودہ مصائب جو آپ نے ایک یہودی عالم سے بیان فرمائے ۶ر

مثنوی آب زلال (فارسی) معجزہ جناب امیرؑ و دیگر نصائح و حکم و خطابات مفیدہ ۶ر

دلیل قوی (فارسی) حقیقت مذہب اثنا عشری کے دلائل مصنفہ علامہ کے عصر کی تصنیف ۳ر

شعلہ جوالہ (عربی) اثبات احراق مصاحف از کتب عامہ قیمت ۶ر

نصرۃ المومنین (فارسی) اثبات خلافت آنحضرت [illegible] ...... عمر

[illegible] [illegible] ۶ر

انجمن مؤید العلوم کی بیش بہا کتابیں

خطاب فیصل جناب مولانا سید سبط حسن صاحب قبلہ صدر انجمن مؤید العلوم نے علامہ سید محمد رضا کی مشہور کتاب میزان عادل کا اردو میں ترجمہ کیا ہے۔ دین مسیحی اور مذہب یہود سے مقابلہ کرکے حقانیت اسلام کو واضح کیا گیا ہے۔ الوہیت جناب عیسیٰ و کتب مقدسہ انجیل و توریت پر دلچسپ تنقید کی گئی ہے لکھائی چھپائی عمدہ کاغذ نفیس قیمت ۴ر

ابطال التناسخ مصنفہ جناب مولانا سید محمد ہادی صاحب قبلہ مرحوم۔ اس کتاب میں روح و مادہ کے حدوث اور تناسخ کے باطل ہونے کو ایسے زبردست دلائل و براہین سے ثابت کیا گیا ہے کہ جس کی نظیر دوسری جگہ ملنا مشکل ہے قیمت صرف ۱۲ر

اسلام ان دی لائٹ آف شیعزم شریعۃ الاسلام حصہ اول (مصنفہ جناب مولانا سید محمد صاحب قبلہ مرحوم ابن سرکار شریعتماب حضرت نجم العلماء دام ظلہ) کا ترجمہ انگریزی زبان میں قابل دید ہے ۴ر

اسلام مغرب کی نظر میں۔ از جناب سید شہنشاہ حسین صاحب رضوی جرنلسٹ قیمت مجلد کاغذ ۱۰ر و ۱ر

آئینہ قادیان مصنفہ آنریبل خواجہ غلام الثقلین صاحب مرحوم ۴ر

محیط الدائرہ مترجم جناب مولانا سید [illegible] سبط حسن صاحب قبلہ نے [illegible] ترجمہ کیا ہے [illegible]

تصانیف سابق ایڈیٹر الواعظ و دیگر اہل علم اردو

تسخیر حصار۔ غیر مسلمون کے جلسہ منعقدہ مقام حصار میں سابق اڈیٹر الواعظ کی لاجواب تقریرات، ابطال قدامت روح و مادہ۔ ابطال تناسخ اور اثبات توحید پر منظم دلائل اور پنڈتون کی تقریرات کے مکمل جوابات قیمت ۱۰ر

حدوث مادہ۔ ابطال قدامت مادہ کی بابت نہایت عجیب و غریب تحقیقات آریہ سماج کے دلائل کا لاجواب جواب از آنریبل خواجہ غلام الثقلین مرحوم [illegible]

معیار الاخلاق۔ اخلاق کی حقیقت مذہبی و حکیمانہ اصول کے مطابق اسلامی اخلاق کا صحیح معیار ۳ر

حقائق شہادت۔ فلسفہ شہادت پر پانچ بے مثل مضامین کا مجموعہ ۳ر

خدا کی ہستی کے پندرہ قرآنی دلائل نہایت سلیس زبان میں چھوٹے بچون کے لیے بہت عمدہ کتاب ہے۔ حضرت علماء لکھنؤ نے خاص طور پر پسند فرمایا ہے ۴ر

وید مت اور قربانی۔ [illegible] میں بے نظیر کتاب ہے قیمت ۳ر

۳ر

ملنے کا پتہ: منیجر الواعظ مدرسۃ الواعظین "لکھنؤ"

نمبر ششم
جلد سوم

مضامین

شذرات

(۱) مدرسۃ الواعظین کی اعانت کا سلسلہ بحمد اللہ برابر جاری ہے حال میں مسٹر محمد حسین صاحب ڈی پنجانی ماڈاگاسکر افریقہ سے بتوسط سیٹھ غلام حسین محمد وولی ڈہاسی مقیم زنگبار مبلغ الف لک[۱] کی چک مدرسہ کو بھیج کر تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوالفضل العباس علیہ السلام سے نذر مانی تھی کہ اگر میری فصل "ونیلا" بشرح سو فرینکس فی کلو فروخت ہوگئی تو میں ہر کلو کی قیمت سے ۵ فرینکس مدرسۃ الواعظین کی نذر کرونگا چنانچہ فصل اسی قیمت پر فروخت ہوئی اور ممدوح نے فوراً ایفائے نذر کیا۔ مدرسۃ الواعظین اور اسکی مجلس انتظامی عطیٰ موصوف کی شکرگزار ہے اور آیندہ مزید التفات کی متمنی۔ ان حضرات کے تفصیلی خطوط دفتر میں محفوظ ہیں۔

(۲) عالیجناب راجہ میر توکل حسین صاحب بالقابہ نے مبلغ دس ہزار کے پانچ ہزار روپیہ مدرسۃ الواعظین کو بھجوا دیا اور بقیہ نصف رقم بھی جلد عنایت فرمانے کا وعدہ کیا ہے۔

(۳) مدرسۃ الواعظین اسوقت تک کرایہ کے مکان میں تھا حال میں اس درسگاہ کے واسطے ایک عظیم الشان عمارت خرید کرلیگئی ہے جسکا بیعنامہ بھی رجسٹری ہوگیا ہے صدر الشریعہ حضرت نجم العلماء مدظلہ کے مساعی جمیلہ قابل ہزار شکر و امتنان ہیں۔

(۴) علی بھو صاحب صدر انجمن قوۃ الاسلام زنجبار سے مولوی سید علی صاحب واعظ کے قابل قدر خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے ایک انگریزی داں واعظ کی ضرورت ظاہر کرتے ہیں جسکی تعمیل مدرسہ کیطرف سے کیجائیگی۔

(۵) ۱۵ فروری کو زجمعہ جامعہ ملیہ ناظمیہ کا تینتیسواں سالانہ جلسہ تقسیم انعام عمارت مدرسہ میں بصدارت حضرات علمائے کرام منعقد ہوا طلبا نے عربی نہایت لطیف نظمیں پڑھیں اور مولوی برار حسین صاحب نے عربی میں نہایت عمدہ تقریر کی ۱۱ طلبا کو قابل اور ۲ کو فاضل اور ۶ کو ممتاز الافاضل کی سندیں دی گئیں۔ ممتاز الافاضل جناب مولانا سید عدیل اختر صاحب واعظ اور جناب مولوی خورشید حسن صاحب واعظ جنھوں نے اعلیٰ نمبر حاصل کیے تھے اُن کو اعزازی حیثیت سے عبا اور عمامہ مدرسہ کی جانب سے عطا ہوا۔ تمام علما اور اعیان شہر کا مجمع تھا جلسہ نہایت کامیابی اور خوش اسلوبی سے ختم ہوا۔

---

[۱] ایک قسم کی خوشبودار پھلی جو گرم ملکوں میں پیدا ہوتی ہے [۲] چاندی کا فرانسیسی جو یونانی درہم کے مساوی ہوتا ہے [۳] فرانسیسی وزن ۱۰۰۰ گرم یعنی ۲ پاونڈ کے برابر ہوتا ہے۔

شروع اسلام میں عرب کا مطلع اسقدر تیرہ و تار تھا کہ مشکل سے کوئی نظیر ایسی مل سکتی ہے فسق و فجور کے سیلاب سے کوئی گوشہ محفوظ نہ تھا ہر کام کے لئے ایک دیوتا تھا اپنے ہی ہاتھوں سے بت تراشتے تھے اسکے بعد اسکے سامنے سر اطاعت جھکاتے تھے ناقوس اور قرنا کی کفر خیز آوازوں سے تمام قبائل گونج رہے تھے باپ کے بعد بیٹا اسکے ازواج پر متصرف ہوتا تھا انتقام کا مادہ تمام دنیا سے زیادہ اس قوم میں ودیعت تھا۔ لڑکیوں کا مار ڈالنا کوئی بات نہ تھی نیک و بد میں کوئی امتیاز نہ تھا۔ شراب، زنا، جوا، قتل، اُن کے بہترین مشاغل تھے۔ بڑا افتخار جس کمال پر تھا وہ صرف شاعری تھی جسکے جوہر عکاظ کے میلے میں چمکتے تھے حرب داحس و بسوس اور خدا جانے کتنے معرکے اُن کی بداخلاقی کے کارنامے ہیں میدانِ جنگ میں ابھارنے والی اور ہستیوں کو مٹا دینے والی ستارہ سحری کی دختران مہ جبین تھیں جو مسندوں کو غرورِ جوانی میں ٹھکراتی ہوئی چلتی تھیں اشک نے انکی زلف دراز میں اپنی شمیم کو آباد کیا تھا دف کی آوازوں سے اُن کے ٹکراتے ہوئے نغمے خرمن ہستی پر بجلیاں گراتے تھے اور چشم زدن میں میدان کے میدان صاف نظر آتے تھے۔

اسی کفرستان اور اسی عرب کے پرآشوب ماحول میں جہاں لات و عزیٰ کی خدائی اپنے قانون نافذ کر چکی تھی اور اپنی عظمت و جبروت کا سکہ کو باطنوں پر بٹھا چکی تھی ایک کفر سوز تجلی ظاہر ہوتی ہے اور ایک بچہ آغوش کعبہ میں نظر آتا ہے جو ضلالت کی بنیادوں کو متزلزل کر دیتا ہے سنہ ۳۰ عام الفیل مبارک تھا جسکی شفق گون صبح نے خانہ حرا کے ایوان میں توحید کے نقش و نگار بنائے۔

رجب کی تیرھویں تاریخ فرخ فال ہے جس کی سحر صحیفۂ امامت کو گردن میں حمائل کئے ہے اور اسلام کے مقدس وادی کا دروازہ آفتاب سے ہمسری کر رہا ہے نسیم رحمت کی موجیں تابندہ افشاں ہیں۔ چمن دہر کی ہوائیں عطر بیز و گل بداماں۔ ابوطالب کو کعبہ کی کلید بردارای راس آئی ابراہیم خلیل نے کوشش تعمیر کی داد پائی

بنت اسد کے ہالۂ آغوش میں یہ چاند اس طرح چمکا کہ اسلام کا کرہ جگمگا اٹھا بچہ کا ہمکنا تھا کہ اسلام کی رگوں میں خون دوڑ گیا اور ۳۶۰ بت جو در و دیوار کعبہ پر اپنی جمہوری سلطنت کا سکہ جمائے بیٹھے تھے سرنگوں نظر آئے۔

یہ مولود ہاشمی الطرفین اور امین عرب کا ابن عم ہے اور آیندہ داماد اور وصی برحق ہونے والا ہے۔

فتوحات اسلام اسی کے نقش قدم ہیں۔ غدیر خم کی وسعت اسکی ولایت و خلافت کا محضر ہے جس پر ایک ایک ذرہ نے تصدیق کی مہر ثبت کی ہے اور کانٹوں کی زبانوں نے سلسلۂ روایت بیان کیا ہے۔

شب ہجرت بستر رسول اسی مولود کی خوابگاہ ہے جس پر وہ چادر تان کر گہری نیند سوئے گا۔

تاریخ اسلام کے ورق سادہ تھے اب اسکے کارناموں کے نقش و نگار دیکھنا اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ

بنت اسد اس بچہ کو اپنی آغوش محبت میں لئے گھر آتی ہیں اور قماط میں لپیٹ دیتی ہیں تھوڑی دیر کے بعد قماط پارہ پارہ نظر آتی ہے ہمکنے کا اندازہ شیرانہ ہے ابوطالب کے رخساروں پر اسکی چھوٹے چھوٹے ہاتھوں سے خراش پڑ گئی ہے جس پر یہ رئیس محترم

مسکرا کر کہتا ہے کہ بنت اسد! اسکے ہاتھ بالکل شیر کے سے ہیں تم نے اس کا نام کیا رکھا؟

فاطمہ سر جھکا کر کہتی ہیں کہ میں نے تو اسکا نام حیدر رکھا ہے۔ اب عرب کا قافلہ سالار نبی اُمی اُسکے گہوارہ کے پاس آتا ہے اور یہ آواز سنتا ہے کہ محمد! اس بچہ کے پاس نہ جانا وہ منھ نوچ لیتا ہے۔

رسول نے ہنسکر نہیں چچی میرے ساتھ ایسا نہیں کرے گا۔ آپ نے اس کا نام کیا رکھا ہے؟

"میں نے اسد رکھا اور تمھارے چچا نے زید"

"اور میں علی نام رکھتا ہوں"

اسکے بعد خون میں جوش پیدا ہوا بچہ کو گود میں لیلیا وہ آنکھیں جو اب تک غنچہ ناشگفتہ تھیں کھلیں اور جمال نبوی کی زیارت کی محبت کا دروازہ کھل گیا۔ رسول سے بھی ضبط نہ ہو سکا زبان بچہ کے منھ میں دیدی۔ چوسی اور معرفت کے چشموں کو ضبط کر لیا۔

کعبہ کی یہ رونقیں اسلام کی یہ زینتیں،

اے علی! سب تیرے قدموں کی بدولت ہو گئیں

موجوداتِ عالم میں وہ نمودار ہستی جسے قدرت نے انسانیت کا خلعت زیب تن فرمادیا ہے اور تمام مخلوقات پر اُسے شرف و امتیاز بخشا ہے اور عقل کا گران بہا جوہر اُسکا طرۂ دستار بنایا ہے اور قوت متصرفہ اُسکے دماغ میں ودیعت فرمائی ہے جسے آدمی کہکر پکارا جاتا ہے جب طفولیت کے میدان کی منزلیں طے کرکے شاہراہِ فہم و تمیز تک پہونچتا ہے اور عالم کے عجائب و غرائب اور زمین و آسمان کے حیرت انگیز کارخانوں پر نظر ڈالتا ہے اور اپنے اور اپنے امثال مین بیشمار صنائع کا مشاہدہ کرتا ہے تو فطرۃً اُسکا دل گواہی دینے لگتا ہے کہ دنیا کا یہ عجائب خانہ خود بخود موجود نہیں ہوگیا بلکہ اُس کا کوئی موجد ضرور ہے اور وہ موجد ماہر کامل اور صناع بیمثال ہے اور اس گواہی میں اُسے ہر ذرہ زمین اور ہر قطرہ باران اور ہر ستارۂ آسمان بلکہ ہر جزو کل اُسکے بینظیر وجود پر شاہد صدق بنکر اپنا ہمخیال اور ہم آواز نظر آنے لگتا ہے۔

اور اسکے ساتھ ایک تعجب خیز منظر اُسکے سامنے آتا ہے کہ ہر پست و بلند کے حرکات و سکنات تو ایک نظامِ وجودی کے پابند ہین مگر جو اشرف المخلوقات ہے اور عقل و تمیز کے زیور سے آراستہ ہے اُسکے افراد بالکل مختلف الخیال اور مختلف الافعال ہین۔ کسی کو ایسے اعمال کا پابند دیکھتا ہے جو ہر عاقل کی نظر مین قابل مدح اور لائق تحسین و آفرین ہین اور کسیکو ایسے افعال مین مبتلا دیکھتا ہے کہ نظر عقل مین قابل نفرت و نفرین اور ہر ذی ہوش کے نزدیک لائق مذمت ہوتے ہیں اور اسکے ساتھ اُن میں دین و مذہب کا عظیم الشان اختلاف نظر آتا ہے۔ عبادت و پرستش کے طریقے مختلف عبادتگاہین جداجدا دیکھ کر لہذا یقینی طور پر فیصلہ کرلیتا ہے کہ یہ سب کے سب حق نہیں ہوسکتے اور اگر یہ لوگ اسی حالت مین اپنی

زندگی کی منزلین طے کر کے اور حیات کی طویل یا مختصر مدت پوری کر کے فنا کے سیلاب میں بہ گئے اور عدم کے تاریک پردہ میں مخفی و مستور ہو گئے اور بعد الموت کے آثار دونوں کے لئے یکسان پیش آئے اور خدا پرست اور صنم پرست اور نیک اعمال و بد افعال مین کوئی فرق نہوا تو یقیناً یہ سمجھا جائے گا کہ جس مدبر نے یہ تماشا گاہ مرتب کیا تھا وہ عدل و حکمت کے وصف جلیل سے محروم اور قدرت و صنعت کے لوازم سے بے بہرہ تھا۔

مگر فوراً جب اوسکا دل بول اُٹھیگا کہ نہین نہین موجد عالم ضرور عالم و حکیم و صانع قادر قدیم ہے اور روشن و مضبوط دلیلین اُسکے سامنے بے طلب حاضر ہو جائینگی تو وہ صاف صاف یقین کریگا کہ اس زندگی کے بعد جزا و سزا کا ہونا ضروری ہے۔

یہ بحث ہم ترک کرتے ہین کہ جزا و سزا کس مقام اور کس صورت سے اور کس نوعیت سے ہوگی مگر اتنا ضرور کہتے ہیں کہ جزا و سزا کا یقین حاصل ہو جانے کے بعد ہر ذی ہوش کا فریضہ ہونا چاہیے کہ وہ اپنے تمام اشغال و اعمال پر سزا و جزا کی فکر و اندیشہ کو مقدم قرار دے۔ نامبارک ہیں وہ لوگ جو ما بعد الموت کی فکر سے غافل ہو کر چند روزہ دنیا وی زندگی کے نشہ مین سرشار رہتے ہیں۔ ایسی غفلت سخت غلطی اور ناقابل عفو جہالت ہے۔

غرض حزم و احتیاط اور عاقبت اندیشی و انجام بینی اسیکو مقتضی ہے کہ اس زندگی میں ایسے کاموں کی پابندی کیجائے جنسے عمدہ اور اعلےٰ جزا کا استحقاق پیدا ہو اور ایسے کاموں سے اجتناب کیا جائے جسکا نتیجہ عقوبت و سزا ہو۔

اور درصورتیکہ یہ بھی یقینی ہو جائے کہ موت کے بعد جزا و سزا کے لیے جو زندگی ملنے والی ہے وہ محض چند روزہ نہوگی بلکہ دائمی و ابدی ہوگی اور دائمی راحت و دائمی مصیبت کا سامنا کرنا پڑے گا تو باالہم و ذی ہوش شخص کے دل میں بے اختیار خوف و دہشت پیدا ہو جائے گی اور بند بند کانپنے لگے گا

سرتاقدم لرزہ پڑجائے گا خواب وخور حرام ہوجائے گا اور ایسے رہنما کی تلاش اسکے نزدیک واجب و لازم ہوجائے گی جو نیک اعمال کی فہرست اور خالق عالم کی رضامندی کی راہیں دکھاسکتا ہو۔ اور بُرے افعال کی تفصیلات اور خالق کے خلاف مرضی راستے بتاسکتا ہو اور ہر طرح قابل اعتماد ہو سکتا ہو۔

ضرور ہے کہ اس تلاش میں اسے متعدد راہنما ملیں گے جنمیں ہر ایک کا دعویٰ یہی ہوگا کہ بالخصوص وہی نجات کی منزل تک پہونچا دینے کے لئے مخصوص ہے۔ یہ دیکھکر اس شخص کو ایک نئی حیرت پیدا ہوگی اور پریشان ہوجائیگا کہ اب کیا کرنا چاہیے اور سچے اور جھوٹے میں کس طرح تمیز کیجائے اور یہ فکر پیدا ہوجائے گی کہ سچے اور جھوٹے اور کھرے اور کھوٹے کی تمیز کے لئے ایک مقیاس تحقیق یا خالص کسوٹی پیدا کرنی چاہیے جو نمایاں طور پر فیصلہ کر سکے اور صاف بتاسکے کہ یہ حق ہے اور وہ باطل ہے۔

لیکن ایسی میزان یا معیار یا مقیاس تمام عالم میں اگر کوئی چیز اسے ملسکے گی تو وہ صرف عقل ہوگی جسکے فیصلہ کو سرطبقہ اور ہر مذہب کا آدمی تسلیم کرے گا اور جسے عذر ہوگا وہ خارج از عقل سمجھا جائے گا

لہٰذا اس شخص کو لازم ہوگا کہ عقل کو سریر حکومت پر بٹھا کر اور اسکے کمل فیصلے سامنے رکھکر جتنے رہنمائی کے مدعی ہوں اُن کے اصول ہدایت دریافت کرکے عقل کے سامنے پیش کرے اور جو فیصلہ عقل کیطرف سے صادر ہو اسی پر کاربند ہوجائے۔

اس اہتمام کے بعد وہ لوگ تو ضرور فرمان عقل کو تسلیم نہ کرینگے جو خواہش نفس کے شکنجہ مین گرفتار اور اسلاف کی ناجائز تقلید مین مبتلا ہین لیکن منصف مزاج اور نیک کردار اور آزاد خیال لوگ بالضرور سر اطاعت خم کردینگے۔

یہی سبب ہے کہ زبانی تو ہر شخص اور ہر گروہ یہی کہتا نظر آئے گا کہ اُسکا مذہب عقلی مذہب ہے اور اُسکے مذہبی اصول عقل کے مطابق ہین لیکن محکمۂ عقل مین فیصلہ کرانے سے پس و پیش کرتا ہے۔

لیکن اسلام اور فقط اسلام ایک ایسا سچا اور پاک مذہب ہے جو ہر وقت باواز بلند ندا کرتا ہو کہ آؤ اور میرے اصول کی جس طرح چاہو۔ جانچ کر لو۔ میں ہی ہر ضلالت سے نجات دینے والا اور میں ہی حق تک پہونچا دینے والا ہون۔

اسلام وہ مذہب ہے کہ ایک مرتبہ نہیں بلکہ ہزار مرتبہ عقل سلیم نے اُسکے اُصول کی عقلیت پر فتوی دیا ہے۔

اسلام ہی وہ مذہب ہے کہ مذاہب کی جانچ کے وقت عقل نے اُسکے سوا ہر مذہب پر خط بطلان کھینچکر اُسی کو کامیابی اور حقیت کا تمغہ عطا کیا ہو

اسلام وہ آفتاب عالمتاب ہے جس کی نور بار شعاعون نے عقائد کے عالم ظلمات کو مطلع انوار بنا دیا ہے۔

اسلام وہ ابر رحمت ہے جسنے اپنی حیات بخش بارش سے افسردہ اور پژمردہ زراعتون کو سیراب کرکے سرسبزی و شادابی کا خلعت پہنا دیا ہے۔

اسلام وہ دریائے زخار ہے جسنے اپنی فیض رسانی سے نورانیت و روحانیت کے جواہر شاہوار سے عالم کو مالا مال کر دیا ہے۔

اسلام وہ قلعہ مستحکم و استوار ہے جسے گمراہی کی شدید آندھیون سے کسی وقت اور کسی موقع پر سر مو جنبش نہین ہوئی

اسلام وہ شاہراہ مستقیم ہے جو اپنے رہرووں کو سیدھا نجات کی منزل تک پہونچا دیتا ہے۔

اسلام وہ پاک اور سچا مذہب ہے کہ ابتدائے آفرینش عالم سے آج تک ہمیشہ مذہب حق ہونے کا حقدار و سزاوار رہا ہے۔

ملکوت آسمان کے فرشتے حظیرہ قدس کے رہنے والے جنت و نار کے نگہبان کواکب و افلاک کے محافظ تمام عالم کے روحانی مخلوق عالم مادیت کے بافہم ذوی العقول سب کے سب اسلام ہی کا کلمہ پڑھتے رہے اور آجتک پڑھ رہے ہیں۔

اسلام کی مذہبی تاریخ کا پہلا دن یوم الست تھا پھر حضرت آدم کے مبارک ہاتھ سے زمین پر اسلامی درسگاہ کا افتتاح ہوا وہ جناب پہلے اسلام کے سبق آموز اور توحید کے ہادی توحید کے معلم دین اسلام کے مروج ہوے خود بھی مسلم تھے اور اسلام کے راہنما خدائے وحدہ لاشریک کے طاعت گذار اور برگزیدہ بندے تھے۔

یہ سلسلہ تعلیم اسلام کا شروع ہوکر مسلسل جاری رہا یہانتک کہ حضرت ابراہیم کے عہد سے یہی اسلام دین ابراہیمی مشہور ہوا حضرت ابراہیم بشہادت قرآن مجید مسلم تھے ما کان ابراھیم یھودیا ولا نصرانیا ولکن کان حنیفا مسلما و ما کان من المشرکین اور انھون نے اپنی ذریت کو بھی وہی راہ بتائی جسپر خود مستقل تھے ولا تموتن الا و انتم مسلمون اُنھوں نے کفار کے بھرے مجمع میں اپنے اسلام کا پرزور اعلان کیا تھا وجھت وجھی للذی فطر السموات والارض حنیفا وما انا من المشرکین حضرت موسیٰ اور اُن کی کتاب توراۃ نے اسلام ہی کی تعلیم دی اور حضرت عیسےٰ اور انکی کتاب انجیل نے اسلام ہی کا سبق پڑھایا اور اسلام ہی کا عقیدہ سکھایا۔ اور خاتم النبیین نے تو اسلام کو اوس معراج ترقی پر پہونچایا اور اسکی وہ شان دکھائی کہ اسلام انھین کی ذات بابرکات کی طرف منسوب ہوگیا تمام انبیا اور ہادیان مذہب خواہ وہ کسی ملک کے ہون انکی زبان کوئی زبان کیون نہو اسلام ہی کے مروج تھے۔ اسلام ہی کے معلم تھے۔ اسلام ہی کے ہادی تھے اسلام ہی کے داعی تھے۔ نہ اُن مین کوئی یہودی تھا نہ کوئی نصرانی تھا نہ مجوسی نہ بت پرست بلکہ سب کے سب کفر و شرک کے مٹانے والے اور دین اسلام کے پھیلانے والے تھے۔

خدا کی بارگاہ میں اسلام کے سوا کوئی دین دین حق نہیں ان الدین عند اللہ الاسلام
اور نہ کوئی دین اس بارگاہ میں قبولیت کا درجہ حاصل کرسکتا ہے ومن یبتغ غیر الاسلام دینا
فلن یقبل منہ

اسلام اپنی فیض رسان آواز سے تمام عالم کو خواہ وہ عرب ہوں یا عجم سیاہ ہوں یا سفید مغربی
ہوں یا مشرقی سب کو دعوت دے رہا ہے کہ میرے دامن عاطفت میں پناہ لو میرے مائدہ نعمت سے مستفید ہو
میرے نامحدود خزائن سے دامن آرزو کو بھر کر مالا مال ہوجاو اور اسلام کا داعی یعنی خدا کا آخری رسول
خاتم الانبیا ابوالقاسم محمد مصطفٰے اسلام کی آواز دعوت کو خدا داد قوت سے شرق سے غرب تک اور جنوب
سے شمال تک پہونچا کر دعوت قبول کرنے والوں کے لیے رحمت آمیز مہمان خانہ مرتب کرچکا ہے
اس پر بھی اگر لوگ محروم رہ جائیں تو اُن کی بدقسمتی ہے

آج ہم اس اسلامی ندا اور داعی اسلام کی صدا کو کان تک پہونچانے کی پھر کوشش کرکے ایک عام
نصیحت کرتے ہیں اور ہر صاحب عقل و بصیرت کو مخاطب کرتے ہیں کہ مذہب کا معاملہ نہایت نازک ہے
بے اعتنائی کا محل نہیں ہے کورانہ تقلید کام نہیں آتی۔ نفسانیت کے جذبات پورا کرنے کے لئے اور میدان
موجود ہیں۔ مذہب کے متعلق نفسانیت چھوڑ دو تعصب سے دست بردار ہوجاؤ بزرگون کے سمجھائے اور پڑھائے
ہوئے سبق کام نہ آئینگے۔ توریت کا جوش دنیا ہی میں ختم ہوجائے گا۔ خدا نے آنکھیں دی ہیں۔ عقل
دی ہے ہوش و حواس دیے ہیں دماغ و دل میں تحقیق کا مادہ دیا ہے۔ اچھے برُے میں تمیز کرنے کی
قوت دی ہے۔ جانچ کرنے کا سلیقہ دیا ہے۔ ہمت کی ضرورت ہے خلوص کی ضرورت ہے۔

باطل کو چھوڑ کر حق کو اختیار کرو۔ اسلام کی حبل متین سے متمسک ہوجاؤ دنیاوی قصوں اور
جھگڑون کے گرداب مین پھنسکر ابدی زندگی کو تباہ نہ کرو کشتی عمل کو نجات کے ساحل تک پہونچانے کی
کوشش کرو اور ہر حال میں خدا پر بھروسہ رکھو۔

اتنا اور عرض کیا جاتا ہے کہ ماہ رجب نبی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کا مہینہ ہے اور جو ذات پاک نور نبوی بنص "انا و علی من نور واحد" میں شریک ہے اُن کی ولادت باسعادت کا مہینہ بھی یہی مہینہ ہے۔ تبلیغ اسلام کا سلسلہ اسی مہینہ میں تمام ہوا اور جسکی ولایت پر تبلیغ کا خاتمہ ہوا اُسکے وجود کا شرف بھی اسی مہینہ کو حاصل ہوا۔

خاتم الانبیا کی دعوت کا سلسلہ یوں ہے کہ سب سے پہلا مرتبہ دعوۃ عشیرہ کا ہے دوسرا مرتبہ اپنی قوم کی دعوت کا تیسرا مرتبہ تمام عرب کی دعوت کا ہے چوتھا مرتبہ عامہ خلائق کی دعوت کا ہے۔

دعوۃ عشیرہ کا موقع وہ تھا جیسے تفسیر ثعلبی میں لکھا ہے کہ جب آیہ "وانذر عشیرتک الاقربین" نازل ہوا آنحضرت نے عبد المطلب کی اولاد کو جمع کیا اور تین روز تک دعوت کی اور تیسرے دن فرمایا کہ میں خدا کی طرف سے تمہارے لئے بشیر و نذیر ہو کر آیا ہوں تم اسلام لاؤ اور میری اطاعت کرو تاکہ ہدایت پاؤ۔ پھر مجمع سے مخاطب ہوکر تین مرتبہ فرمایا کہ تم میں کون شخص ہے جو میرا بھائی اور وزیر ہونا منظور کرے اور میرے بعد میرا ولی اور وصی اور خلیفہ ہو۔ سب چپ رہ جاتے تھے مگر ہر مرتبہ جناب علی ابن ابیطالب علیہ السلام عرض کرتے تھے کہ میں قبول کرتا ہوں۔ تیسرے مرتبہ میں جناب رسالتمآب نے فرمایا کہ ہاں تمھیں اسکے سزاوار ہو۔

اور خاتمہ تبلیغ کا موقع وہ ہوا کہ جب خاتم الانبیا حجۃ الوداع سے واپسی میں منزل غدیر خم میں پہونچے تو یہ آیت نازل ہوئی یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیك وان لم تفعل فما بلغت رسالته حضرت نے سب کو جمع کیا پالان شتر کا منبر بنایا گیا گرمی شدید تھی حضرت نے طولانی خطبہ پڑھا اپنی وفات کی خبر سنائی اسی خطبہ میں جناب امیر کا ہاتھ پکڑ کر بلند کیا اور فرمایا کہ من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ اس اعلان خلافت پر صحابہ نے جناب امیر کو مبارکباد دی اور آسمان سے دوسرا آیہ نازل ہوا کہ

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دیناً

(باقی آیندہ)

انا و علیٌّ من نورٍ واحدٍ

اقتباس از قصیدہ فریدہ رئیس المتغزلین نظیری نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ

نبی کہ معجزہ ماہ دو پیکر آوردہ
مثال نور خود و نور حیدر آوردہ

فراز منبر یوم الغدیر ازین رمز یست
کہ سر حبیب محمدؐ علی برآوردہ

حدیث لحمک لحمی بیان این معنی ست
کہ بر لسان مبارک پیمبر آوردہ

خدا ز آدم شان تا بآل عبد مناف
بصلب پاک و بہ بطن مطہر آوردہ

ہم از سرایت این نور آل زہرا را
نبی بزیر عبا با علی برآوردہ

قوی بذریت خویش دیدہ ظہر علی
پیمبرش شب ہجرت بہ بستر آوردہ

بآب زمزم و خاک صفا سرشتہ گلش
حقش بحکمت و عفت مخمر آوردہ

نہادہ وقت ولادت بخاک کعبہ جبیں
نیاز و بندگی از بطن مادر آوردہ

خدیجہ نور نبی دید در جبین علی
بشادمانی داماد دختر آوردہ

بعرس فاطمہ و مرتضیٰ نثار ملک
ز رختہاے جنان حلہا بر آوردہ

سزد کہ خاک کشد آفتاب اندر چشم
ز معدنے کہ چو سبطین گوہر آوردہ

درون قبہ بیضاست جاے ذوالقربےٰ
ز عرش آل عبا جنت بہ بر آوردہ

علی بجاے سراست از جسد پیمبر را
کہ صحبتش ہمہ راے منور آوردہ

برو بسبقت اسلام کس مقدم نیست
بہ بیعت نبی ایمان برابر آوردہ

ہزار شاہد عادل بجمع اسلام
بدعوے انا صدیق اکبر آوردہ

نبی بکود کی اسلام کردہ تعلیمش
نہ ہمچو غیر بپایانش کافر آوردہ

ز قول ثابت "لولا علی" بر جم نسا
بفضل خویش مثالے مقرر آوردہ

سلہ اس ترکیب میں اہل عربیہ کو تامل ہوگا مگر اساتذہ عجم نے اس طرح کے سیکڑوں تصرفات کئے ہیں عزیز

خلاف مشورت او که کرده ذوالنورین / خروش توبه ببالای منبر آورده

محل شدت نیران فتنه اشرار / علی ز مهلکه آتش بارها برآورده

بیان صفدر کرار و عسکر فرار / بشرح واقعه حرب خیبر آورده

نبی بوقت مواخات عزت اصحاب / بلفظ صدق علی را برادر آورده

وصی کسی است که تجهیز مصطفی کرده / بآنکه نیش بمحراب و منبر آورده

کسی ز آتش دوزخ بری نخواهد ماند / مگر کسیکه تولای حیدر آورده

مقام مجد گرفته بعرش علیین / لوای حمد بصحرای محشر آورده

چگونه نور کسی را بگل توان اندود / ز آفتاب فرو رفته سر برآورده

همای همت زوج بتول آن قرسیت / که دولت دو جهان زیر شهپر آورده

بیان نسبت خود کرده با خلیل علی / برون ز کعبه صنمهای آذر آورده

کسی که پی بامام زمان خود نبرد / رسول صادقش از خیل کافر آورده

توئی امام که اقرار بر امامت تو / صهیب و جابر و سلمان و بوذر آورده

نه والیی که بحجت ولایت خویش / سجل بمهر یقین دست انگر آورده

خدا محبت آل تو کرده فرض و تا / بآیت اولی الارحام سر در آورده

مقام حیدر و احمد تمیز نتوان کرد / درین مقام بیانی سخن در آورده

سخن به پرده علی گفته در شب معراج / صباح تهنیه پیش پیمبر آورده

ز فکر بوالعجبیهای فنا در بیچون / بحیرتم که عجائب ره مظهر آورده

هراس نیست ز فوت و فنا نظیری را / که پی بچشمه خضر و سکندر آورده

بمدحت تو بس این عز که همگنان گویند / برات جائزه بر حوض کوثر آورده

مولودِ کعبہ کی خصوصیات

(از جناب مولوی سید محمد رضی صاحب (زنگی پوری))

دفترِ عالم اگرچہ حقائق کا مجموعہ ہے لیکن اُن کے ادراک کے لئے چشمِ بصیرت کی ضرورت ہے، کتابِ وجود اگرچہ واقعیات و صداقت کا ایک دفتر ہے مگر اُن کے سمجھنے کے لئے عقلِ سلیم کی حاجت ہے حقیقت اگرچہ اپنے مقام پر حقیقت ہے، مگر اُس کا منکشف ہونا چشمِ حقیقت بیں پر موقوف ہے صدق اگرچہ فی نفسہ صدق ہے اور اپنی جگہ پر ثابت مگر اُسکا ادراک میں آجانا جوہرِ لطیفِ عقل کی صحت اور قوتِ تمیز کی جودت کا محتاج ہے۔ مثلاً شمس و قمر کا نورانی ہونا اگرچہ اپنے مقام پر حق ہے اور حق ہونے میں دیکھنے والوں کی نگاہوں کا محتاج نہیں ہے مگر تیرگی سے ممتاز دیکھنے کے لئے وہ آنکھیں ضرور درکار ہیں جو تمام عیوب و نقائص سے پاک اور سرشتِ صحیح الادراک ہوں ورنہ شپرہ چشم کیلئے دن رات سب یکساں ہیں لعلِ بدخشانی کی آب و تاب اگرچہ بجائے موجود ہے اور اپنے وجود میں جوہریوں کی نظر کی محتاج نہیں مگر سنگِ خارا سے جدا کرنے کے لئے جوہر شناس نظروں کی احتیاج ضرور ہے ورنہ دہقانِ جاہل کے نزدیک دونوں مساوی ہیں قند پارس و شہدِ خالص اگرچہ فی نفسہ شیریں لذیذ ہیں مگر حنظل و سنا وغیرہ سے ممتاز کرنے کے لئے قوتِ ذائقہ کا جملہ عوارض و آفات سے سالم ہونا لازم ہے ورنہ مریضِ تپِ صفراوی کے ذہن میں سب یکساں ہیں۔

اہلِ عالم! سنو اور گوشِ نصیحت نیوش سے سنو حقائقِ عالم اُن لوگوں کی قاصر نظری کی شکایت بصد نالہ و شیون کر رہی ہیں جنھوں نے اُن کو خطائے نظری ٹھہرایا اور اُن لوگوں کی فاترِ عقلی کی بصد لے دلخراش فریادی ہیں جنھوں نے اُن لوگوں کو گردشِ لیل و نہار کا معمولی شعبدہ۔ اور انقلاباتِ استعداد مواد کا ادنیٰ کرشمہ سمجھکر محض عبث و باطل بتایا۔ دیکھو اور دیدۂ عبرت نگاہ سے

دیکھو آفتاب کے چہرہ پر گرد ملال اور ماہتاب کے سینہ پر داغ ہے اِس صدمہ سے کہ شپرہ چشمان روزگار نے اُن کی ضوفشانی کی قدر نہ پہچانی اور شب تاریک سے ممتاز نہ کیا اور لعل بدخشانی کا جگر خون ہے اِس غم سے کہ دہقان نظر اہلِ زمانہ نے اسکی آب و تاب کو نہ دیکھا اور خزف و آبگینہ کے انبار سے جدا نہ کیا وہ ندرت مآب ہستیاں جنپر خود حق و صدق نازاں تھا اور نبوت و وصایت فخر کناں تھی کہ وہ اُس کے سلسلۂ اتصاف و علاقہ اتحاد رکھتی ہیں کبھی زمرۂ مجانین میں داخل بتائی گئیں اور کبھی حلقۂ ساحرین میں وہ عرش جناب نفوس جو نہ صرف شمع بزم ہستی اور چشم و چراغ عالم ایجاد بلکہ علم و حکمت فضل و کمال کیلئے بھی باعث رونق و زینت تھے اُن کی باتیں کبھی سفاہت آمیز بتائی گئیں اور کبھی ہذیان سرائی۔

اب اگرچہ صفحۂ ہستی اِن کے نقوش وجود سے خالی ہے مگر ان کے شکوہ ہائے بیقدری کی آوازیں فضائے گنبدِ افلاک میں ابتک گونج رہی ہیں انھیں میں ایک پردرد صدا یہ بھی آرہی ہے ۔ کہ انزلنی الدھر ثم انزلنی جسکا جواب ناقدر شناس زمانہ نے تو اُس سکوت غفلت سے دیا جسپر غشی و مدہوشی کا شبہہ ہو تو روا ہے بلکہ موت کا دھوکا ہو تو بجا ہے مگر زبان قدرت خاموش نہ رہی وہ کبھی خود وما قدروا اللہ حق قدرہٖ فرما کر اور کبھی اپنے ایک عبد صالح کی زبانی "ما لکم لا ترجون للہ وقارا" سنا کر تسلی بخش جواب دے رہی ہے کہ اِس شکوہ میں ہم بھی تیرے شریک ہیں بلکہ تجھسے زیادہ شکوہ کرنے والے کیونکہ اہل دنیا نے اخس مخلوقات جمادات کے برابر بھی ہماری قدر نہ کی حالانکہ وہ خود بھی بزبان حال کہہ رہے تھے کہ ہمارے اِس نقص و عجز کو دیکھو کہ تم ہمیں معبود بنا سکتے ہو مگر ہم نفع و ضرر پہونچا کر تمھیں عبد بھی نہیں بنا سکتے پھر یہ خدائی و بندگی کیسی ؟

اسے کور چشمی زمانہ کا شکوہ کرنے والے جن لوگوں نے تیری قدر نہ پہچانی وہ خود کوردل تھے جو لوگ تیرے مرتبہ کو پست سمجھے وہ خود بلند نظری سے محروم تھے ورنہ ہم نے تو تجھے وہ عالی مرتبت

و بلند منزلت بنایا کہ عامۂ ناس تو کیا اپنے عباد مخلصین میں بھی ایک کے سوا کسی کو تیرا مثیل و نظیر قرار نہ دیا۔ بیشک تیرے مخالفین نے تیری قدر گھٹائی اور منزلت پست کرنی چاہی مگر ناکام رہے کیونکہ تو وہ شمع شبستان بزم ہستی اور چراغ سینہ خانۂ عالم امکان ہے جس کو خود ہمارے دست قدرت نے روشن کیا ہے جبکہ معمولی شمع کی ضو اور چراغ کی لو پست نہیں ہو سکتی تو تیرے نور میں پستی کیونکر آ سکتی تھی۔ آج بھی تیرے فضائل و مناقب اجمالاً و تفصیلاً صفحۂ دہر پر اتنے مندرج ہیں کہ اہل ہوش کی عقلیں تیری حقیقت کے سمجھنے میں غرق حیرت ہیں اور "فسبحان من خصھم بالفضائل التی لا ینتھی لسنۃ الفصحاء الی وصفھا" کہنے پر مجبور ہو جاتی ہیں اور تیرے علمی و عملی کارنامے نہ صرف ورق روزگار پر بلکہ لوح محفوظ پر بھی جلی حرفوں میں اسقدر ثبت ہیں کہ قوت ادراک نہ رکھنے والے یہ اقرار کر لینے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ تیری ذات ہماری بہت بڑی نشانی اور ہمارے رسول کا عظیم ترین معجزہ تھی۔

اہل اسلام! میری یہ تحریر محض عبارت آرائی اور ہذیان سرائی نہیں بلکہ بہت بڑی حقیقت کی کاشف ہے تمہارے پاس رب کے عظیم نعمت خداداد عقل و قوت تمیز موجود ہے جس سے تم ہر نقص و کمال پست و بلند کو پہچان سکتے ہو اگر دیدۂ حقیقت بیں سے دیکھو گے تو عالم ایجاد میں سید الوصیین امیر المومنین علی بن ابیطالب علیہ السلام کے سوا کوئی فرد نوع بشر کی اس خصوصیت سے متصف نہ ملے گی کہ اسکے جملہ فضائل و کمالات کے چھپانے اور مٹانے میں دنیا کی تمام طاقتیں کام آئی ہوں مگر اُسی قدر وہ اُبھر کے رہے ہوں جتنے دبائے گئے اور نمایاں ہو کے رہے ہوں۔ جتنے مٹائے گئے یہاں تک کہ ذہن رسا کیلئے اُن کی حقیقت شناسی کی حدود میں داخل ہونا تو کیسا اُن کے معمولی حصر و شمار تک بھی پہونچنا دشوار ہو اگر باور نہ آئے تو کچھ خصوصیات کے متعلق علمائے اسلام کی تحریروں کے چند نمونے پیش کئے جاتے ہیں اُن کو دیکھو اور دل کو مطمئن کر لو۔

امیر المومنین کی ولادت کا کعبہ میں واقع ہونا امر اتفاقی نہ تھا

۱ - انکار حقائق میں سوفسطائیوں کا گروہ بدنام ہے حالانکہ انصاف یہ ہے کہ وہ لوگ ان سے اس معاملہ میں بہت بڑھے ہوئے ہیں جنھوں نے حضرت کی اُن فضیلتوں کا بھی انکار کیا ہے جو آفتاب سے زیادہ روشن ہیں مثلاً تم کو ایسے لوگ بھی ملینگے جو آپ کی شہرۂ آفاق خصوصیت یعنی خانہ کعبہ میں وقوع ولادت باسعادت کے منکر ہیں یا اسی خصوصیت میں کسی دوسرے کو بھی شریک بتاتے ہیں تاکہ اُس کی اہمیت باقی نہ رہ جائے چونکہ یہ انکار خود کعبہ کے وجود یا اُس کے مکہ میں واقع ہونے کا انکار کرنے سے کم نہیں۔ لہٰذا تمام مورخین و اہل سیر کے اقوال کو نقل کرنا بے ضرورت سمجھکر فقط علامہ ابن صباغ مالکی کا قول نقل کردینے پر اکتفا کیجاتی ہے

ولد علی علیہ السلام بمکۃ المشرفۃ بداخل البیت الحرام یوم الثالث عشر من شہر اللہ الاصم رجب الفرد سنۃ ثلاثین من عام الفیل قبل الھجرۃ بثلاث و عشرین سنۃ وقیل بخمس و عشرین وقبل المبعث باثنی عشر سنۃ وقیل بعشر سنین ولم یولد فی البیت الحرام قبلہ احد سواہ وھی فضیلۃ خصہ اللہ تعالیٰ بھا اجلالاً لہ واعلاء لمرتبتہ واظہاراً لتکرمتہ

فصول مہمہ صفحہ ۱۴ مطبوعہ طہران

یعنی علی علیہ السلام کی ولادت مکہ مشرفہ میں بیت حرام کے اندر رجب کی تیرھویں تاریخ ۳۰ عام الفیل میں ہجرت سے تیس برس اور بقولے پچیس سال پہلے اور بعثت سے تیرہ برس یا دس سال بیشتر واقع ہوئی اور آپ سے پہلے اور آپ کے سوا بیت حرام میں کوئی پیدا نہیں ہوا اور یہ وہ فضیلت ہے جس سے اجلال منزلت و اعلاء مرتبت و اظہار کرامت کے لیے خدائے تعالیٰ نے آپ کو مخصوص فرمایا۔

ممکن ہے کہ کسی اور کی ولادت بھی اتفاقاً خانہ کعبہ میں واقع ہوگئی ہو۔ ہمارے مقصود کو اس سے کوئی ضرر نہیں پہونچ سکتا کیونکہ ہم فقط کعبہ میں وقوع ولادت کو امیر المومنینؑ کی فضیلت نہیں سمجھتے بلکہ اُن خوارق عادات امور کے ساتھ ولادت واقع ہونے کو آپ کے فضائل مخصوصہ میں شمار کرتے ہیں جو بشائر المصطفیٰ وغیرہ کتب مورخین و محدثین اسلام میں مذکور ہیں مثلاً دروازے کے بند

ہونے کے سبب دیوار کعبہ کا شق ہوجانا جناب فاطمہ بنت اسد کے لئے اثمار جنت کا نازل ہونا "علی" نام رکھنے کے لئے ہاتف غیبی کی یہ آواز آنا "یافاطمۃ اسمیہ علیا فھو علی واللہ العلی الاعلی شققت اسمہ من اسمی وادبتہ بادبی واوقفتہ علی غامض علمی" یعنی اے فاطمہ! تم اس مولود کا نام "علی" رکھو پس وہ علی ہے اور میں علی اعلےٰ ہوں میں اس کا نام اپنے نام سے مشتق کیا ہے اور اس کو اپنے آداب سکھائے ہیں اور اپنے علم غامض پر واقف کر دیا ہے۔

جن سے بخوبی ظاہر ہے کہ آپکی ولادت خانہ کعبہ میں واقع ہونی کوئی اتفاقی امر نہ تھا۔ بلکہ خود قدرت الٰہیہ کو اس میں خاص اہتمام وانتظام ملحوظ تھا ورنہ حضرت کی ذات مستجمع مناقب غیر متناہیہ ومظہر صفات الٰہیہ اس سے اجل وارفع تھی کہ کعبہ میں ولادت کا واقع ہونا اُسکے لئے کسی فضیلت وشرف کا باعث ہوتا۔ البتہ اس سکے بعد کعبہ کے شرف وبرکت میں زیادتی ہوئی کہ نور الٰہی کا مطلع بنا اور اس دعائے خلیل خدا کی استجابت کا مظہر قرار پایا جو آپنے اس کی تعمیر کے وقت فرمائی تھی۔ محدثین اسلام کی کتابوں میں بھی امیر المومنین کا بمنزلہ کعبہ اور قبلۂ عالم ہونا مروی ہے۔ پھر فقط کعبہ میں متولد ہونا آپکے فضائل ومناقب میں زیادتی کا باعث کیونکر ہوسکتا ہے۔ اِن حدیثوں کو دیکھو جس سے حقیقت امر بخوبی ظاہر ہوجائیگی۔

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلعم یاعلی انت بمنزلۃ الکعبۃ توتی ولاتاتی فان اتاك ھولاء القوم وسلموا لك ھذا الامر فاقبل منھم وان لم یاتوك فلاتاتھم حتی یاتوك (اخرجہ الدیلمی فی فردوس الاخبار)

۱۔ ابن عباس سے مروی ہو وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ اے علی تم بمنزلہ کعبہ کے ہو جسکے پاس لوگ خود آتے ہیں وہ کسی کے پاس نہیں آتا پس اگر یہ قوم تمھارے پاس آئے اور اس امر کو تمھارے حوالے کرے تو تم قبول کر لینا اور اگر وہ لوگ

واخرجہ ابن الاثیر عن علی فی اسد الغابۃ
ارجح المطالب ص۱۵ طبع اول

تمھارے پاس نہ آئیں تو تم اُن کے پاس نہ جانا یہانتک کہ وہ خود تمھارے پاس آ آئیں۔

۲۔ عن ابی ذر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مثل علی فی ھذہ الامۃ کمثل الکعبۃ النظر الیہا عبادۃ والحج الیہا فریضۃ (اخرجہ ابن المغازلی فی المناقب) ارجح المطالب ص۵۵

۲۔ ابوذر سے مروی ہے اُنھوں نے کہا کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ علی اس امت میں مثل کعبہ کے ہیں جس کی طرف نظر کرنا عبادت اور جس کا حج فریضہ ہے۔

آپ کی روحانی وجسمانی قوتیں ایام رضاعت میں مکمل تھیں

۲۔ جن لوگوں نے آپ کے حالات زندگی اور کمالات روحانی وجسمانی کو سوفسطائیوں کی طرح سے دیکھا ہو اُن کو آپ کا سات برس کے سن میں ایمان لانا اور تصدیق رسول کرنا بھی قابل اعتبار دکھائی نہیں دیتا کیونکہ یہ سن عام افراد انسان کے لئے سن رشد نہیں ہوتا حالانکہ اہل سر آیہ کی تحریریں شاہد ہیں کہ یہ عمر تو کیا وقت ولادت وایام رضاعت میں بھی آپ کی روحانی وجسمانی قوتیں کمال کی اس حد کو پہونچی ہوئی تھیں جو بنی نوع انسان کو کسی حصۂ عمر میں بھی حاصل نہیں ہوسکتی جو لوگ قرآن پر ایمان لاتے ہوئے حضرت ابراہیم وموسیٰ ویحییٰ وعیسیٰ علیہم السلام کے ایام رضاعت وعہد طفلی کے حالات کی تصدیق کرتے ہیں اُن کو حالات امیر المومنین علیہ السلام کے متعلق استعجاب وانکار سے کام نہ لینا چاہیے جبکہ قرآنی شہادت کی بنا پر انبیاء کرام ؑ کے روحانی وجسمانی قوتوں کا ایام رضاعت وعہد طفلی میں ہر طرح کامل ومکمل ہونا مسلم ہوچکا ہے تو پھر اُس نفس قدسی کے کمالات کو مستبعد سمجھنا کہانتک حق بجانب ہو سکتا ہے جو قرآن ہی کی شہادت کے بموجب نفس رسول تھا اور اسلئے تمام خلق سے افضل واکمل جیسا کہ امام فخر الدین رازی اپنی کتاب اربعین میں لکھتے ہیں۔

قد ثبت بالاخبار الصحیحۃ ان المراد من

اخبار صحیحہ سے ثابت ہے کہ آیہ مباہلہ میں

من قوله تعالی وانفسنا وانفسکم ھو علی ومعلوم انہ یمتنع ان یکون نفس علی ھو نفس محمد صلی اللہ علیہ وسلم بعینہ فلا بد ان یکون المراد ھو المساواۃ بین النفسین وھذا یفید ان کل ما حصل لمحمد صلعم من الفضائل والمناقب قد حصل مثلہ لعلی ما وراء صفۃ النبوۃ ثم لا شک ان محمدا صلعم افضل الخلق فی سائر الفضائل فلما کان علی مساویا فی تلک الصفات وجب ان یکون افضل الخلق

ارجح المطالب (مولوی عبید اللہ امرتسری) طبع اول صفحہ ۱۱۵

"انفسنا" سے جناب علیؑ مراد ہیں۔ اور یہ بات معلوم ہے کہ نفس علی بعینہ نفس رسول نہیں ہو سکتا پس بالضرور یہاں دونوں نفسوں کے درمیان مساوات مراد ہے اور اس سے یہ فائدہ حاصل ہوتا ہے کہ جو فضائل و مناقب آنحضرت صلعم کی ذات بابرکات میں تھے۔ بجز شرف نبوت کے وہی فضائل جناب علی کو بھی حاصل تھے اور اس میں شک نہیں کہ آنحضرت صلعم تمام فضائل میں جملہ مخلوقات سے افضل تھے پس جبکہ جناب علی ان صفات میں حضرت کے مساوی ٹھہرے تو یہ بات ماننی پڑے گی کہ آپ بھی افضل الخلق تھے۔

بالجملہ ان روایات مندرجہ ذیل کو دیکھنے سے کسی قدر منکشف ہو سکتا ہے کہ اس ذات مظہر عجائب کے قوائے روحانیہ وجسمانیہ وقت ولادت و ایام رضاعت ہی میں کتنے مکمل تھے۔

آپ نے زبانِ رسولؐ سے غذا پائی

فلما وضعتہ جعلتہ فی غشاوۃ فقال ابو طالب لا تفتحوہ حتی یاتی محمد فیاخذ حقہ فجاء محمد صلعم و

(جناب فاطمہ بنت اسد فرماتی ہیں کہ جب علی پیدا ہوئے تو میں نے ان کو ایک کپڑے میں لپیٹ رکھا ابو طالب کہنے لگے کہ جبتک محمد آ نہ جائیں

فمسح الغشاوة فاخرج منها غلاماً حسنا
فغسله بيده وسماه علياً وبزق
في فيه واصلح امره ثمرات والقمه
لسانه فما زال علي يمصه حتى نام فلما
كان من الغد طلبنا له ظئراً فابى
ان يقبل ثدياً فدعونا محمد صلى الله
عليه وسلم فالقمه لسانه فنام فكان
كذلك ماشاء الله

(اخرجه الامام الفقيه الكاكي في كتابه
راحة ذوي الصلاة في معرفة الصحابة)

ارجح المطالب ص ۴۳۵
طبع اول

اور ناحق تم نے لیں اس کو نہ کھولنا۔ اتنے میں
حضرت تشریف لائے اور اس کپڑے کو کھولا اور
اس میں ایک خوبصورت لڑکا نکالا پس اسکو اپنے
ہاتھ سے غسل دیا اور اسکا نام "علی" رکھا اور اسکے
منہ میں اپنا لعاب دہن ڈالا پھر زبان مبارک اسکے
منہ میں دی جس کو وہ چوستے چوستے سو گیا۔
دوسرے دن ہم نے ایک عورت دودھ پلانے والی
بلائی مگر اس بچہ نے اسکا دودھ پینا قبول نہ کیا
تب ہم نے آنحضرت صلعم کو بلا بھیجا آپ نے آکر
زبان مبارک پھر اسکے منہ میں دی جس کو وہ چوسنے لگا
اور سو گیا اور جب تک خدا نے چاہا یہی معمول
قائم رہا۔

روایت مذکورہ کے اہم نتائج اس روایت سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں :۔

(۱) ابتدائے ایام رضاعت میں جناب امیر المومنین علیہ السلام سے اسی قوت تمیز کا ظہور ہوا جو جناب موسیٰ سے ظاہر ہوئی تھی یعنی جس طرح آپ نے اپنی والدہ ماجدہ کے سوا کسی مرضعہ کا دودھ پینا قبول نہ کیا تھا اسی طرح امیر المومنین نے بھی قبول نہ کیا اور زبان مبارک چوسنے کے طالب ہوئے۔

(۲) آپ کو نہ صرف دو ایک مرتبہ بلکہ مدت دراز تک زبان رسول سے غذا ملتی رہی اور اسی سے آپ کی پرورش واقع ہوئی اس امر کو معلوم کر لینے کے بعد حدیث "لحمك لحمي ودمك دمي" کی حقیقت بخوبی واضح ہو جاتی ہے۔

(۳) جناب سرور کائنات کو امیر المومنین ؑ کی پرورش میں اہتمام خاص ملحوظ تھا اور کمال شفقت کے ساتھ برابر متکفل رہے اسکی تفصیل آپ نے ایک خطبہ میں یوں فرمائی ہے۔

وقد علمتم موضعی من رسول الله
صلی الله علیه واله بالقرابة القریبة
والمنزلة الخصیصة وضعنی فی حجره وانا
ولید یضمنی الی صدره ویکنفنی الی فراشه
ویمسنی جسده ویشمنی عرفه وکان
یمضغ الشئ ثم یلقمنیه وما وجد لی
کذبة فی قول ولا خطاة فی فعل
ولقد قرن الله به صلعم من لدن ان
کان فطیما اعظم ملک من ملائکته
یسلک به طریق المکارم ومحاسن اخلاق
العالم لیله ونهاره ولقد کنت اتبعه
اتباع الفصیل اثر امه یرفع لی کل یوم من
اخلاقه علما ویامرنی بالاقتداء
به ولقد کان یجاور فی کل سنة بحراء
فاراه ولا یراه غیری ولم یجمع بیت واحد
یومئذ فی الاسلام غیر رسول الله
صلی الله علیه واله وخدیجة وانا ثالثهما

۲ - محصل اس کلام امام کا یہ ہے کہ تم لوگ جانتے ہو
میرے اس مقام بلند کو جو باعتبار قرابت قریبہ
و منزلت خصیصہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم
سے مجکو حاصل ہے حضرت نے مجھے بچپن میں اپنی
گود میں رکھا اور میری پرورش کی اس طرح کہ مجھے
سینۂ مبارک سے لگائے رہتے تھے اور بستر پر اپنے پہلو
میں جگہ دیتے تھے جسم اقدس کو مجھ سے مس فرماتے
تھے اور اپنی خوشبو مجھے سونگھاتے اور دہن اقدس
میں چیزوں کو چبا کر مجھے کھلاتے تھے۔ آپ نے کبھی
میرے قول میں کذب اور فعل میں خطا نہیں پائی
خداوند عالم نے ایک سب سے بڑے ملک کو بچپن ہی
سے آپکے ساتھ کر دیا تھا جو آپ کو شب و روز مکارم و
محاسن اخلاق عالم کے طریقوں پر چلاتا تھا میں
آپ کے پیچھے اس طرح پھرا کرتا جیسے بچۂ ناقہ
اپنی ماں کے پیچھے چلتا ہے آپ ہر روز اپنے اخلاق
میں سے ایک خلق مجھے تعلیم فرماتے اور اسکی پیروی
کرنے کا حکم دیتے تھے اور آپ ہر سال کوہ حرا میں

ارى نور الوحى والرسالة واشم ريح
النبوة ولقد سمعت رنة الشيطان
حين نزل الوحى عليه صلى الله عليه واله
فقلت يا رسول الله ما هذه الرنة
فقال هذا الشيطان ايس من
عبادته انك تسمع ما اسمع و ترى ما
ارى الا انك لست بنبى ولكنك
وزير وانك على الخير

نہج البلاغہ

مطبوعہ بیروت
صفحہ ۲۱۷

(ایک مہینہ) بسر فرماتے تھے اس وقت میرے سوا
اور کوئی آپ کو نہ دیکھتا تھا ان دنوں میں سوائے
صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم و خدیجہ رد میرے سوا کسی
گھر میں کوئی مسلمان نہ تھا میں نور وحی و رسالت
کو دیکھتا تھا اور بوئے نبوت سونگھتا تھا اور حضرت
پر جب وحی نازل ہوئی تو میں نے شیطان کی آواز
سنی تو عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ آواز کیسی ہے
فرمایا کہ یہ شیطان ہے جو اپنی عبادت کرانے سے
مایوس ہو گیا ہے۔ بیشک تم سنتے ہو جو کچھ میں
سنتا ہوں اور دیکھتے ہو جو کچھ میں دیکھتا ہوں
سوا اسکے کہ تم نبی نہیں ہو لیکن تم وزیر اور خیر
پر قائم ہو۔

آپ کا نام حیدر کیوں رکھا گیا؟

وقيل فى حكاية انما سمته حيدرة
لان عليا كان رضيعا وهو فى البيت
وحده وكانت امه خارجة فى
بعض الحاجات وكان منزلهم بجنب جبل
مكة فنزل حية وهمت بقتل

ایک حکایت میں بیان کیا گیا ہے کہ جناب امیرالمومنین
ابھی شیر خوار ہی تھے اور گھر میں تنہا تھے آپ کی
والدہ ماجدہ گھر سے باہر کسی کام سے گئی تھیں اور
ان لوگوں کا گھر مکہ میں ایک پہاڑ کے پہلو میں تھا
ایک سانپ پہاڑ سے اترا اور اس نے جناب امیرالمومنین

کو قتل کرنا چاہا آپ نے ہاتھ بڑھا کر اُس کو مضبوط پکڑ لیا وہ ہاتھ میں مر گیا اتنے میں آپ کی والدہ ماجدہ باہر سے تشریف لائیں اور سانپ کو آپ کے ہاتھ میں مرا ہوا دیکھ کر کہنے لگیں اے میرے شیر خدا تجھے زندہ رکھے۔ اِس لئے آپ کا نام "حیدر" مشہور ہو گیا۔

علی فمد یدہ واخذ الحیۃ وامسکھا فماتت فی یدہ فدخلت امہ ورأت الحیۃ مقتولۃ فی یدہ فقالت حیاک اللہ یا حیدرہ لذلک سمتہ حیدرہ (نقلہ نجم الدین فخر الاسلام ابوبکر بن محمد بن الحسین السنبلانی المرینی فی مناقب الصحابۃ) (المجمع الطالع اوّل ص۹)

واقعہ قتل میار الولد قاضی شہاب الدین ملک العلما دولت آبادی اپنی کتاب ہدایۃ السعداء میں لکھتے ہیں کہ:

"آوردہ اند کہ پیش ازیں درون دیوار کعبہ دو مار بودند کہ ایشاں را میار الولد میگفتند وآں چناں بود کہ ہر فرزند کہ در مکہ مبارک متولد می شد بعد سوم روز ولد را درون کعبہ می آوردند و می نہادند آں مار کہ محک نام داشت از دیوار بیروں آمد اگر فرزند حلال زادہ می بود بوسے می کرد باز می گشت پدر و مادر آں ولد میزبانی می کردند و اگر فرزند حرامزادہ می بود آں مار لقف می زد و آں ولد بیہوش می شد حکم می کردند کہ ولد حرامزادہ است چوں شاہ علی کرم اللہ وجہہ تولد شد درون کعبہ آوردہ اند کہ ہر دو مار فرود آمدند و خواستند تا بوسے کنند شاہ ہر دو مار را گرفت و درید و پارہ پارہ کرد۔ اہل مکہ در خروش شدند کہ محک را کشت و دلگیر شدند مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم فرمود غمگین مشوید خداوند عز و جل محک عالم علی را گرداند در یک محلے دو محک نباشد ہر کہ علی و فرزندان اورا دوست دارد حلال زادہ است و ہر کہ دشمن دارد تواند بود کہ حرامزادہ است (انتہی بلفظہ)

آپ کی حیرت انگیز خصوصیات ۳۔ جس کے بچپن کے حالات ایسے حیرت انگیز ہونگے اُس کی آئندہ زندگی میں ظاہر ہونے والے کمالات جس قدر بھی عجیب ہوں کم ہے اور اُن کو دیکھ کر اہل ہوش کی زبانیں

فرط حیرت سے خالق عالم کی تسبیح کرنے لگتے ہوں تو بجا ہے نوع انسان کو فخر و ناز ہے اور درست ہے کہ اُس میں وہ صاحب فضائل و کمالات پیدا ہوئے جن سے وہ اشرف مخلوقات کہے جانے کے قابل ہوئی۔ لیکن تاریخ عالم شاہد ہے کہ اُن میں سے کوئی بھی ایسا نہ تھا جس میں تمام ملکات و کمالات انسانیہ ایک ساتھ جمع ہوئے ہوں اور وہ جامع صفات ممکنہ کی متجمع ہونے کے سبب مجمع اضداد نظر آتی ہو یہ صرف ذات امیرالمومنین کی خصوصیت تھی کہ وہ اُن تمام کمالات کی ایک وقت میں متجمع تھی جن کا حصول ارباب قوائے قدسیہ میں ممکن تھا اور اسلئے سر بسر مجمع صفات متضادہ بنکر شان قدرت و عنایت الٰہیہ کی مخصوص جلوہ گاہ بن گئی تھی اور نظر عقل سے دیکھنے والے خواہ وہ کسی زمرہ میں داخل ہوں "عجزت النساء ان یلدن مثل علی" کہدینے پر مجبور ہو جاتے تھے اور یہ اقرار لینے پر ناچار کہ اس شجرۂ طیبہ نے عنایت الٰہیہ کی فضا میں مبدأ فیض کے فیوض نامتناہیہ کے سرچشمہ سے سیراب ہو کر نشوونما پائی ہے ورنہ سارے عالم کی آب و ہوا میں یہ طاقت نہیں چہ جائیکہ ملک عرب جس کی ناساز گار فضا اور ناخوشگوار آب و ہوا سے انسانیت صدہا فرسخ گریزاں تھی میرے اس کلام کی توضیح کے لئے علامہ ابن ابی الحدید کی یہ تحریریں کافی ہیں :-

۱- فسبحان من منح هذا الرجل هذه
المزايا النفيسة والخصائص الشريفة
ان يكون غلام من ابناء عرب مكة
ينشاء بين اهله لم يخالط الحكماء
وخرج اعرف بالحكمة وحقائق العلوم
الالهية من افلاطون وارسطو ولم
يعاشر ارباب الحكم الخلقية والاداب

۱- پس پاک ہے وہ خدائے کریم جس نے اس شخص
(علی ابن ابیطالبؑ) کو ایسے فضائل نفیسہ خصائص
شریفہ عطا فرمائے (حیرت انگیز امر یہ ہے) کہ عرب کا ایک لڑکا
اپنے ہی اہل و اقارب میں پلتا ہے کبھی حکماء سے میل جول کا
اتفاق نہیں ہوتا لیکن وہ حکمت اور دقائق علوم الٰہیہ کا
افلاطون و ارسطو سے بھی زیادہ عارف نکلتا ہے اور کبھی
ارباب حکم خلقیہ و آداب نفسانیہ (یعنی علم الاخلاق) کی

النفسانیہ لان قریشا لم یکن احد
منھم مشھورًا بمثل ذلك وخرج
اعرف بھذا الباب من سقراط ولم یرب
بین الشجعان لان اھل مکۃ کانوا ذوی
تجارۃ ولم یکونوا ذوی حرب وخرج اشجع من
کل بشر مشے علی الارض قیل لخلف
الاحمر ایما اشجع عنبسۃ وبسطام ام علی
بن ابی طالب فقال انما یذکر عنبسۃ و
بسطام مع البشر والناس لا مع من یرتفع
عن ھذہ الطبقۃ فقیل لہ فعلی کل حال
قال واللہ لو صاح فی وجوھھما لماتا
قبل ان یحمل علیھا وخرج افصح من
سحبان وقس ولم تکن قریش بافصح
العرب کان غیرھا افصح قالوا افصح
العرب جرم وان لم تکن لھم نباھۃ
وخرج ازھد الناس فی الدنیا
واعفھم مع ان قریشا ذووا حرص
ومحبۃ الدنیا ولا غرو فیمن کان
محمد مربیہ ومخرجہ والعنایۃ الالھیۃ

صحبت میں نہیں رہا ہے اسلئے کہ قریش میں کوئی
بھی ان علوم میں مشہور نہ تھا لیکن وہ اس فن میں سقراط
سے زیادہ عالم نکلتا ہے اور کبھی بہادروں کے درمیان
تربیت نہیں پائی ہے کیونکہ مکہ والے تجارت پیشہ لوگ تھے
اہل حرب وضرب نہ تھے لیکن وہ روئے زمین پر چلنے والے
تمام افراد بشر سے بڑھ کر شجاع نکلتا ہے۔ ایک مرتبہ
خلف الاحمر سے کہا گیا کہ ان میں سے کون زیادہ بہادر
تھا عنبسہ و بسطام یا علی بن ابیطالب تو انھوں نے کہا کہ
عنبسہ و بسطام کا ذکر تو بشر و انسان کے ساتھ کیا جاتا
ہے نہ کہ اس شخص کے ساتھ جو اس طبقہ ہی سے بلند
ہو پس ان سے کہا گیا بہر حال (کچھ تو بتاؤ) تو وہ
کہنے لگے کہ اگر علی ابن ابیطالب ان دونوں کے منھ پر
فقط ایک چیخ مارتے قبل اس کے کہ حملہ کریں تو یہ دونو
مرجاتے اور یہ شخص علی بن ابیطالب سحبان و قس سے
زیادہ فصیح نکلا حالانکہ قریش افصح عرب نہ تھے بلکہ افصح
اور لوگ تھے کہتے ہیں افصح عرب قبیلہ جرم تھا اگرچہ وہ
با عزت و جلالت نہ تھا اور زہد و عفت میں دنیا بھر سے
بڑھ کر نکلا حالانکہ قریش دنیا کے حریص اور اسکو محبوب
رکھنے والے تھے اور پھر تعجب ہی کیا ہے اس شخص کی بات

تمدّه و ترفده ان یکون منہ ما کان ۔	جسکے مربی محمد ہوں اور عنایت الہیہ انکی مدد کر رہی ہو
(شرح نہج البلاغہ مطبوعہ ایران ۱۳۱۲ھ)	کہ اس سے وہ امور عجیبہ ظاہر ہوں جو ہوئے ۔

---

۲ - کان امیرالمؤمنین ذا اخلاق متضادة فمنها ما ذکرہ الرضی رہ وھو موضع التعجب لان الغالب علی اھل الشجاعة والاقدام والمغامرة والجرأة ان یکونوا ذوی قلب قاسیة وفتک وتمرد وجبریة والغالب علی اھل الزھد ورفض الدنیا وھجران ملاذھا والاشتغال بمواعظ الناس وتخویفھم المعاد وتذکرھم الموت ان یکونوا ذوی رقة ولین وضعف قلب وخور طبع وھاتان حالتان متضادتان وقد اجتمعتا لہ علیہ السلام ومنھا ان الغالب علی ذوی الشجاعة واراقة الدماء ان یکونوا ذوی اخلاق سبعیة وطباع حوشیة وغرائز وحشیة وکذلک الغالب علی اھل الزھادة وارباب الوعظ والتذکیر ورفض الدنیا ان یکونوا ذوی انقباض فی الاخلاق	۲ - یعنی امیرالمومنین علیہ السلام صاحب اخلاق متضادہ تھے ان میں سے وہ بھی ہے جو سید رضی نے ذکر کیا ہے اور یہ تعجب کا مقام ہے اس لئے کہ اہل شجاعت اور معرکوں میں بڑھنے اور گھسنے والوں پر یہ امر غالب ہوتا ہے کہ وہ سخت دل خونریز جبار و متمرد ہوتے ہیں۔ اور اہل زہد دنیا اور اس کی لذات سے کنارہ کش لوگوں کو وعظ و نصیحت کرنے اور قیامت سے ڈرانے موت کو یاد دلانے میں مشغول رہنے والوں پر نرم دلی ضعف قلب جبن طبع کا غلبہ ہوتا ہے اور یہ دونوں متضاد حالتیں ہیں جو آپ میں مجتمع تھیں - اور اخلاق متضادہ میں سے یہ بھی ہے کہ اہل شجاعت اور خون بہانے والوں کے اخلاق پر درندگی اور وحشت طبع غالب رہتی ہے - اور اسی طرح اہل زہد و ارباب وعظ و تذکر و ترک دنیا پر تنگ اخلاقی ترش روئی بد خلقی سے نفرت و وحشت غالب رہتی ہے لیکن امیرالمومنین آدمیوں میں سب سے زیادہ بہادر خون بہانے والے اور سب سے

وعبوس فی الوجوہ ونفارۃ من الناس واستیحاش
وامیر المومنین علیہ السلام کان اشجع
الناس واعظمھم اراقۃ للدم وازھدھم
وابعد الناس عن ملاذ الدنیا واکثرھم
وعظا وتذکیراً بایام اللہ ومثلاتہ
واشدھم اجتہاداً فی العبادۃ وآداباً لنفسہ
فی المعاملۃ وکان مع ذلک الطف العالم
اخلاقاً واسفرھم وجھاً واکثرھم بشراً و
اوفاھم ھشاشۃ وبشاشۃ وابعدھم عن
انقباض موحش او خلق نافر وتجھم مباعد
او غلظۃ وفظاظۃ تنفر معھا نفس ویتکدر
معھا قلب حتی عیب بالدعابۃ ولما لم یجدوا
فیہ مغمزاً ولا مطعناً تعلقوا بھا واعتمدوا فی
التنفیر عنہ علیھا۔ الخ

بڑے زاہد لذات دنیا سے دور رہنے والے اور سب سے
زیادہ واعظ اور ایام اللہ و عقوبات اللہ کو یاد دلانے والے
اور عبادت و معاملت میں سب سے سخت جہد و ریاضت
نفس کرنے والے تھے اور باوجود ان باتوں کے سارے
عالم سے زیادہ لطیف اخلاق کشادہ رو تھے اور
تازہ روئی اور ہشاشت و بشاشت کا حق سب سے زیادہ
پورا کرنے والے اور ایسے انقباض تنگ اخلاقی
درشت مزاجی سخت دلی سے جس سے نفوس کو نفرت ہو
اور قلوب مکدر ہو جائیں سب سے زیادہ دور رہنے والے
تھے یہاں تک کہ آپ کی ذات میں مزاح و دعابہ
کا عیب لگایا گیا اور جب کوئی موقع عیب گیری اور
طعن کا نہ ملا تو دشمنوں نے اسی بات سے تعلق و تمسک
اختیار کیا اور اسی پر اعتماد کرکے آپ کی طرف سے
تنفیر قلوب کرنے لگے۔

اسی پر دانہ بہت سی صفات متضادہ اور اخلاق متخالفہ کا ذکر کیا ہے چونکہ اُن سب کا نقل کرنا طول تحریر کا باعث تھا اسلئے نمونہ کے طور پر تھوڑی عبارت نقل کردینے پر اکتفا کی گئی درحقیقت ملکات عجیبہ و کمالات غریبہ کا بھی خارق عادت اجتماع تھا جس سے حقیقت شناس لوگوں کو تسلیم کرلینا پڑا کہ حضرت کی ذات رسول خدا صلعم کے معجزات باہرہ میں سے ایک معجزہ تھی جس سے نبوت و رسالت کی پوری تصدیق ہوتی تھی اور آپ محض زبان مبارک سے تصدیق رسالت نہیں کرتے تھے

بلکہ آپ کے اخلاق و اعمال فضائل و کمالات میں سے ہر ایک بجائے خود اس کی تصدیق کرنیوالے تھے اور اسی سے آپ کا لقب "صدیق اکبر" قرار پایا جیسا کہ اس کلام سے ظاہر ہوتا ہے۔

ولهذا قيل ان عليا كان معجزة من معجزات النبي صلعم لانه مع تبحره في العلوم وشجاعته في الحروب كان منقادا ومقرا بنبوته ولذا عد من معجزاته (طبقات الكفوى في ترجمة امير المومنين)

ابحج المطالب صفحہ ۱۳۲

یعنی اسی وجہ سے کہا گیا ہو کہ علی علیہ السلام رسول صلعم کے معجزات میں سے ایک معجزہ تھے کیونکہ علوم میں اسقدر تبحر اور لڑائیوں میں اتنی شجاعت کے باوجود آنحضرت صلعم کے فرمان بردار اور آپ کی نبوت کا اقرار کرنے والے تھے اسی جہت سے وہ حضرت کے معجزات میں شمار کئے گئے۔

تقریظ

مختصر صغير في الالفاظ العربية یہ کتاب سید محمد حسن صاحب کی تالیف ہو جسکی توثیق و صلاح جناب مولانا مفتی سید محمد علی صاحب قبلہ خلف حضرت حجۃ الاسلام مفتی سید محمد عباس صاحب طاب ثراہ نے کی ہو جس سے اُس کے محاسن کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ مکتب ادب کے نوآموز اور نیز متوسط الاستعداد طلبا اس سے کافی فائدہ حاصل کر سکتے ہیں۔ اکثر کتابیں اس انداز پر لکھی گئی ہیں مگر اس کتاب میں خصوصیت کے ساتھ قدیم زبان عربی کا لحاظ زیادہ کیا گیا ہو۔ بچوں کی دلچسپی کے لئے تصاویر غیر ذی روح بحساب حروف تہجی بھی درج ہیں۔

حضرت نجم العلما نے ذیل کی عبارت میں اسکی توثیق فرمائی ہو

"ابتدائی تعلیم پانے والے بچوں کے لئے عربی ادب آموز کتاب ہو جو نہایت خوبی اور خوش اسلوبی کے ساتھ لکھی گئی ہے اور مطالب کے دلکش مناظر اسمیں بچوں کی طبیعت کے موافق دکھائے گئے ہیں اور بامحاورہ اردو ترجمہ بھی عربی کے ساتھ درج کیا گیا ہو جس سے متوسط استعداد والے بھی اچھی طرح مستفید ہو سکتے ہیں۔ کتاب اگرچہ صغیر الحجم ہے لیکن کثیر النفع ہے۔ مدارس عربیہ میں داخل نصاب ہونے کے قابل ہو امید ہو کہ اسکے الفاظ مفردہ اور فقرات مرکبہ کے یاد کر لینے سے طلبہ میں ادبی ترقی کا عمدہ مادہ پیدا ہو جائے"

کتاب چھوٹی تقطیع پر چھپی ہے۔ کتابت و طباعت دیدہ زیب قیمت عہ ذیل کے پتہ سے ملسکتی ہو

سجاد حسین منیجر۔ کوچہ شاہ چھجرا۔ متصل مکان میر محلہ

علامہ سبط ابن جوزی اپنے جد ابوالفرج اصفہانی سے اپنے تذکرہ خواص الامہ مین تحریر فرماتے ہیں کہ "معاویہ نے ابن ضمرہ سے علی علیہ السلام کے فضائل بیان کرنے کو کہا اُسنے عذر کیا معاویہ نے تاکیدا کہا کہ نہین تم کو ضرور بیان کرنا ہونگے۔ تب ضمرہ نے ایک پرجوش اسپیچ میں اسطرح فضائل شروع کئے۔ کہ قسم خدا کی وہ قوت میں بہت سخت تھے اور ایسی بات کہتے تھے جو فیصلہ کردیتی تھی اور فیصلہ ان کا عدالت کے ساتھ ہوتا تھا۔ ان کے پہلوؤں سے علم کی نہریں اُبلتی تھیں۔ اور ان کی ہر ہر بات سے حکمت ٹپکتی تھی۔ دنیا اور اس کی سرسبزی سے وہ گھبراتے تھے شب تاریک اور اُس کی وحشت سے اُن کو انس تھا۔ آنسو بکثرت جاری رہتے تھے۔ امر آخرت میں ان کی فکر نہایت طولانی ہوتی تھی۔ لباس ان کو موٹا اور سادہ پسند تھا۔ غذا درشت و بدمزہ کھاتے تھے۔ برتاؤ ہر کسی سے سادہ تھا جب ہم ان سے کچھ پوچھتے تھے فوراً بتلا دیتے تھے جب کبھی ان کو بلاتے تھے فوراً چلے آتے تھے۔ باایںہمہ انھوں نے ہمیں اپنا مقرب اور گستاخ بنالیا تھا تاہم ان کی ہیبت ایسی تھی جو بات نہیں کرنے دیتی تھی۔ اہل دین کی تعظیم کرتے تھے۔ اور مساکین کو اپنے پاس بٹھاتے تھے اور کبھی کسی زبردست کو ایسا موقع ہی نہ دیتے تھے کہ وہ اپنے امر باطل پر رجوع کر سکے اور نہ کسی ضعیف کو اپنے عدل سے مایوس رکھتے تھے یہ واقعہ میں چشمدید اپنا بیان کرتا ہوں کہ بعض حالتوں میں مجھے دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے جبکہ شب اپنے پردوں کو لپیٹنے والی ہوتی تھی اور ستارے بھی شمع سحر کی طرح جھلملانے لگتے تھے تو وہ اپنے محاسن کو پکڑے ہوے اِس طرح بلبلاتے تھے اور تڑپتے تھے کہ جیسے کسی مار گزیدہ کی حالت ہو اور ایسے روتے تھے جیسے کہ دردرسیدہ اور محزوں روتا ہو۔ اور فرماتے تھے کہ اے "دنیا!

میرے غیر کو دھوکا دے مجھے کیا معترض ہوتی ہے کیا تجھے مجھ سے رغبت پیدا ہوئی ہے لیکن مجھ سے دور ہو دور ہو۔ میں تجھے تین مرتبہ طلاق دے چکا ہوں۔ تیری عمر بہت کم ہے۔ اور تیرا خطرہ بہت بڑا ہے اور لطف زندگی تیرا بہت حقیر و کم ہے۔ "آہ !! من قلتہ الزاد وبعد السفر" افسوس کہ زاد راہ تھوڑا اور سفر دور۔

اس مقام پر جب ضرار پہونچا معاویہ بے اختیار رونے لگا ایسا رویا کہ تار آنسوؤں کے اس کی داڑھی پر جاری تھے چاہتا تھا کہ ضبط گریہ کرے مگر ضبط نہ کر سکا۔ اور دیگر حضار مجلس بھی ضبط گریہ نہ کر سکے۔ معاویہ کہنے لگا۔

"خدا ابو الحسن پر رحمت نازل کرے ابو الحسن ایسے ہی تھے"

معاویہ کا ان اوصاف کو ابو الحسن میں نہ صرف تسلیم کرنا بلکہ اس کی تائید ان الفاظ سے کرنا۔ کہ وہ حقیقت میں وہ ایسے ہی تھے۔ علی مرتضیٰ کی کامل الایمانی کی بڑی شہادت ہے جو کسی طرح مجروح نہیں ہو سکتی اور یہ اوصاف ہرگز ہرگز کسی ناقص الایمان میں جمع نہیں ہو سکتے۔ اور یہ علی مرتضیٰ کے ہی ایمان کی سچائی تھی کہ معاویہ دشمن ان کے فضائل کو سنکر اور بمقابلہ فضیلت کے اپنی شدتوں کو جو بعد شہادت بھی اس نے ان پر جاری رکھی تھیں خود بھی یاد کر کے ضبط گریہ نہ کر سکا اور حاضرین بھی مجبور ہو گئے۔

آں شاہ کہ آں قسیم نار ہست و جناں	در ملک و ملک صاحب سیف است و سناں
ملک دو جہاں بجملگی آن وے ست	این را بستاں گرفت آنرا بسناں

(شاہ نعمت اللہ ولی)

کعبہ میں ہے ولادت حیدر کی دھوم دھام	ہوگا نہ اب رسول کی معراج میں کلام
شق ہو کے آج کعبہ کی دیوار اے عزیز	ثابت کر گئی مسئلہ خرق والتیام

(عزیز)

نوع انسان کے وہ ممتاز افراد جنھیں ایزد تعالیٰ نے نبوت یا امامت کا خلعت پہنا کر اس عالم میں بھیجا تھا ہمیشہ بحیثیت واعظ ہمارے سامنے آئے ہیں اور ایسا ہونا ضروری بھی تھا کیونکہ نبوت و امامت کا اصلی مقصد صلاح عالم ہے اور یہ اُس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ وعظ و پند سے کام نہ لیا جائے جناب امیر آخری رسول جناب محمد کے سچے جانشین تھے اور اس لئے اُن کی وفات کے بعد دنیا کو صحیح راستہ پر چلانے کا مقدس فریضہ آپ پر عائد ہوا تھا۔

میں اس مختصر مضمون میں جناب امیر کی واعظانہ زندگی پر شرح و بسط سے بحث نہیں کر سکتا میں صرف آپ کی زندگی کے اُن واقعات میں واعظانہ خصوصیت کو نمایاں کروں گا جن کی اصلی ہیئت بعض کوتاہ نظر افراد کی غلط فہمیوں نے بدل دی ہے۔

گو وعظ کا مفہوم فی نفسہ واضح ہے لیکن تنگ نظری نے اُس کی حقیقت پر پردہ ڈال رکھا ہے ایک حقیقی واعظ کے فرائض کی وسعتیں مشکوک نگاہوں سے دیکھی جا رہی ہیں۔ اسلئے میں چاہتا ہوں کہ تمہیدی سطور میں وعظ کی ماہیت بتلا دوں تاکہ اُن بعض سطحی اعتراضات کے ذکر کی ضرورت نہ رہے جن کا منشا محض مفہوم وعظ کی حقیقی وسعتوں کی طرف سے آنکھیں بند کر لینا ہے۔

عام خیال یہ ہو رہا ہے کہ ایک واعظ سیاست میں کوئی حصہ نہیں لے سکتا۔ ملکی سیاست کی مشینری ایک واعظ کی نصیحتوں سے بالکل بے نیاز ہے۔ اُسکے فرائض کا دائرہ صرف انھیں کوششوں تک محدود ہے جو انفرادی اخلاق سنوارنے سے تعلق رکھتی ہیں۔ سیاسی نبرد آزمائیوں میں اگر ایک واعظ شریک ہوتا ہے تو وہ اپنے فرائض سے تجاوز کرتا ہے۔ یہ خیال بالکل غلط ہے ۔ یہ امر مخفی نہ رہنا چاہیے

کہ ہادیانِ عالم کے متعلق لفظ وعظ کا استعمال اِس محدود معنی کے ساتھ ان کی تنقیص ہو۔
کوئی شک نہیں کہ وعظ کا اصلی مقصد انسانی اصلاح ہے اِسلئے کوئی وجہ نہیں کہ اُسکا مفہوم صرف انفرادی اخلاق کے سنوارنے تک محدود کر دیا جائے۔
انسانی اصلاح عام شے ہے۔ اُسکے تحت میں جس طرح انفرادی اخلاق کی اصلاح داخل ہے۔ اسی طرح اجتماعی اخلاق کی اصلاح بھی۔ بہرحال حقیقی وعظ کا تعلق انسانی عمل کے ہر شعبہ سے ہے۔
ایک حقیقی واعظ جملہ انسانی خامکاریوں اور بے اعتدالیوں کی اصلاح کا سچا خواہشمند ہوتا ہی خواہ اُن کا تعلق اخلاق سے ہو یا معاشرت سے یا سیاست سے۔ ایک واعظ اگر ملکی سیاست میں دخل دیتا ہے تو اِسلئے نہیں کہ اس طرح وہ اپنے دنیوی اقتدار کی فلک بوس عمارت تیار کرے بلکہ محض اِسلئے کہ سیاست کو مکاری وعیاری وغیرہ بداخلاقیوں سے محفوظ رکھے کیونکہ سیاست کا منشا عقلاً بہبودیٔ عایا ہے اور یہ نہیں حاصل ہوسکتا جب تک کہ اُسکا کالبد ایمانداری و راستبازی سے نہ تیار کیا جائے۔
اِس سلسلہ میں یہ امر عرض کر دینا شاید غیر موزوں نہو کہ جماعت واعظین انسانی اصلاح کا مقصد دو طریقوں سے حاصل کرتی ہے۔
ایک صاف اور سیدھا طریقہ یہ ہے کہ موثر لفظوں میں اخلاقی و معاشرتی و سیاسی غلطیاں دنیا کو بتلادے لیکن یہ چنداں موثر نہیں ہے۔ نفسیاتی نقطۂ نظر سے اسکا اثر ناپائیدار اور جلد زائل ہونے والا ہوتا ہے۔
دوسرا طریقہ یہ ہے کہ خود عملی حیثیت سے جملہ محاسن اخلاق و مکارم اعمال کا مجسمہ بن کر ہر وقت دنیا کے پیش نظر رہے۔ گو اُس کے ہونٹ متحرک نہوں لیکن گمراہ ہدایت پائیں۔ گو وہ خاموش ہو۔ لیکن پند و نصیحت کے چشمہ بہیں۔
حقیقت وعظ جب متحقق ہوگئی تو میں عرض کرونگا کہ ہمیں جناب امیر کی واعظانہ زندگی پر

اسی معنی سے نظر ڈالنا چاہیئے ۔ رسول کی وفات کے بعد سے جناب امیر پر فریضۂ وعظ و ارشاد عائد ہوا تھا اور آپ پورے انہماک کے ساتھ اپنی زندگی کی آخری لمحوں تک اس کی تکمیل میں مشغول رہے۔ دنیا کی اخلاقی و معاشرتی و سیاسی ہر بے عنوانی کی اصلاح کی کوشش فرماتے رہے ۔ یہ فریضہ چونکہ ہر وقت آپکے پیش نظر رہتا تھا اسلئے آپکا ہر ارشاد مستقل مجلس وعظ ہوتا تھا اور آپ کا ہر عمل نصیحتوں کا گہوارہ سیاسی اُلجھنوں اور دیگر دنیوی پیچیدگیوں کا ہجوم ہوتا تھا۔ مگر آپ اپنا عالی مقصد فراموش نہونے دیتے تھے ۔

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ اس طرف رسول کی آنکھیں بند ہوئیں اور اُسطرف مادی طوفان برپا ہونا شروع ہوے ۔ اخلاق کا شیرازہ بکھر گیا ۔ معاشرت کی کڑیاں ایک ایک کرکے ٹوٹیں سیاسی عیاریوں کا بازار گرم ہوگیا لیکن آپ مرکز اعتدال سے نہ ہٹے ۔ ہر قسم کی بدعنوانیوں کی ہوائیں زور وشور کے ساتھ چلا کین ۔ مگر آپ سچے اخلاق و معاشرتی اُصول کی سطح پر جمے رہے اور عملی حیثیت سے بھٹکتی ہوئی دنیا کو بتلاتے رہے کہ نجات کا خزانہ اُس راستہ میں نہیں ہے جسپر تم چل رہے ہو۔ اگر فی الحقیقت اسکی تلاش ہے تو اُس راستہ پر آجاؤ جس پر ہم گامزن ہوں ۔

ایک حقیقی واعظ کی یہی شان ہوتی ہے۔ نازک سے نازک وقت میں وعظ کا سر رشتہ ہاتھ سے نہیں چھوٹتا ۔ دنیا اپنی تمام دلفریب آرائشوں کے ساتھ اُسے اپنی طرف مائل کرنا چاہتی ہے مگر وہ اُسے حقارت سے ٹھکرا دیتا ہے اور اپنے اصلی مقصد اصلاح ناس (وعظ میں) مشغول رہتا ہے ۔ اسی خصوصیت کی وجہ سے وہ بشریت کے اعلیٰ نقطۂ کمال پر فائز ہوتا ہے ۔

یہ واقعہ بھولتا نہیں ہے ۔ رسول وفات پا چکے ہیں ۔ سقیفۂ بنی ساعدہ میں دنیا پرستوں کا اجتماع ہوا ہے ۔ آپ محسن دوعالم رسول اکرم کی تجہیز وتکفین میں مشغول ہیں مخالف سازشوں

کی خبریں آپ کی کانوں میں پیہم پہونچ رہی ہیں مگر آپ رسول کا لاشہ کس مپرسی کی حالت میں چھوڑنا نہیں چاہتے۔ کیوں ؟ صرف اس لئے کہ رحمت عالمیان کو یوں چھوڑ دینا احسان فراموشی کی بدترین مثال اور شرعی و اخلاقی نقطۂ نظر سے ناقابل معافی گناہ ہے

فی الحقیقت اگر آپ بھی اُس زمانہ کی رفتار کا ساتھ دیتے اور فرائض انسانی کو بالائے طاق رکھ کر سقیفۂ بنی ساعدہ تشریف لے جاتے تو گو خلافت کا مسئلہ آپ کے موافق ہی کیوں نہ فیصل ہوجاتا۔ مگر اسمیں شک نہیں کہ دنیا بڑی گمراہی میں مبتلا ہوجاتی۔ آپ نے زمانہ کی ہوا کا ساتھ نہ دے کر میت کے اُن حقوق کو جو زندوں پر شریعت نے مقرر کر دیے تھے مخصوص واعظانہ شان کے ساتھ زائل ہونے سے بچالیا۔ یہی آپ کے واعظانہ عملی نکات ہیں جن کی تہوں میں ہمیں آپ کی ایزدی عظمت کا راز مل سکتا ہے

میں اس مقام پر یہ واقعہ نہ ذکر کرتا کیونکہ مجھے اِس مضمون میں آپ کی واعظانہ زندگی کے ہر حصہ کی تشریح منظور نہیں ہے لیکن چونکہ یہ ایک اہم کڑی ہے اُس سلسلہ سیاسی کی جس میں جناب امیر کی واعظانہ حیثیت مجھے نمایاں کرنا ہے یہ تمام واقعہ ذکر کرنا پڑا

بہرطور جب خلافت کا مسئلہ آپ کے مخالف فیصل ہوگیا اور مسند حکومت پر سیاسی عیاریوں کا قدم جا پہونچا۔ ایزدی احکام قریب قریب فراموش کیے جا چکے تو بحیثیت حامل منصب وعظ آپ ان ناجائز کارروائیوں کے خلاف احتجاج پر مجبور ہو گئے کیونکہ حسب تشریح سابق اصلاح سیاسی بھی اُسکا ایک ضروری فرد ہے۔ آپ نے بالاعلان ظاہر فرمایا کہ مسند خلافت پر قاعدہ سے مجھے بیٹھنا چاہیئے۔ کیونکہ رسول مقبول حسب فرمان ایزدتعالی مجھے اپنا وصی مقرر فرما چکے۔

گو اس غوغائے عام میں یہ آواز حق نہ سُنی گئی لیکن آپ اپنے فریضہ سے سبکدوش ہو گئے آپ نے عملی حیثیت سے دنیا کو بتلا دیا کہ مسند حکومت پر اُسکا اصلی بیٹھنے والا جلوہ افروز نہیں ہے

اسلیے یہ طریق حکومت اسلام کی طرف منسوب نہونا چاہیئے ۔ اگر آپ اُسوقت سکوت اختیار فرماتے یا برسر حکومت افراد کی بیعت کر لیتے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا کہ اُس زمانہ کی حکومتون میں جن سیاسی عیاریوں کی گرم بازاری رہی وہ عام طور سے اسلامی سیاست کے اہم عناصر سمجھی جاتیں اور آج دنیاے اسلام میں کوئی شخص ایسا نظر نہ آتا جو مکاری وچالاکی وغیرہ کو ذمائم اخلاق میں داخل کرتا اور اس طرح اخلاقیات کی بنیادیں بالکل گر جاتیں ۔ بحیثیت واعظ وہادی آپکا فرض تھا کہ دنیا کو اس ضلالت میں مبتلا ہونے سے روکیں ۔

ان اُمور کو مدنظر رکھتے ہوئے میں کہونگا کہ آپ کا طریق عمل دیانت دارانہ تدبیر کے بالکل موافق تھا اور آپنے برسر حکومت افراد کی مخالفت نہیں کی بلکہ اپنی واعظانہ زندگی کی ایک نہایت دشوار گذار منزل خوش اسلوبی سے طے کی ۔ گو مسلمانوں کے کل افراد کو نہ سہی مگر اُن کی ایک بڑی جماعت کو سیاست کے متعلق ضلالت آمیز غلط فہمی میں مبتلا ہونے سے بچا لیا ۔

ممکن ہے کوئی صاحب اسمقام پر شک فرمائیں کہ جناب امیر کا برسر حکومت افراد کے خلاف صداے احتجاج بلند کرنا محض جذبۂ دنیا طلبی کا نتیجہ تھا اور یہ خیال کہ آپکا مخالفانہ طرز عمل اصول وعظ کی ایک نہایت عملی دقیق تشریح تھا خوش عقیدگی ہے بنابریں میں عرض کر دینا چاہتا ہوں کہ تاریخی وراثت اس راے کی قطعی مساعدت نہیں کرتی کہ آپنے دنیوی اقتدار کی خاطر یہ طریق عمل اختیار کیا تھا کیونکہ ظاہر ہے کہ اگر آپ طالب دنیا ہوتے تو کبھی رسول کی تجہیز و تکفین میں (درانحالیکہ سقیفہ بنی ساعدہ والے حضرات مسئلہ خلافت کے حل میں منہمک تھے) مشغول نہ رہتے آپ فوراً وہاں تشریف لیجاتے اور بہت ممکن تھا کہ بلطائف الحیل خلافت کا مسئلہ اپنے موافق فیصل کرا لیتے ۔

اِس واقعہ سے بھی قطع نظر کر لیجئے۔ جب خلافت کا مسئلہ جناب ابوبکر کے حق میں طے ہو گیا اور آپ اس فیصلہ پر اظہار آزردگی کر کے بعض دیگر اہم فرائض انجام دینے کی خاطر خلوت نشین ہو گئے تو ابوسفیان آیا اور آپ سے کہا کہ " اے علی! تم گھبراؤ نہیں۔ میں تمام عرب سواروں اور پیادوں سے بھر دوں گا اُٹھو! اور موجودہ خلافت کے خلاف جنگ کرو۔

مگر جناب امیرؑ نے اُسکے مشورہ کو نہایت حقارت کے ساتھ ٹھکرا دیا اور نہایت دُرشت جواب دیکر ہمیشہ کیلئے اُسکو اپنی طرف سے مایوس بنا دیا۔ وہ آزردہ ہو کر خلیفۂ وقت کے پاس گیا اُنھوں نے اُس کی دلجوئی کی اور شام کی حکومت دینے کا آزادی سے وعدہ فرما لیا۔

انصاف کا مقام ہے اگر جناب امیر طالب دنیا ہوتے تو کیا اسی طرح ابوسفیان کی عرض کو مسترد فرما دیتے۔ ایک دنیا پرست یقیناً ابوسفیان کے اس بڑھاوے کو اپنی خوش طالعی سمجھتا۔ اور کوشش کرتا کہ جس طرح ممکن ہو اُس کے قلب پر اپنی گرفت مضبوط کرے۔ وہ بھولے سے بھی دنیوی نقطہ نظر سے اتنے مفید شخص کو ناراض نہ بناتا۔

ان امور پر نظر کرنے والا مجبور ہے کہ جناب امیر کے زیر بحث طریق عمل کی غرض طلب حکومت نہ قرار دے اور ظاہر ہے کہ جب اُس کی غرض طلب حکومت نہ قرار پائی تو لامحالہ ہمیں اُسکے لئے کوئی دوسری غرض ثابت کرنا ہوگی کیونکہ عاقل کے فعل میں کسی نہ کسی صحیح غرض کا ہونا لازمی ہے اِس لئے ہم عقلاً مجبور رہیں کہ جناب امیر کے اس طریق عمل کی غرض وعظ د ہدایت قرار دیں اور یہ مان لیں کہ جناب امیرؑ کی یہ ساری احتجاجی کارروائی از ابتدا تا انتہا اصلاح ناس پر مبنی تھی۔

بعض اشخاص کا یہ بھی خیال ہے کہ ایسی حالت میں جناب امیر کو صرف احتجاج پر اکتفا نہ کرنا چاہیئے تھا بلکہ آپ کا فرض تھا کہ بذریعۂ شمشیر اُس ناجائز حکومت کا خاتمہ کر دیتے۔

میں عرض کرونگا کہ جناب امیر کا جنگ فرمانا قطعی طور سے مقصد وعظ کے منافی ہوتا کیونکہ عام مسلمانوں پر مادیت کا غلبہ ہوچکا تھا۔ تنہا جنگ کرنا بالکل بے معنی تھا اسلئے آپ مجبور ہوتے کہ لوگوں کو اپنی طرف ملانے کے لئے مختلف ناجائز سازشیں کریں۔ دنیا پرست مسلمان اُسوقت تک آپکے شریک کار نہ بنتے جب تک کہ آپ اُن کو اپنی دورِ حکومت کی دنیوی آسائشوں کا سبز باغ نہ دکھاتے۔ یہ فعل یقیناً ایک واعظ کے مقاصد کے خلاف ہوتا۔ ایسی صورت میں یہ کیونکر ممکن ہے کہ آپ شمشیر کھینچکر اپنی غرض باطل کر دیتے۔

یہ واقعہ سیاسی مختلف افراد کی فکروں کا جولانگاہ رہا ہے۔ اپنی اپنی فہم کے مطابق ہر شخص نے اس کی تاویلیں کی ہیں۔ خوب خوب غلط فہمیاں ہوئی ہیں مگر میں عرض کرونگا کہ اگر اِس تمام واقعہ پر احتیاط کے ساتھ غور کیا جائے اور یہ امر مدنظر رکھا جائے کہ جناب امیرؑ کی اصلی غرض کیا تھی تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ صحیح نتیجہ تک رسائی نہو۔

میں نے سابق میں عرض کیا تھا کہ یہ مضمون صرف اُن واقعات میں جناب امیرؑ کی واعظانہ خصوصیت نمایاں کرے گا جن پر مخالفین نے بمعنی تشریحوں اور تاویلوں کا جال بچھا رکھا ہے۔ اِس کوشش کی پہلی منزل طے ہو چکی دوسری باقی ہے۔

یہ عرض کردوں کہ جب جناب خلیفہ ثالث کی شمع حیات گل ہوئی تو جناب امیرؑ مسند خلافت پر ظاہری عنوان سے تشریف فرما ہوے۔ چونکہ آپ واعظ تھے لہذا ضروری تھا کہ آپ کا مقصد بھی واعظانہ ہو لیکن بعض حضرات نے کوششیں کی ہیں کہ یہ غرض بدل جائے اُنھوں نے جناب امیر کے دورِ خلافت کو بھی دنیوی بادشاہی کے عنوان سے پیش کیا ہے کہا جاتا ہے کہ جناب امیر میں خواہ دنیا بھر کے محامد اور محاسن ہوں لیکن وہ مدبر نہ تھے۔ خوش اسلوبی سے سیاسی فرائض انجام نہ دے سکتے تھے اسی لئے آپ کا زمانہ خلافت

جنگ وجدال میں ختم ہوا کوئی اسلامی ترقی نہ ہوئی۔

اِس قسم کے مغالطہ آمیز اعتراضات کا منشا صرف اسقدر ہے کہ جناب امیرؑ کو ایک دنیوی بادشاہ کے لحاظ سے ہمارے سامنے پیش کرکے اُن کی اصلی حیثیت پر پردہ ڈال دیا جائے ورنہ اسکی کوئی وجہ نہیں ہے کہ جناب امیرؑ کی خلافت کی کامیابی کو اُن طریقوں سے جانچا جائے جن کے استعمال کا صحیح مقام مادی سلطنتیں ہیں۔

یہ امر اس مقام پر ضرور ملحوظ رہے کہ جناب امیرؑ اولاً واعظ ہیں پھر اور کچھ۔ آپ نے امر خلافت اپنے دنیوی اقتدار کے لئے قبول نہیں فرمایا تھا بلکہ مقاصد وعظ کی عام نشر و اشاعت کے لئے کیونکہ اسلامی سیاست کی ہیئت بالکل گذشتہ بیراہ روی سے بدل چکی تھی۔ آپؑ کا بحیثیت واعظ فرض تھا کہ اُن بگڑے ہوے حالات کو سنبھالیں۔ گو آغاز کار سے آپنے اس مادی طرز حکومت کے خلاف سلسلۂ وعظ شروع کر دیا تھا۔ مگر اس وقت اور زیادہ مزید انہماک اور کسی مؤثر عملی طریق کی ضرورت تھی بنی اُمیہ کا تسلط مختلف حصص ملک پر ہوچکا تھا۔ ہر طرف رشوت ستانی کا بازار گرم تھا عمال خلافت مطلق العنان اور عیش پرستی کے دلدادہ بنے ہوے تھے۔ فتنہ پردازوں کی سازشوں کا جال گوشہ گوشہ میں پھیلا ہوا تھا۔ اسلامی اصول پس پشت ڈالے جاچکے تھے۔ غربا اُمرا کی دست درازیوں کا شکار ہو رہے تھے۔ گذشتہ مکاریوں نے قریب قریب یہ عام اعتقاد پیدا کر دیا تھا کہ مکارم اخلاق جن کی تتمیم کا سہرا اسلام کے سر پر بندھا تھا وہ صرف خیالی دنیا میں اُڑنے والے دماغوں کی بلند پروازیوں کا نتیجہ ہیں۔ انسانی اعمال اُن کے منت کش کبھی نہیں بن سکتے۔ یہ حالات تھے۔ ان کو ایک حقیقی واعظ بے توجہی کی نگاہوں سے کیونکر دیکھ سکتا تھا۔ جس وقت آپ پر امر خلافت عرض کیا گیا آپ نے اسے

چند ایسی شرطوں کے ساتھ قبول کیا جو مقصد وعظ میں آپ کے لئے مفید قرار پاسکتی تھیں
چونکہ بحیثیت واعظ آپ نے اِس منصب کو قبول فرمایا تھا اِسلئے لازمی تھا کہ آپکا سیاسی
طریق عمل اُصول تدین پر مبنی ہو جو رعیت کو زبردست قوتوں کے ظلم کا آماجگاہ بننے سے
محفوظ رکھیں اور اس طرح دنیا بھر کو پھر ایک مرتبہ عملی حیثیت سے سمجھا دیں کہ اسلام کے
تعلیم کردہ مکارم اخلاق و اُصول سیاست شاعرانہ خیال آفرینیوں کا نتیجہ نہیں بلکہ عمل کی
حدوں میں داخل ہونے والی چیزیں ہیں۔ اگر کوشش کی جائے اور دنیوی عیش مد نظر
نہ ہو تو نہایت آسانی سے سیاسی تدبر کی عمارت دیانت داری و راستبازی کی بنیادوں پر
قائم کی جاسکتی ہے۔

اِن باتوں کا موثر پیرایہ میں سمجھانا آپ کے فرائض وعظ میں قطعی طور سے داخل تھا
اور آپ ایسے دنیوی آسانیوں کی خاطر کبھی ترک نہیں فرماسکتے تھے۔ اسی لئے آپ نے
مسند خلافت پر قدم رکھتے ہی کوشش شروع کردی کہ نصفت شعاری و راستبازی آپکی
حکومت کے طرۂ امتیاز رہیں۔ اُن عاملوں کو فوراً معزول کیا جو اپنی حکومت کا منشا صرف
عیش وعشرت سمجھتے تھے جنھیں رعایا کی آسائش کا قطعی خیال نہیں تھا۔ گو آپ سے
کہا گیا کہ انھیں معزول کرنا مقتضائے دانشمندی نہیں ہے۔ اپنے عہدوں سے علیحدہ
ہوتے ہی نئے نئے فتنے برپا کرینگے لیکن آپ نے جواب دیا۔ میں ایک لمحہ کے لئے
اسے نہیں دیکھ سکتا کہ جابر و عیاش رعایا کو برباد و تباہ کریں۔ یقیناً آپ بحیثیت واعظ مجبور
تھے کہ اس سوال کا جواب انھیں لفظوں میں دیں۔

یہ سچ ہے کہ آپ کی یہ اخلاقی و شرعی سخت گیریاں اُن قلوب پر شاق گذریں جنھیں
پیشتر ہر طرح کی آزادیاں حاصل تھیں اور گو اُنھوں نے فتنوں کی آگ تمام عرب میں

منتقل کر دی لیکن سوال یہ ہے کہ ایک واعظ اپنے دیانت دارانہ فیصلہ کو ان خیالات سے کیونکر بدل سکتا تھا۔ اسی لئے آپ نے ان معاملات کا بالکل خیال نہیں فرمایا۔ اگر آپ کا مقصد اپنی حکومت کی بنیادیں مضبوط کرنا ہوتا تو آپ قطعی طور سے اس راستہ پر نہ چلتے۔

مانا آپ نے شہادت پائی لیکن کیا شہادت پانا خود اس امر کی دلیل نہیں کہ جو مقصد آپ کو پیش نظر تھا وہ اتنا اہم ہے کہ اسکے لئے اگر جان بھی جائے تو مضائقہ نہیں۔

ایک حقیقی واعظ میں یہی استقلال ہوتا ہے جو فہمیدہ دنیا کی عقیدت کی نگاہیں اس کی طرف پھیر دیتا ہے۔ آپ نے مرتے مرتے دنیا کو موثر عملی وعظ دے دیا کہ اصول اخلاق کسی طرح دنیوی مفاد کی خاطر ترک نہ ہونا چاہیئے۔ یہ ایک بڑی ستم ظریفی ہے کہ کسی حقیقی واعظ کے طریق عمل میں سیاسی عیاری کی چاشنی تلاش کی جائے۔

جناب امیر کا یہ بلیغ فقرہ "لولا الدین والتقی لکنت ادھی العرب" اگر دین اور پرہیزگاری نہ مجھے پابند کرتی تو میں سب سے زیادہ چالاک شخص ہوتا۔ اسی واعظانہ خصوصیت کو نہایت لطیف پیرایہ میں ظاہر کر رہا ہے۔ آپ سمجھتے تھے کہ لوگ اس خصوصیت کو مختلف طریقوں سے دبانے کی کوشش کرینگے اس لئے آپ نے پیشتر ہی سے دفع دخل فرما دیا اور اسے ظاہر کر دیا کہ میرے تمام امور واعظانہ حیثیت میں دیکھے جانے چاہیئں میں واعظ بن کر آیا ہوں دنیوی مدبر بن کر نہیں۔

سلسلۂ طبقات العلما

مولانا السید علی بن مولانا السید دلدار علی طاب ثراہ

۱۰ ر ماہ شوال سنہ ۱۲۰۰ھ کو لکھنؤ میں پیدا ہوئے ایک سال چند ماہ جناب سلطان العلماء سے چھوٹے تھے۔ اپنے والد علامہ جنت مآب سے تکمیل علوم کی اور اکثر علوم میں مہارت تام حاصل کی خصوصاً علم قرأت تجوید میں اپنی نظیر نہ رکھتے تھے فضل و تقدس میں یکتائے روزگار تھے ہمیشہ مواعظ و ہدایت خلائق و اقامت جمعہ و جماعت میں مصروف رہتے تھے نہایت خوش گفتار اور شیریں سخن تھے حسن بیان کا اثر خاص طور پر قلوب میں ہوتا تھا جود و سخا و صلاح و مروت اُن کے خاص جوہر تھے۔ شذور العقیان میں جناب علامہ سید اعجاز حسین صاحب کنتوری تحریر فرماتے ہیں

الامام الھمام السید السند مولانا السید علی بن آیۃ اللہ فی العٰلمین مولانا السید دلدار علی النصیرآبادی کان عالماً فاضلاً خبیراً بالمعانی والبیان واقفاً علی الفروع وتفسیر القرآن قاریاً صالحاً۔ متدیناً

سنہ ۱۲۴۵ھ میں ہندوستان سے روانہ کربلائے معلیٰ ہوئے وہاں کے علما نہایت تعظیم و تکریم سے پیش آئے خصوصاً فاضل سید کاظم رشتی نے آپ کی نہایت قدر و منزلت کی سنہ ۱۲۴۶ھ میں واپس آئے اور عرصہ تک شغلہ تدریس و تصنیف جاری رہا۔ دوبارہ سنہ ۱۲۵۶ھ ہجری میں کثیر التعداد رفقا کے ساتھ پھر سفر کیا اور مختلف قسم کی تکلیفیں اٹھائیں شہر بشہر اور دیار بدیار ہوتے ہوئے وارد خراسان ہوئے اور مشرف بزیارت ہو کر مع تمام احباب و رفقا کربلائے معلیٰ پہونچے اور وہیں ۱۰ ر رمضان المبارک سنہ ۱۲۵۹ھ ہجری کو ۵۸ سال ۱۱ ماہ کی عمر میں انتقال کیا۔ آقا سید مجاہد ابن آقا

سید علی طباطبائیؒ کے پہلو میں دفن ہوئے۔ مولانا سید ابراہیم حائری نے جناب سید العلماء کو تعزیت کا خط لکھا جس میں منجملہ اور اشعار کے یہ شعر بھی لکھا۔

وما الدھر الا محنۃ وبلیۃ   تنوب وابناء الزمان ینام

جناب سید العلماء نے جواب میں حسب ذیل خط تحریر کیا جس سے ان کے رنج و غم کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

اما بعد فقد وافی الینا کتاب من جنابك المستطاب مخبرا بمصاب یا لہ من مصاب وا قلقنا بوفاۃ السید المجد المکرم المعظم الاخ الاقوم السید علی اعلی اللہ مقامہ وزاد اکرامہ کما ختم لہ بالشرف واقبرہ بالموضع وقد واللہ ھطلت العبرات علی الخد ودھذہ الرزیۃ المفتتۃ للکبود وارتحل السرور وانکسرت الظھور ویحق لنا ذلك فلقد کنا نحن نحن الی لقاۓ محیاہ دائما ونترقب ایابہ سالما غانما فکان قد کان یوم تودیعہ عند تاھبہ للسفر ھو الیوم الذی زرتہ فیہ عائدا لہ وھو محتضر۔ وھکذا الزمان یمضی علی الغیر وما للدھر من وفاء وعلی الدنیا بعدك العفا فانا للہ وانما اشکو بثی وحزنی الی اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ ومما جری علی لسان القلم اقتضاء ببراعۃ الاقوم

عیون المنایا لا تنام ھنیئۃ   ولکن ابناء الزمان نیام

وناع اتانا من طفوف حسین   فلم یبق فینا راحۃ وجمام

نعی سیدا حبرا علیا مجددا   لہ فی جوار المصطفین مقام

اتی حائرا من بعد ما ظل حائرا   تنومتہ نوم المصام حمام

غریب کئیب نازح عن بلادہ   علیہ من اللہ السلام سلام

[illegible]

الواعظ

حصہ سوم — نمبر ہفتم

شعبان نمبر

ماہ مارچ سنہ ۱۹۲۴ء مطابق ماہ شعبان سنہ ۱۳۴۲ھ

مضامین

شذرات

رجب نمبر کی اشاعت میں معمول سے زیادہ تاخیر ہوگئی پریس کے معاملات میں بعض اوقات مجبوریاں پیش آجاتی ہیں امید ہے کہ ناظرین اس سے تنگدل نہونگے۔

صحت کا خیال جناب فاضل مولوی سید عدیل اختر صاحب بہت زیادہ کرتے ہیں مگر پھر بھی اغلاط رہجاتے ہیں چنانچہ رجب نمبر میں حسب ذیل اغلاط کی تصحیح ناظرین کرلیں

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳	۲	کہ فسق	فسق	۶	۶	جمہودتی	بمودی
"	۹	اشک	شک	۵	۱۰	ضبط	[illegible]
۴	۲	وادی کا روازہ	وادی کا دروازہ				

مقدمہ کراچی کی شاندار فتحیابی وکامیابی پر الواعظ بھی اظہار مسرت کرتا ہے اور مومنین کو مبارکباد دیتا ہے۔

جن علماء کی تصویریں الواعظ میں شایع ہوئی ہیں یا آیندہ ہونگی اُن کی علحدہ کاپی اگر کوئی صاحب لینا چاہیں تو دفتر سے ۲؍ فی تصویر ملسکتی ہیں۔

دار العلوم ناظمیہ میں سالانہ امتحان کا سلسلہ ۲۰ مارچ سے شروع ہوا اور ۲۵ کو ختم ہوا

مولوی سید علی صاحب واعظ ومبلغ مدرسۃ الواعظین کربلاے معلے روانہ ہوے ہیں زیارات سے مشرف ہوکر افریقہ جائیں گے اور فرائض تبلیغ کو ادا کرینگے کیونکہ وہانکے حضرات اُنکے بہت زیادہ مشتاق ہیں

مدیر الواعظ ۲۸ مارچ کو جوگی رامپور کے مشہور جلسوں میں بغرض شرکت گیا تھا سکریٹری انجمن مرتضوی سید محمد احسن صاحب خاور اور نیز وہاں کے مومنین کی کوششیں قابل تحسین وآفرین ہین مہمانوں کی خاطر وتواضع میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا جنگل میں منگل کا سماں دکھادیا اس مقام کے متبرک ہونے میں کوئی شک نہیں میں بوجہ ضروریات اکیدں سے زیادہ قیام نہ کرسکا پہلے جلسہ میں مولوی سید محمد صاحب کا بیان نہایت دلکش ودلاویز تھا

ترجمۂ کتاب مطالب السئول فی مناقب آل الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ

از جناب محمد حسن احسین صاحب جونپوری

حضرت مہدیؑ سُرمن راے (سامرہ) مین ۲۳ ماہ رمضان المبارک ۲۵۸ھ ہجری مین پیدا ہوے والد ماجد آپکے حسن الخالص بن علی المتوکل بن محمد القانع بن علی الرضا بن موسی الکاظم بن جعفر الصادق ابن محمد الباقر بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب ہیں۔ اور والدۂ ماجدہ ام ولد ہین جنکا نام صقیل ہے۔ کسی نے حکیمہ نام لیا ہے کسی نے اور دوسرا۔ اسم مبارک محمدؐ ابو القاسم کنیت حجۃ وخلف صالح ومنتظر القاب ہین۔

حضرت مہدی علیہ السلام کے بارہ مین جو احادیث صحیحہ رسول اللہؐ سے روایت کی گئی ہین ان مین سے کچھ تو ایسی ہین جنکو امام حدیث ابو داؤد ترمذی ہر ایکنے اپنی اپنی سند سے اپنے اپنے صحیح مین نقل کیا ہی اور سلسلہ روایت ابو سعید خدری تک پہنچایا ہی۔ کہ ابو سعید خدری نے کہا کہ مین نے رسول اللہؐ کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ مہدی میری نسل سے ہوگا اُسکی پیشانی منور وتابان ہوگی بلند بینی ہوگا وہ زمین کو عدل و انصاف سے اسی طرح بھر دیگا جس طرح وہ ظلم وجور سے پُر ہوگئی ہوگی اور سات سال روے زمین پر حکومت کریگا۔

اور کچھ حدیثین ایسی ہین جنکو ابو داؤد نے اپنی سند سے اپنی صحیح مین روایت کیا ہے اور

سلسلۂ روایت نبی علیہ السلام تک پہونچایا ہی کہ حضرت نے کہا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہی کہ اگر زمانہ کے ختم ہونے کو صرف ایک ہی دن رہ جائے تب بھی خدا ایک مرد کو میرے اہلبیت سے مبعوث کریگا جو زمین کو عدل سے اس طرح بھریگا جس طرح وہ ظلم سے پُر ہوگئی ہوگی۔

اور کچھ حدیثین ابو داؤد نے اپنی سند سے اپنی صحیح مین ام سلمہ زوجہ رسول اللہ صلعم سے روایت کی ہین کہ ام سلمہ نے کہا کہ مین نے رسول اللہ صلعم کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ مہدی میری اولاد مین فاطمہ کی نسل سے ہوگا۔

اور کچھ حدیثین وہ ہین جنکو قاضی ابو محمد حسین بن مسعود بغوی نے اپنی کتاب مسمیٰ بشرح السنۃ مین روایت کیا ہی اور اسکو امام حدیث بخاری و مسلم ہر ایک نے اپنی اپنی سند سے اپنے اپنے صحیح مین ابو ہریرہ تک سلسلۂ روایت پہونچا کر نقل کیا ہی کہ کہا ابو ہریرہ نے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ تمھاری (اے مسلمانو) کیا کیفیت ہوگی جبکہ عیسیٰ بن مریم آسمان سے تمھارے درمیان اُترینگے اور امام و سردار تمھارا تم ہی مین سے ہوگا۔

اور کچھ حدیثین ابو داؤد اور ترمذی نے اپنے اپنے اسناد سے اپنے اپنے صحیح مین عبداللہ ابن مسعود سے روایتین کی ہین کہ رسول اللہ صلعم نے کہا اگر دنیا کے ختم ہونے کو ایک پورا دن بھی باقی نہ رہے تو خدا اُسی دن کو اتنا طویل کر دیگا کہ میری نسل اور میرے اہلبیت مین سے ایک ایسے شخص کو مبعوث کرے جس کا نام میرا نام ہوگا اور جس کے باپ کا اسم میرے باپ کا اسم ہوگا وہ زمین کو عدل و انصاف سے پُر کر دیگا جس طرح وہ ظلم و جور سے بھر گئی ہوگی۔

ایک دوسری روایت مین ہے کہ دنیا فنا نہ ہوگی جب تک کہ عرب کا مالک ایک شخص میرے اہلبیت مین سے نہ ہو جائے جو میرا ہمنام ہوگا۔

ایک دوسری روایت مین ہے کہ نبی صلعم نے فرمایا کہ ایک شخص میرے اہلبیت مین سے

آئندہ ہوگا میرا ہمنام ہوگا۔ یہ سب روایات ابوداؤد اور ترمذی کی ہین۔

اور انھین روایات مین سے وہ روایت ہی جو امام ابواسحاق بن محمد ثعلبی نے اپنی تفسیر مین اپنے اسناد سے انس بن مالک سے روایت کی ہی کہ کہا رسول اللہ صلعم نے ہم فرزندان عبدالمطلب اہل جنت کے سردار ہین۔ مین اور حمزہ اور جعفر و علی و حسن و حسین اور مہدی۔

پس اگر کوئی معترض یہ کہے کہ یہ سب احادیث جو تعداد مین بکثرت ہین اور جنمین فرداً فرداً اور مجموعاً تصریح ہی۔ ان احادیث کے صحت اسناد پر سب کا اتفاق ہی اور اس پر بھی سب کا اجماع ہی کہ یہ سب رسول اللہ صلعم سے منقول اور وارد ہین اور یہ سب صحیح و صریح ہین۔ اس امر کے ثابت کرنے کے لئے کہ مہدی فاطمہ کی اولاد۔ رسول اللہ کے نسل و عترت و اہلبیت سے ہونگے۔ رسول اللہ کے ہمنام ہونگے زمین کو عدل سے بھر دینگے اور اولاد عبدالمطلب سے ہونگے سادات اہل جنت سے ہونگے۔ لیکن یہ سب وہ امور ہین جنمین نزاع نہین ہے۔

نزاع تو اسمین ہی کہ یہ احادیث اسپر دلالت نہین کرتین کہ مہدی جنکی صفات و علامات حدیث مین مذکور ہین وہ وہی ابوالقاسم محمد بن الحسن الملقب بحجہ و خلف صالح ہین اس لئے کہ اولاد فاطمہ بکثرت ہی اور جو قیامت تک انکی نسل مین پیدا ہوگا فرزند فاطمہ کہلائیگا اور عترت طاہرہ و اہلبیت مین سے ہونا اسپر بھی صادق آئیگا۔ پس ان احادیث مذکورہ کے ساتھ ایک اور دلیل کے زائد کرنے کی ضرورت ہی جو دلالت کرے کہ مہدی موعود و مراد وہی ابوالقاسم حجہ مذکور ہین تاکہ تمہارا مطلب ثابت ہو۔ پس جواب اسکا یہ ہی کہ رسول اللہ نے جبکہ مہدی کے صفات متعددہ بیان کیئے انکا اسم و نسب فاطمہ و عبدالمطلب کی اولاد مین ہونا بیان کیا اور یہ کہ انکی پیشانی تابان و درخشان اور بینی بلند ہوگی اور ان اوصاف کثیرہ کو گنایا جن پر وہ احادیث جو ابھی مذکور ہوئین مشتمل ہین۔ اور ان صفات کو علامت و دلالت قرار دیا اس امر کہ جو شخص

باسم مہدی موسوم ہوگا اور جس کے لئے احکام مذکورہ ثابت ہونگے وہ وہی شخص ہوگا جسمین یہ صفات مجتمع ہون پھر چونکہ یہ صفات جو کہ علامت و دلالت قرار دی گئی ہین ابو القاسم محمد خلف الصالح مین مجتمع پائین اور اُنکے علاوہ اور دوسرے مین مجتمع نہین پائین پس اس بات کا قائم ہونا لازم ہوا کہ یہ احکام حضرت ابی القاسم محمد الخلف الصالح کے لئے ہی ثابت ہین اور قائم ہونا اسکا کہ ان احکام واحادیث کے صاحب و مصداق یہی ہین۔ ورنہ اگر یہ جائز ہو کہ علامت و دلیل پائی جائے اور مدلول اس کا ثابت نہ ہو تو یہ قادح ہوگا اس امر کے علامت و دلالت قرار دیے جانے مین رسول اللہ کی طرف سے اور یہ امر ظاہر ہے

پس اگر معترض یہ کہے کہ علامت و دلالت پر عمل کرنا اسوقت لازم و متعین ہوگا جب یہ علم حاصل ہو جائے کہ جس مین یہ علامت و دلالت پائی گئی وہ وہی شخص ان علامات و دلالات کے ساتھ مخصوص و متفرد ہے دوسرے کسی شخص مین یہ نہین پائی جاتین لیکن جب اُس شخص کے ان علامات و دلالات کے ساتھ مخصوص و متفرد ہونے کا علم حاصل نہ ہو پس دلالت و علامت کی وجہ سے اُس شخص کے متعلق حکم نہین کیا جا سکتا کہ وہ ہی ان علامات و دلالات کا مدلول ہے۔ اور ہم تسلیم کرتے ہین کہ رسول اللہ کے زمانہ سے خلف صالح حجۃ محمد کے ولادت تک اولاد فاطمہ مین کوئی ایسا شخص نہین پایا گیا جس مین یہ تمام صفات جو علامت و دلالت ہین مجتمع ہون لیکن مہدی کی بعثت ظہور و ولایت کا وقت اوقات دنیا کا آخری وقت ہی دجال کے ظاہر ہونے اور عیسیٰ علیہ السلام کے نازل ہونے کے وقت کے قریب۔ اور یہ وقت مدت مدید کے بعد آئے گا اور اسوقت سے اُسوقت تک بہت زمانہ ہے اور فاطمہ کی نسل مبارک بکثرت ہے انمین بھی اسوقت تک لوگ پیدا ہوتے رہینگے۔ پس ظاہر ہی کہ نسل پاک و طاہر اور عترت نبویہ مین کوئی شخص پیدا ہو جو ان صفات کا جامع ہو۔ پس وہی مہدی ہوگا جسکی طرف

احادیث مذکورہ مین اشارہ کیا گیا ہی۔ اور اس احتمال و امکان کے ساتھ کیونکر تمھاری دلیل حجۃ محمد مذکور
کے ساتھ مختص باقی رہیگی۔ پس جواب یہ ہی کہ تمنے جب پہچان لیا کہ وقت ولادت خلف صالح تک اور
ہمارے اس وقت تک سواے حضرت حجۃ کے کوئی شخص نہین پایا گیا جسمین یہ تمام صفات جمع ہون
تو یہ حضرت کے متعلق اُن احکام کے ثبوت کے لئے کافی ہی اُس دلالت پر عمل کرنے کی وجہ سے جو ان
حضرت کے متعلق موجود ہین۔ اور تمنے جو یہ احتمال ذکر کیا ہی کہ آئندہ عترت طاہرہ مین کوئی ان صفات
کا جامع ہوگا تو یہ احتمال دلالت پر عمل کرنے مین قادح نہین اور نہ مانع ہے اس سے کہ
دلالت کا حکم دلالت پر مترتب ہو اسلیئے دلیل کی دلالت امر راجع ہی اسکے ظاہر ہونیکی وجہ
اور احتمال اسکا کہ آئندہ اس دلالت کا معارض پیدا ہو ظاہر ہو مرجوح ہی۔ اور مرجوح کی وجہ سے راجح
کو چھوڑنا جائز نہین ہی۔ اسلیئے کہ اگر ہم اسکو جائز رکھین تو اکثر دلیلون پر جو مثبت احکام ہین عمل
کرنا ممتنع ہو جائیگا اسلیئے کہ کوئی دلیل نہین جسمین اسکے معارض کے پیدا ہو جانیکا احتمال نہ ہو مگر یہ
احتمال اس دلیل پر عمل کرنیسے باتفاق اہل اسلام مانع نہین ہی اور اسکی توضیح و تاکید ان واقعات سے ہوتی ہی
ا۔ رسول اللہؐ نے جیسا کہ مسلم بن حجاج نے اپنی صحیح مسلم مین روایت کیا ہی عمر بن خطاب سے کہا
کہ تمھارے پاس ایک گروہ اہل یمن کا آئیگا۔ اسمین اویس بن عامر مرادی قرنی ہوگا۔ اسکو برص کی بیماری
بھی ہوگی مگر خدا اسکو صحت دیگا البتہ ایک درم بھر داغ باقی رہیگا اُسکی مان زندہ ہوگی وہ نیکوکار
ہوگا اگر وہ خدا کی قسم کھا کر کہے تو خدا اُسکی قسم کو سچا کریگا پس اے عمر اگر تم اُس سے اپنی مغفرت کی دعا
کراسکو تو اپنے لئے دعا کراؤ۔ دیکھو نبیؐ نے اُسکا نام و صفات بیان کیا اور اسکو علامت و دلالت
قرار دیا اسکی کہ اس نام اور ان صفات کا شخص اگر خدا کو قسم دے تو خدا اسکی قسم کو پورا کریگا اور یہکہ
وہ اہل ہی اسکا کہ اُس سے دعائے مغفرت کی خواہش کیجائے۔ اور یہ منزلہ عالیہ اور مقام اعظم ہی اللہ تعالےٰ
کے نزدیک۔ پس عمر بعد وفات رسول اللہؐ و بعد وفات ابوبکر برابر یمن کے گروہ سے اس صفت کے
شخص کے جویان رہے یہانتک کہ ایک دفعہ یمن کا گروہ آیا اسنے بھی پوچھا تو اُسنے ایسے شخص کی خبر

پس عمر نے اس علامت و دلالت پر عمل کرنے مین توقف اور دیر نہ کی جو علامت و دلالت رسول اللہ نے بیان کی تھی بلکہ اسپر عمل کرنے مین جلدی کی اور انکے پاس گئے اور انسے دعائے مغفرت کے طالب ہوے اور عمر کو یقین ہوگیا کہ حدیث نبوی مین انھین کی طرف اشارہ کیا گیا ہی جبکہ انمین ان صفات کا یقین ہوگیا باوجود اسکے کہ یہ احتمال موجود تھا کہ آیندہ ولودین کے ساتھ کوئی اور شخص ان صفات سے متصف آئے اسلئے کہ قبیلہ مراد بہت بڑا قبیلہ تھا اسمین توالد بھی بکثرت تھا۔ پس جو احتمال تمنے ذکر کیا وہ بعینہ اس واقعہ مین موجود ہی مگر یہ احتمال دلالت و علامت پر عمل کرنیسے مانع نہ ہوا)

نوٹ اس سے واضح ہوا کہ حضرت عمر کی مغفرت کا ذریعہ اویس کی دعا تھی ۱۲ مدیر

۲۔ اور ایسا ہی خوارج کا معاملہ ہی کہ انکا ذکر رسول اللہ نے صفات کے ساتھ کر دیا تھا اور ان صفات پر ان خوارج کا حکم مترتب فرما دیا تھا۔ پس جب علیؓ نے اُن صفات کو اُن لوگون مین واقعۂ صوررا و نہروان مین موجود پایا حضرت نے یقین کر لیا کہ یہی لوگ حدیث نبوی مین مراد ہین اور اُن سے مقاتلہ کیا اور اُنکو قتل کیا۔ پس حضرت علیؓ نے دلالت پر عمل کیا صفت کے وجود کے وقت حالانکہ احتمال تھا کہ مراد یہ لوگ نہ ہون انکے علاوہ دوسرے ہون۔ مثالین ایسے دلالت اور اسپر عمل کرنیکے احتمال قائم ہونیکے ساتھ بہت ہین۔ پس معلوم ہوا کہ دلالت راجحہ احتمال مرجوح کی وجہ ترک نہین کی جاتی ہی۔ اور ہم اس مطلب کو اور توضیح سے بیان کرتے ہین۔

ہم کہتے ہین کہ علامت و دلالت کے پائے جانے کے وقت حکم کا ثبوت لازمی ہونا اس شخص کے لیئے جسمین وہ علامت و دلالت پائی جائے ایک ایسا امر ہی جس پر عمل کرنا متعین و ضروری ہی پس جو اسکو ترک کرے اور کہے کہ صاحب صفات جسکے لئے حکم کا اثبات مقصود ہی وہ یہ شخص نہین بلکہ اسکے سوا دوسرا ہی جو آیندہ ہوگا۔ تو اس شخص نے منہ پھیرا اور اپنے کو مستحق ملامت بنایا۔ اسپر دلیل یہ ہی کہ اللہ تعالی نے جب توراۃ مین موسی علیہ السلام کو خبر دی کہ وہ آخر زمانہ مین نبی عربی کو مبعوث کریگا

جو خاتم انبیا ہوگا اور انکی صفات بیان کین اور ان صفات کو علامت و دلالت اس امر پر قرار دی کہ
حکم نبوت کا اثبات اسکے لئے ہی اور حضرت موسی کی قوم برابر اس نبی عربی کو اسکے صفات کے ساتھ
ذکر کرتی رہی اور جانتی تھی کہ وہ مبعوث ہوگا۔ پس جبکہ زمان ظہور و بعثت قریب آیا تو وہ مشرکین کو
اُس نبی کا خوف دلانے لگے اور کہنے لگے کہ عنقریب ایک نبی ظاہر ہوگا جنکی یہ یہ صفتین ہین۔ ہم
اُسکی مدد سے تمسے قتال کرینگے۔ لیکن جب حضرت مبعوث ہوئے اور یہود نے وہ تمام علامات
وصفات جو حضرت کی نبوت پر دلالت کرتی تھین حضرت مین موجود پائین تو حضرت کی نبوت کے
منکر ہوگئے اور کہا کہ یہ وہ نبی نہین ہین بلکہ وہ نبی آپکے علاوہ دوسرا شخص ہی اور وہ آیندہ ہوگا۔
پس جب یہود احتمال کی جانب مائل ہوے اور اسوقت کی موجودہ دلالت پر عمل کرنے سے منھ پھیرا
تو خدا نے اُنکے اس فعل کو کہ اُنھون نے وہ دلالت جو اُنکے لئے توراۃ مین بیان کیگئی ہی چھوڑ کر
احتمال پر عمل کیا۔ نہایت ناپسند کیا اور انکو لعنت ملامت کی۔ یہ قصہ تمام دلیلون مین بزرگترین
دلیل اور تمام حجتون مین قوی ترحجت ہی اسپر کہ دلالت پر عمل لازم و متعین ہی جبکہ دلالت موجود
ہو اور حکم ثابت کیا جائیگا اُس شخص کے لئے جسمین یہ دلالت پائی جائے۔ تو جب وہ صفات
جو علامات و دلالات مین ثبوت احکام مذکورہ کے لئے حجۃ خلف صالح محمد مین موجود ہین تو متعین و
لازم ہوا کہ حضرت ہی مہدیؑ مین جنکی جانب احادیث مین اشارہ ہی اور اُس احتمال کی طرف کہ
آیندہ دوسرا شخص ہوگا توجہ نہ کی۔ اب اگر معترض یہ کہے کہ ہم تسلیم کرتے ہین تمھاری وجہ سے
کہ وہ صفات جو دلالت و علامت قرار دی گئی ہین جب پائی جائین تو اسپر عمل لازمی ہی اور جسمین
یہ علامات و دلالت پائی جائین اُسکے لئے ان دلالات کا مدلول ثابت کرنا بھی ضروری ہے۔
لیکن ان علامات و دلالات کا وجود خلف صالح محمد مین ممنوع ہی اسلیے کہ ان تمام صفات مین سے
جو علامت و دلالت قرار دی گئی ہین ایک یہ ہی کہ مہدی علیہ السلام کے باپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے باپ کے ہمنام ہونگے اسی طرح حدیث نبوی نے تصریح کی ہے اور یہ صفت خلف صالح مین نہین پائی گئی اسلیئے کہ اُنکے والد کا نام حسنؑ ہے اور نبیؐ کے والد کا نام عبداللہ ہے کہان حسن کہان عبداللہ؟ پس یہ صفت جو علامت و دلالت کا جز ہے نہ پائی گئی اور جب جز علت نہ پایا گیا تو علت کا حکم ثابت نہ ہوگا اسلیئے کہ باقی صفات ان احکام کے ثابت کرنے کے لئے کافی نہین ہین اسلئے کہ رسول اللہؐ نے وہ احکام ثابت نہین فرمائے ہین مگر اس شخص کے لیئے جسمین یہ صفات مجتمع ہون کہ جسکا ایک جز یہ ہے کہ ان کے والد یہ رسول اللہؐ کے ہمنام ہونگے اور یہ علامت حجۃ خلف مین مفقود ہے۔ پس یہ احکام اُن کے لیئے ثابت نہ ہونگے اور یہ ایک قوی اشکال ہے۔

جواب تفصیلی شروع کرنے سے پہلے دو امر کا بیان ضروری ہے جسپر ہمارا مطلب و غرض مبنی ہے

۱۔ زبان عرب مین لفظ اب، کا جدّ اعلیٰ کے لیئے بولنا شائع و مشہور ہے اور قرآن کریم اس محاورہ کے ساتھ ناطق ہے خدا فرماتا ہے ملۃ ابیکم ابراھیم زاے عرب یہ تمھارے باپ (جداعلی) ابراہیم کی ملت ہے اور خدا نے حضرت یوسفؑ کے قول کی حکایت کرتے ہوئے فرمایا ہے واتبعت ملۃ اٰبائی ابراھیم واسمٰعیل واسحٰق ویعقوب اور مین نے اپنے آبا ابراہیمؑ و اسحٰقؑ و یعقوبؑ کے ملت کی پیروی کی۔ اور حدیث معراج مین رسول اللہؐ نے فرمایا ہے قلت من ھذا قال ابوک ابراھیم (یعنی) مین نے کہا یہ کون بزرگوار ہین اُسنے کہا کہ یہ آپ کے باپ (جدّ اعلیٰ) ابراہیم علیہ السلام ہین۔

پس معلوم ہوا کہ دادا کو اگرچہ وہ کتنا ہی بعید ہو زبان عرب مین باپ کہا جاتا ہے۔ یہ ایک امر تھا

۲۔ لفظ اسم کا اطلاق کنیت اور صفت پر بھی ہوتا ہے اور اسکو فصحا نے استعمال کیا ہے اور اُنکی زبانون پر جاری ہے اور احادیث مین وارد ہے یہانتک کہ امام حدیث بخاری و مسلم ہر ایک نے اپنی اپنی صحیح مین بسلسلۂ سند سہل بن سعد ساعدی سے روایت کی ہے کہ اُسنے حضرت علیؑ سے

روایت کی ہو کہ رسول اللہ ؐ نے ان کا اسم ابو تراب رکھا اور رسول اللہ کے نزدیک اس اسم سے زیادہ محبوب کوئی اسم حضرت علی کا نہ تھا دیکھو اس نے اسم کا اطلاق کنیت پر کیا ہو۔

ایسا ہی شاعر متنبی نے بھی کہا ہے۔

اجل قدرک ان تسمی مؤبنتہ	ومن کناک فقد سماک للعرب

اے سیف الدولہ کی بہن تیری قدر و منزلت میرے نزدیک اس سے	بلند ہو کہ تیرا نام نوحہ و زاری مین لیا جائے اور جسنے تیری کنیت بیان کی گو اُسنے اہل عرب سے تیرا نام بیان کر دیا۔

دیکھو شاعر نے کنیت و صفت پر تسمیہ (اسم نام بولنے) کا اطلاق کیا ہو اور یہ زبان عرب مین شائع ہو۔
جب یہ دو باتین واضح ہو گئین تو اب تم یہ جانو خدا اپنی توفیق کے ساتھ تمھاری مدد کرے کہ نبی ؐ کے دونواسے تھے ابو محمد الحسن اور ابو عبد اللہ الحسین۔ اور حجۃ غلف صالح محمد اولاد ابو عبد اللہ الحسین سے تھے نہ اولاد ابو محمد الحسن سے۔ اور حسین کی کنیت ابو عبد اللہ تھی پس حضرت نے لفظ کنیت پر اسم کا اطلاق فرمایا تاکہ ان کے (حضرت مہدی ؑ کے) باپ (اب) کے بارہ مین مقابلہ بالاسم ہو سکے اور جد (دادا) پر لفظ اب (باپ) کا اطلاق فرمایا پس گویا حضرت ؐ نے یہ فرمایا کہ اسکا نام اور میرا نام ایک ہوگا پس وہ محمد ہوگا اور مین محمد ہون اور اسکے جد کی کنیت میرے باپ کا نام ہوگی کہ وہ (جد) ابو عبد اللہ ہو اور میرے باپ عبد اللہ ہین۔ (اسی طرح حضرت نے فرمایا) تاکہ یہ الفاظ مختصرہ جامع ہون اسکے صفات کے پہچنوانے کے لئے اور اس امر سے بطریق جامع و مختصر آگاہ کرنے کے لئے کہ وہ اولاد ابو عبد اللہ الحسین سے ہونگے۔ اور اب تمام صفات منتظم ہو گئین اور کل کی کل حجۃ خلف صالح محمد کے لئے مجتمع ہو گئین۔ یہ بیان کافی و شافی ہو اس اشکال کے زائل کرنے مین خوب غور کرو۔

لیکن انکی اولاد تو انکے کوئی اولاد نہ تھی کہ ذکر کی جائے نہ لڑکا نہ لڑکی۔ عمر شریف

حضرت مہدی زمانہ معتمد علی اللہ مین پیدا ہوئے حضرت کو سلاطین وقت کا خوف ہوا اور مخفی ہو گئے اور ابتک مخفی ہین اسلیے عمر شریف کا ذکر نا ممکن ہی اسلیے کہ جو شخص غائب ہو جائے اور اُسکی خبر منقطع ہو جائے تو اسکے اس غیبت اور مفقود الخبر ہونے سے اسکی عمر کی مقدار نہین بتائی جا سکتی اور نہ یہ حکم دیا جا سکتا ہی کہ وہ مر گیا۔

اور خدا کی قدرت وسیع ہی اور اسکا حکم والطاف بندون کے حق مین عام وعظیم ہی اگر بڑے بڑے علما اُسکے مقدورات کے حقائق اور اُنکی قدرت کے حقیقت دریافت کرنے کا ارادہ کرین تو وہ اسپر قادر نہین ہو سکتے وہ عاجز ہو جائینگے اور انکی زبان عجز انکو یہ آیت پڑھکر سنائیگی وما اوتیتم من العلم الا قلیلا تمکو نہین عطا کیا گیا ہی علم مین سے مگر تھوڑا۔ اور یہ کوئی عجیب وغریب بات نہین ہی کہ خدا اپنے بعض مخلص بندون کی عمر بڑھا دے اور اسکی عمر وزندگی اسوقت تک ممتد کر دے اور اپنے مطرودین واعدا مین سے کسی کی عمر اسی طرح طویل کر دے۔

دیکھو اصفیا مین سے عیسیٰ وخضر علیہما السلام ہین اور بہت سے انبیا کی عمرین طویل ہوئین یہانتک ہر ایک انمین سے ہزار سال سے تجاوز کر گیا یا اسکے قریب پہونچ گیا مثل حضرت نوح وغیرہ کے اور اعدا مطرودین مین ابلیس لع ودجال لع ہے اور انکے غیر مین سے قوم عاد اولیٰ ہی کہ ان مین بعض ایسے تھے جنکی عمر ہزار سال کے قریب تھی اور ایسا ہی لقمان صاحب ابد تھا۔

یہ سب بیان اسلیے تھا کہ خدا کی قدرت وسیع ہی اپنی بعض خلق کی عمر بڑھانے مین۔ پس کون چیز مانع ہی خلف صالح کی عمر شریف طویل وممتد ہونے سے یہانتک کہ وہ ظاہر ہون اور عمل کرین اسپر جس کا حکم اُن کو خدا نے دیا ہے۔

جبکہ کلام اس مقام تک پہونچ گیا تو ہم اس کو حمد خداے رب العالمین پر ختم کرتے ہین۔

چو غلام آفتابم ہمہ ز آفتاب گویم
نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم

موسیٰ (الہی وعظ) کی پرورش دشمن کے گھر مین ہوئی، ایک خدا پرست عورت کی آغوش صحیفۂ نبوت کی رحل تھی، تین دن کی غیبت جو دلیل غیبت حجت کا پیش خیمہ اور اسوہ حسنہ انبیا تھا، موسیٰ نے اختیار کی، یہ بھی ایک خاموش وعظ تھا اگر دنیا غور کرے۔

مان کا دل فراق پسر مین سیماب وار بیقرار تھا اور سوا خیال موسیٰ کے کوئی خیال بھی دلنشین عتبۂ عصمت نہ تھا، واصبحت فوادام موسیٰ فارغا

اگر غور سے دیکھو تو تمھین معلوم ہوگا کہ ایسے وقت مین جبکہ کفر محیط عالم تھا، جب عذر شرعی بھی پیدا ہو سکتا تھا، جب تکلیفات شرعیہ کیلئے کوئی جگہ پیدا نہ تھی، کیونکہ اضطراری کیفیات حرمت کو حلت کے حدود تک کھینچ لاتی ہین، پھر بھی موسیٰ اپنی نبوت کے لحاظ سے کسی ایسی آغوش مین نہین دئے گئے جسمین شائبۂ کفر یا بوے ضلالت ہو، اگرچہ گھر کافر کا گھر تھا، اور سلطنت کافر کی سلطنت تھی۔

تو کیا کوئی ہادی، کوئی نبی، کوئی امام، ایسی گود مین دیا جا سکتا ہے یا ایسی آغوش مین پرورش پا سکتا ہے جو کفر و ضلالت کی طرف منسوب ہو؟ یہ بھی موسیٰ کا ایک وعظ تھا جو دامن ابو طالب سے داغ کفر کو اپنی برہانی قوت سے دھوے دیتا ہے، اور خلق سے آزریت

کی نسبت دور کرتا ہے۔

دہن نبوت ان دھاروں کو پہچانتا تھا جو شعاع نورین کی طرح موسیٰ کے لئے ودیعت رکھ گئیں تھیں اور نبی کی قوت امتیاز بھی مجروح نہ تھی یہی وجہ تھی کہ موسیٰ نے کسی عورت کا دودھ نہیں پیا اور آسیہ کی تمام کوشش بیکار ثابت ہوئی وحرمنا علیہ المراضع الخ

حضرت موسیٰ کسی کی طرف رغبت ہی نہیں کرتے تھے اسکی وجہ صرف یہی تھی کہ نبی کی پرورش کی قابلیت ہر غذا نہیں رکھ سکتی۔

قریش نے ابوطالب سے آکے کہا تھا کہ رسول کو ہمیں دیدو کیونکہ انھوں نے ہمارے خداؤں کے دامن الوہیت پر ایک بدنما داغ لگایا ہے، اور ہمارے بچوں میں کسی ایک کو لیکر تم پرورش کرو اور اسے متبنٰی کرلو تو آپ نے جواب میں فرمایا تھا۔ ھل رایتم ناقۃ حنت الی غیر فصیلھا او فصیلا حن الی غیر ناقتہ ناقہ اپنے ہی بچے کی طرف ملتفت ہوتا ہے اور بچہ اپنی ہی ماں کو چاہتا ہے۔"

موسیٰ آخرکار اپنی ماں کی آغوش میں پہونچے اور خلاق وعدہ کے الفاظ " انا رادوہ الیک " اپنے معنون سے ہم آغوش ہوے۔ سچ ہے ان اللہ لا یخلف المیعاد غور کرو اور دیکھو، کہ پروردہ آغوش وحی و ملائکہ جو فرد ہیں ہوتی ہیں ان کی پاکیزہ و منزہ غذائیں کیسی ہوتی ہیں، سید الشہداء علیہ السلام کی ولادت پر نظر کرو تو تمھیں پتہ چلیگا کہ سیدہ طاہرہ کی دودہ کی قائم مقام اگر کوئی غذا ہو سکتی تھی تو وہ لعاب دہن رسول تھا بہت سی عورتیں دودہ پلانے کے لئے اور خدمت فرزند رسول کے لئے مل سکتی تھیں مگر کبھی اس نکتہ پر بھی غور کیا ہے کہ وہ کیا بات تھی کہ جس کی وجہ سے تین دن کا فاقہ بچہ کو

دیا گیا۔

اہل ادراک جانتے ہیں اور صاحبان عقل پہچانتے ہیں کہ طہارت عصمت اور غذاؤں سے دامن کش تھی، اور ان معنوں غذا فی الوحی وربتنی الملائکۃ کو محفوظ رکھنا چاہتی تھی۔

یوہیں امیر المومنین کی طفلی پر نظر کرو تو تمھیں معلوم ہو کہ رسول کی حدیث یاعلی لحمک لحمی و دمک دمی کیونکر اپنے صدق کیلئے جگہ نکالتی ہے اور کیونکر رسالت امامت کے نشو ونما میں حصہ اور ایک بڑا حصہ لیتی ہے، رسول ایک جاں نثار کی پرورش کیونکر کرتا ہے اور تغذیہ روحی و جسمی میں کس طرح مشغول ہے

موسیٰ کی آلہی سفارت کو اگر اپنے ذہن کے سامنے رکھ کر تصور کرو اور اُن کے عنفوان تبلیغ پر نظر کرو تو تمھیں ظاہر ہوگا کہ کے فردیں ملت کے ہمراہ اپنے مایۂ اعتقاد کی بے غشی کا ثبوت دے رہی تھیں اس گھر میں مردوں میں صرف دو بچے تھے جنھوں نے اس امر اہم کا بیڑا اٹھایا تھا (موسیٰ و ہارون) یہ ویسا ہی تھا جیسے ابو طالب کے پارۂ جگر، ہاشم کے گھرانے کے دو چاند رسول اور اُسکا جاں نثار بھائی علی۔

ابتدائے بعثت سے جو حالتیں پیدا ہوئی تھیں، آخرکار انھوں نے رسول کو اس کہنے پر مجبور کیا اور خدا نے کہلوایا "انت منی بمنزلۃ ہرون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی"

یہ استثنا رسول ہی نے نہیں فرمایا اگر تاریخی صفحات کو دیکھو تو تمھیں معلوم ہو جائے گا کہ آپ سے قبل یہ استثنا حضرت ابو طالب کر چکے تھے۔

حضرت ابو عبد اللہ علیہ السلام سے روایت ہے کہ فاطمہ بنت اسد حضرت ابو طالب کے پاس اس غرض سے تشریف لے گئیں کہ رسول کی پیدائش کی مبارکباد دیں تو آپ نے بھی

جناب فاطمہ بنت اسد کو مبارکباد دی اور فرمایا کہ میں بھی تم کو رسول کے مثل کی ولادت کی مبارکباد دیتا ہوں مگر نبوت مستثنیٰ ہے

اِن فاطمۃ بنت اسد جائت الی ابی طالب تبشر بمولد النبی فقال ابوطالب اصبری سبتا اُبشرک بمثلہ الا النبوۃ (بحار الانوار جلد نہم)

اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ امیرالمومنین میں مثلیت رسول تھی اگر ابوطالب کے قول سے جبرئیل کے قول کو ملاؤ جو سورہ برأت کے تبلیغ کے وقت رسول سے کہا تھا لن یبلغھا الا انت اورجل منک۔ او مثلک" تو ثلیت اور نمایاں شکل اختیار کرے گی۔

رسول کے دہن اقدس سے حدیث منزلت صرف ایک ہی مرتبہ نہیں نکلی بلکہ اس کا تذکرہ آپ نے کئی دفعہ فرمایا۔

منازل نور (ثلاث عشرۃ کاملۃ)

پہلی منزل اس منزلت کی منزل خیبر تھی جب کافرین و منافقین کے گوش باطل نیوش اس آواز رسول کو سن رہے تھے ویجعلون اصابعھم فی اذانھم جیسا کہ اخطب خوارزم۔ ابن المغازلی وغیرہ نے لکھا ہے۔

دوسری منزل روز سدا بواب تھی۔

تیسری منزل اس منزلت کی اس حدیث کے دامن سے وابستہ تھی یا علی انت اول المسلمین اسلاما واول المومنین ایمانا وانت منی بمنزلۃ ھرون من موسیٰ" چنانچہ فاروق اعظم سے ابن نجار نے روایت کی ہے۔

چوتھی منزل اسوقت تھی جب مترجم وحی سلمان سے مخاطب تھا اور کہہ رہا تھا کہ سلمان! علی کا گوشت میرا گوشت ہے اور علی کا خون میرا خون ہے اور اس کی منزلت مجھ سے ویسی ہے

جیسے ہارون کو موسیٰ سے تھی۔

پانچویں منزل روز ولادت امام حسین علیہ السلام ہے جب خدا نے جبریل کے ہاتھوں پیام تہنیت پہونچایا اور امیر المومنین کے لئے یہ منزلت عطا کی

چھٹی منزل حدیث مواخات کے ساتھ تھی، جب رشتہ اخوت محکم ہو رہا تھا

ساتویں منزل حدیث یا علی لحمک لحمی ودمک دمی کے ساتھ تھی۔

آٹھویں منزل۔ اس وقت تھی جب رسول عقیل و جعفر و علی سے مخاطب تھے اور محبت کے وجوہ بتا رہے تھے۔ عن عبداللہ بن محمد بن عقیل عن ابیہ عن جدہ عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ قال قال لی رسول اللہ یا عقیل احبک لخصلتین لقرابتک ولحب ابیطالب ایاک واما انت یا جعفر فان خلقک یشبہ خلقی واما انت یا علی فانت منی بمنزلۃ ھرون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی

نویں منزل روز غدیر تھی جیسا کہ ابن خلکان نے لکھا ہے:۔

ولما رجع النبی من مکۃ عام حجۃ الوداع ووصل الی ھذا لمکان واخی علی ابن ابی طالب قال علی منی کھرون من موسیٰ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ۔

دسویں منزل۔ وہ منزل تھی جب تبوک میں جاتے ہوئے منافقین اپنے پست ہمتی اور کمینہ فطرتی سے کام لے رہے تھے، موسم گرما کا عذر کر رہے تھے، اور آیت یہ کہہ کر قل نار جھنم اشد حراً من ایمان مصنوعی دریائی میں آگ دے رہی تھی۔

خلف رسول اللہ علی بن ابی طالب فی غزوہ تبوک فقال اتخلفنی فی النساء والصبیان فقال اما ترضی ان تکون منی بمنزلۃ ھرون من موسیٰ

مقابلات کی فہرست | قال موسی اخلفنی فی قومی واصلح ولا تتبع سبیل المفسدین" ہارون میری خلیفہ بن کر میری قوم میں رہو اور ان کی اصلاح کرتے رہو کہیں مفسدین کا راستہ نہ اختیار کر لینا"

کوتاہ بین نگاہیں یہ نہ سمجھیں کہ موسیٰ کو ہارون سے اتباع مفسدین کا خوف تھا نہیں نہیں بلکہ یہ وہی سیاق تخاطب ہے جیسا کہ داؤد کے لئے کلام ربانی میں استعمال کیا گیا۔ یا داؤد انا جعلناك خلیفۃ فی الارض فلا تتبع الھوی فیضلك

رسول نے بعینہ علی کو ویسی حالت میں چھوڑا جیسا موسیٰ نے ہارون کو اور فرمایا اما ترضی ان تکون منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ فرق یہ ہے کہ امیر المومنین کے لئے رسول نے اس "ہدایت" کی طرف کوئی ایما ہی نہیں فرمایا چہ جائیکہ تصریح کیونکہ آپ کی ذات اس نسبت کی ہی محل نہ ہو سکتی تھی اور یہی وجہ ہے کہ رسول نے کبھی امیر المومنین کے لئے ایسی باتوں کا اشارہ ہی نہیں فرمایا حالانکہ خود خداوند عالم کی طرف سے انبیاء ماسلف کیطرح اس طریقہ و انداز کے مخاطب بنتے تھے خواہ وہ صراحۃً ہو یا ضمناً لیستغفرالله ما تقدم من ذنبك وما تاخر" اور لیحبطن عملك کے تیور دیکھو۔ یہ سب اسلئے نہ تھا کہ خود ذات انبیا مراد آیات ہوا کرتے تھے بلکہ "بہ درمیگویم اے دیوار بشنو" پر عمل تھا۔

۲۔ ہارون کے بچوں کا نام شبر و شبیر تھا علی کے بچوں کا نام بھی یہی تھا۔

۳۔ ہارون کے لئے استخلاف دو چیزوں میں ثابت تھا ایک غیبت میں دوسرے نبوت میں۔ امیر المومنین میں پہلی قسم باقی رہی اور دوسری "لا نبی بعدی" کے استثنا سے مستثنیٰ ہو گئے۔

۴۔ موسیٰ کا ساتھی اور وحدانیت خدا کی قائل اگر کوئی ذات تھی تو ہارون کی یہاں

رسول کے ساتھ کا مصلی اور اس چھوٹی سی جماعت کا رکن رکین مردوں میں اگر کوئی تھا تو علیؑ۔

۵۔ ہارون موسیٰ سے ڈرتے تھے اور متبع تھے اسی طرح جیسے کوئی وزیر اپنے بادشاہ سے ڈرتا ہے اور اصلی متابعت کرتا ہے۔ تمام تفسیریں اسکا پتہ دیں گی درمنثور کی یہ عبارت موجود ہے وتخوف هارون ان سار بین معشر من المسلمین ان یقول له موسیٰ فرقت بین بنی اسرائیل ولم ترقب قولی وکان له هائبا مطیعا

بالکل اسی طرح امیر المومنین نے اطاعت رسول میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں فرمایا اور اطیعوا الرسول کا ثبوت اگر کسی فرد نے دیا تو وہ علی کی ذات اور صرف علی کی ذات تھی۔

۶۔ موسیٰ کی دعا کو دیکھو جسے قرآن مجید نے اپنے دامن میں جگہ دی ہے "رب اشرح لی صدری ویسر لی امری واحلل عقدة من لسانی واجعل لی وزیرا من اهلی هارون اخی" الخ،

رسول کی دعا پر غور کرو کہ کیونکر اپنے قوت بازو کے لئے دعا فرما رہے ہیں۔

اخرج ابن مردویہ والخطیب و ابن عساکر عن اسماء بنت عمیس قالت رأیت رسول الله بازاء ثبیر یقول اشرق ثبیر اشرق ثبیرا اللهم اسالك بما سالك اخی موسیٰ ان تشرح صدری وان تیسر لی امری وان تحل عقدة من لسانی یفقهوا قولی واجعل وزیرا من اهلی علیا اخی اشدد به ازری واشرکه فی امری کی نسبحك کثیرا ونذکرك کثیرا انك کنت بنا بصیرا (درمنثور سیوطی) (تذکرہ ابن جوزی)

قمیص علیؑ کی شہادت امیر المومنین ایک روز فرات کے کنارے غسل فرما رہے ہیں۔ موجیں قدمبوس ہو رہی ہیں، اور پانی وجود ذیجود سے بالیدہ ہو رہا ہے کہ استے میں

ایک موج نے آپ کے کپڑوں کو بہا دیا لاتتحرک ذرۃ الا باذنہ ملبوس علی کا غائب ہونا تھا کہ کہ روح امیں نے اپنی خدمت انجام دی اور ملبوس سمیت حاضر خدمت ہوئے ۔ امیرالمومنین نے ان کپڑوں کو پہنا، یہ ہارون کے تھے جو انتظار کی گھڑیاں آج کے دن کی کاٹ رہے تھے ۔ جو کپڑا علی نے پہنا وہ آپ کے جسم پر بالکل ٹھیک نکلا جیسے اسی جسم مبارک کے لئے بنا ہو ۔ قمیص ہارون رسول کے قول، انت منی بمنزلۃ هارون من موسیٰ کی تصدیق کر رہے تھے ۔ یہ ویسی ہی شہادت استخلاف تھی جیسے عباس کے دعوے پر مسجد رسول میں رسول کی زرہ عمامہ اور گھوڑے نے گواہی دی ۔

علی کی مساوات ہارون سے فرد کامل کے مفقود ہونے کی وجہ سے ہوئی، دنیا مثل کے پیش کرنے سے عاجز رہتی چہ جائیکہ فرد افضل و اکمل سامنے لاتی تاکہ مشبہ بہ اپنے شرائط کے ساتھ ہوتا، ورنہ ابتدائی حالت پر اس مولود کی اگر نظر ڈالو تو تمھیں عظمت بالائے عظمت دکھائی دے گی، ایک نظر ولادت ہارون پر کرو اور ایک نظر مولد علی پر

سرزمین مکہ اپنی عظمت میں کیا کم تھی کہ بیت حرام نے اپنی عظمت بھی نثار کرنی چاہی پھر شہر حرام کی عظمت کو دیکھو، اور اسی کے ساتھ ہی ساتھ عظمت یوم ولادت یعنی جمعہ پر غور کرو تمھیں پتہ چلے گا کہ اس بچے کی ولادت میں کونسی اہمیت پنہاں تھی کہ ہر طرف سے عظمت قربان ہو رہی تھی ۔

(باقی دارد)

قبل اسکے کہ ہم امیر المومنین کے علمی کمالات پر روشنی ڈالیں ناظرین کو اس امر کی طرف متوجہ کرنا چاہتے ہیں کہ علم کو خدائی عہدوں سے کتنا تعلق ہے اور جناب قدس الٰہی کی نظر میں علم کتنی مہتم بالشان چیز ہے۔

علم وہ ہے جس نے انسان کو اور ہمجنسوں سے ممتاز کیا علم وہ چیز ہے جو باعث ہوا اسکا کہ طالوت خدا کی جانب سے بادشاہ مقرر ہوں اور دوسروں پر انھیں ترجیح دیجائے۔

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوتَ مَلِكًا قَالُوا أَنّٰى يَكُونُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ أَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ قَالَ إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهُ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ وَاللّٰهُ يُؤْتِي مُلْكَهُ مَن يَّشَاءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ

پارہ ۲

انکے نبی نے اُنسے کہا کہ یقیناً خدا نے طالوت کو تمھارا بادشاہ بنایا ہے ان لوگوں نے کہا کہ کہاں سے اس کو ہم پر سلطنت زیبا ہے باوجودیکہ ہم اس سے زائد ملک کے حقدار ہیں اور اُسکو تو مال میں فراوانی نہیں ملی ہے تو نبی نے کہا کہ خدا نے اسی کو تم پر ترجیح دی ہے اُس کو علم و قوت میں زیادتی دی ہے اور خدا جس کو چاہتا ہے اپنا ملک دیتا ہے اور خدا وسیع خزانہ والا اور جاننے والا ہر ایک کے استحقاق کا ہے۔

علم وہ شے ہے جس نے سلیمان کو اولاد داؤد میں ممتاز کرکے اُن کو خلعت خلافت و وصایت پہنایا۔

علم وہ چیز ہے جس نے آدم کو ملائکہ پر ترجیح دی اور ملائکہ سے منوا دیا کہ آدم ہم سے افضل ہیں اتنے بیان سے یہ واضح ہوگیا کہ علم ہی وہ چیز ہے جس پر خدائی عہدوں کا مدار ہے اور علم ہی انسان کے لئے اور ہمچشموں سے ممتاز ہونے کا باعث ہوتا ہے اب مطلوب پر بحث کرنا چاہتا ہوں یعنی امیرالمومنین بعد سرور کائنات کے تمام امت میں اعلم تھے اس بحث میں میں اپنی طرف سے یا اپنے کسی ہم مذہب کی کتاب سے کچھ نہیں کہنا چاہتا جو کچھ کہونگا وہ سواد اعظم یعنی حضرات اہلسنت وجماعت کی کتابوں سے نقل کروں گا۔

کیا امیرالمومنین بعد رسول کے اعلم امت تھے

اس سوال کا جواب استیعاب ابن عبدالبر میں ملتا ہے عبدالملک بن ابی سلیمان کہتے ہیں کہ میں نے عطا سے پوچھا کیا اصحاب رسول میں علی بن ابیطالب سے بہتر کوئی عالم نہ تھا تو انھوں نے کہا کہ کوئی اُن سے زائد عالم نہ تھا۔

دوسری روایت حافظ بزار نے مسند میں لکھی ہے کہ ابن عباس کہتے ہیں قسم العلم علی الناس خمسۃ اجزاء فکان لعلی اربعۃ اجزاء ولسائر الناس جزء شارکھم علی فیہ فکان اعلمھم علم لوگوں پر پانچ حصہ ہو کے تقسیم ہوا ہے چار جزو پورے علی کو ملے ہیں اور ایک جزو تمام لوگوں پر تقسیم ہوا ہے اُس میں بھی علی اُن کے شریک ہیں پس امیرالمومنین تمام لوگوں میں اعلم تھے۔

تیسری روایت دیلمی نے فردوس الاخبار میں سلمان فارسی سے روایت کی ہے کہ جناب رسالت مآب نے فرمایا

اَعْلَمُ اُمَّتِیْ بَعْدِیْ عَلِیُّ ابْنُ اَبِیْ طَالِب	میرے بعد اعلم امت علی بن ابیطالب ہیں۔

چوتھی روایت | ابو نعیم نے فضائل صحابہ میں لکھا ہے کہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ :۔

علی بن ابی طالب اعلم الناس باللہ۔

علی بن ابی طالب سب سے زائد خدا کی معرفت رکھنے والے ہیں۔

پانچویں روایت | خوارزمی نے مناقب میں مسروق سے روایت کی ہے کہ :۔

عن مسروق قال شاممت اصحاب محمدؐ فوجدت علمهم انتهى الى عمر وعبد الله بن مسعود وابى الدرداء ومعاذ بن جبل وزيد بن ثابت وعلى بن ابى طالب ثم شاممت هؤلاء فوجدت علمهم انتهى الى الرجلين على وعبد الله بن مسعود ثم شاممت الاثنين فوجدت يفضل على على عبد الله۔

میں نے اصحاب رسول کا امتحان کیا میں نے اُن سب کے علم کو پایا کہ عمر اور ابن مسعود اور ابو الدرداء اور معاذ بن جبل اور زید بن ثابت اور علی بن ابیطالب تک منتہی ہوتا ہے پھر اُن میں میں نے دیکھا کہ ان سب کا علم دو شخصوں تک منتہی ہوتا ہے علی اور عبد اللہ ابن مسعود پھر میں نے ان دونوں میں نظر کی تو میں نے دیکھا کہ علی بن ابیطالب ابن مسعود سے بہتر ہیں۔

اس روایت کا حاصل یہ ہوا کہ امیر المومنین جمیع امت سے بہتر تھے۔

چھٹی روایت | حضرمی نے لکھا ہے :۔

عن عبد الله بن مسعود قال علماء الارض ثلاثة عالم بالشام وعالم بالحجاز وعالم بالعراق فاما عالم اهل الشام فهو ابو الدرداء واما عالم اهل الحجاز فعلى

عبد اللہ ابن مسعود کہتے تھے کہ زمین میں بس تین عالم ہیں ایک شام کا عالم اور ایک حجاز کا عالم اور ایک عراق کا عالم شام کے عالم ابو درداء اور حجاز کے عالم علی بن ابیطالب اور عراق کا عالم تمہارا ایک

بن ابی طالب واما عالم اھل العراق فلتحم	بھائی ہے (یعنی میں) اور عالم اہل شام وعالم
یکرو عالم اھل الشام وعالم اھل العراق	اہل حجاز کو احتیاج ہے عالم حجاز کی طرف رجوع
یحتاجون الی عالم اھل الحجاز وعالم الحجاز لایحتاج الیھم	کرنے کی، مگر عالم حجاز کسی کا محتاج نہیں ہوتا۔

ساتویں روایت جس کو احمد نے مناقب میں لکھا ہے اُس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ امیرالمومنین کی اعلمیت کے دشمن تک قائل تھے۔ ابوالحازم سے روایت ہے کہ ایک شخص معاویہ کے پاس آیا اور کوئی مسئلہ پوچھا معاویہ نے کہا کہ:۔

سل عنھا علی بن ابی طالب فھو اعلم	یہ مسئلہ علی ابن ابیطالب سے پوچھو اسلئے کہ وہ اعلم ہیں

اُس شخص نے کہا کہ آپ کا جواب مجھے علی کے جواب سے زائد محبوب ہے یہ سنتے ہی معاویہ کو غصہ آگیا اور کہا:۔

بئس ما قلت لقد کرھت رجلا کان	تونے کیا بُری بات کہی ہے تونے ایسے شخص سے
رسول اللہ یغرزہ بالعلم غرزا القد	کراہت کی جس کے سینہ میں رسول اللہ نے علم بھر دیا
قال لہ انت منی بمنزلۃ ھرون من موسی	ہے اور اُن سے کہا کہ تم کو مجھ سے وہ منزلت ہے
الا انہ لا نبی بعدی وکان عمر اذا	جو ہارون کو موسیٰ سے تھی مگر یہ کہ میرے بعد کوئی
اشکل علیہ شئ اخذ منہ	نبی نہیں ہے اور حضرت عمر کو جب کوئی مشکل پیش آیا کرتی تھی تو وہ انہیں سے پوچھا کرتے تھے۔

مختلف علوم میں حضرت امیر علیہ السلام کی اعلمیت

ان تمام روایات سے معلوم ہو گیا کہ امیرالمومنین اعلم اُمت تھے۔ اب ہم چاہتے ہیں کہ دکھائیں کہ امیرالمومنین تمام علوم میں علحدہ علحدہ اعلم اُمت تھے

علم القرآن

اس کے اثبات کے لیے اتنا کافی ہے کہ امیرالمومنین جامع قرآن تھے چنانچہ خوارزمی نے مناقب میں لکھا ہے کہ امیرالمومنین ع نے فرمایا کہ جب رسالتمآب نے انتقال کیا تو میں نے قسم کھائی کہ اپنی پشت سے ردا نہیں اُتاروں گا جب تک کہ قرآن کو اسی طرح نہ جمع کرونگا کہ جس طرح خدا کی لوح میں ہے پھر میں نے ایسا ہی کیا کہ ردا نہیں اُتاری جبتک کہ قرآن جمع نہیں کر لیا۔

اور ابونعیم اصفہانی نے حلیۃ الاولیا میں اور ثعلبی نے لکھا ہے کہ آیہ مبارکہ

قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًۢا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ کہہ دو کہ کافی ہے خدا ہمارے درمیان میں گواہی کے لئے اور وہ شخص جسکے پاس علم قرآن ہے

امیرالمومنین کی شان میں نازل ہوئی ہے اور احمد نے مسند میں حضرت عمر سے روایت کی ہے ان رسول اللہ قال لعلی انک اول المؤمنین معی ایمانا واعلمہم بایات اللہ الخ رسالتمآب نے امیرالمومنین سے کہا کہ تم سب مومنین سے پہلے میرے ساتھ ایمان لائے ہو اور سب سے زیادہ آیات خدا کے عالم ہو

جو لوگ کہ علمائے قرآن مشہور ہیں وہ خود معترف تھے اسکے کہ ہمنے امیرالمومنین سے استفادہ کیا ہے چنانچہ خوارزمی نے مناقب میں لکھا ہے کہ عبداللہ بن مسعود کہتے تھے میں نے ستر سورہ قرآن کے رسالتمآب کے سامنے پڑھے اور پورا قرآن بہترین مردم علی بن ابی طالب کے سامنے ختم کیا۔

علم قرأت

تمام ائمہ قرأت کا مرجع امیرالمومنین ہیں حمزہ و کسائی امیرالمومنین و ابن مسعود کی قرأت پر عامل تھے لیکن مصحف ان دونوں کا ابن مسعود کے خلاف ہے معلوم ہوا کہ ابن مسعود کی فقط اعراب میں تبعیت کرتے تھے اور دیگر فنون قرأت میں دونوں امیرالمومنین ہی کی تابع ہیں اور نافع اور ابن کثیر اور ابوعمرو کی غالب قرأت ابن عباس کی طرف راجع ہے اور ابن عباس

امیرالمومنین کے شاگرد تھے اور عاصم بن ابی النجود قرارت میں ابو عبدالرحمن سلمی کے شاگرد تھے اور ابو عبدالرحمن سلمی کا مقولہ تھا کہ میں نے پورا قرآن علی بن ابی طالب کے سامنے پڑھا۔

علم تفسیر

تمام مفسرین مثل ابن مسعود ابی بن کعب و زید بن ثابت کے تقدم و اعلمیت امیرالمومنین کے معترف تھے تا کاتب چلپی نے کشف الظنون میں لکھا ہو کہ ابن مسعود نے کہا کہ

ان القرآن انزل علی سبعۃ احرف ما منہا حرف الا ولہ ظہر و بطن وان علیاً عندہ علم الظاہر والباطن ۔ قرآن سات حرفوں پر نازل ہوا ہر حرف میں ایک ظاہر ہے اور ایک باطن ہے۔ علی بن ابی طالب ظاہر و باطن دونوں کے عالم تھے

اہل تفسیر میں عبداللہ بن عباس رئیس المفسرین اور ترجمان القرآن شمار کئے جاتے ہیں۔

اور ابن عباس امیرالمومنین کے شاگرد تھے تفسیر نقاش میں ہے کہ ابن عباس نے کہا

جل ما تعلمت من التفسیر من علی بن ابی طالب بڑا حصہ اُن معلومات کا جو مجھے تفسیر کے متعلق ہیں میں نے علی بن ابی طالب سے معلوم کیا ہے۔

اور استیعاب علامہ ابن عبد البر میں ابن عباس کی زبانی مرقوم ہے۔

اذا ثبت لنا الشیٔ عن علی لم نعدل الی غیرہ جب ہم کو کوئی شے امیرالمومنیں کے قول سے ثابت ہوجاتی تھی تو ہم کسی دوسرے کی طرف رجوع نہ کرتے تھے

اور ابن معازلی شافعی نے مناقب میں تحریر کیا ہو کہ ابن عباس کہتے تھے۔

یشرح لنا علی نقطۃ الباء من بسم اللہ الرحمن الرحیم لیلۃ فانفلق عمود الصبح فرأیت نفسی فی جنبہ ایک دفعہ شب بھر علی نے نقطہ بائے بسم اللہ کی مجھ سے تفسیر بیان کی یہانتک کہ عمود صبح نمودار ہوگیا اور میں اپنے تئیں اُنکے مقابل میں ایسا دیکھ رہا تھا کہ جو

کالقرارة فی جنب البحر المثعنجر۔ مثل ایک فوارے کی ہوتی ہے بحر ذخار کے مقابلہ میں

فضائل عکبری میں ہے کہ شعبی نے کہا

ما احد اعلم بکتاب اللہ بعد نبی اللہ من علی بن ابی طالب۔ کوئی شخص بعد رسالتمآبؐ کے علی بن ابی طالبؑ زائد کتاب خدا کا جاننے والا نہ تھا۔

اسی اعلمیت کا اثر تھا کہ امیرالمومنین بارہا فرمایا کرتے تھے کہ میں ہر آیت کو جانتا ہوں کہ کہاں نازل ہوئی اور کب نازل ہوئی چنانچہ جلال الدین سیوطی نے تاریخ الخلفا میں لکھا ہے۔

عن ابن سعد سمعت علیا یقول واللہ ما نزلت آیۃ الا وقد علمت فیما نزلت واین نزلت وعلی من نزلت ان ربی وہب لی قلبا عقولا ولسانا ناطقا۔

ابن سعد سے روایت ہو کہ میں نے امیرالمومنین کو کہتے سنا کہ خدا کی قسم کوئی آیت نہیں نازل ہوئی مگر یہ کہ میں جانتا ہوں کہ کس کے بارے میں نازل ہوئی اور کہاں اتری اور کس پر اتری خدا نے مجھکو سمجھنے والا دل اور گویا زبان عطا کی ہے۔

قوت القلوب میں ہے کہ امیرالمومنینؑ نے فرمایا

لو شئت لاوقرت سبعین بعیرا فی تفسیر فاتحۃ الکتاب۔ اگر چاہوں تو ستر اونٹوں کا بار لکھدوں سورہ حمد کی تفسیر میں۔

علم فقہ

جتنے فرق اسلام ہیں سب کی فقہ راجع ہے امیرالمومنین ہی جانب مذہب امامیہ اثنا عشریہ بالکل واضح ہو کہ امیرالمومنین کی طرف راجع ہو مذہب اہلسنت میں چار ائمہ فقہ مانے جاتے ہیں اور چاروں کی فقہ امیرالمومنین کی طرف رجوع کرتی ہو امام ابو حنیفہ نے علم فقہ جناب امام محمد باقر علیہ السلام اور امام جعفر صادق علیہ السلام سے حاصل کیا ہو چنانچہ حافظ ذہبی طبقات میں امام محمد باقرؑ کے

حال میں لکھتے ہیں۔

روی عنہ ابنہ جعفر الصادق و امام محمد باقرؑ سے انکے بیٹے امام جعفر صادقؑ اور

الاوزاعی والزہری وابو حنیفۃ اوزاعی اور زہری اور ابو حنیفہ روایت کرتے تھے

اور خود ابو حنیفہ کا مقولہ کتب اہل تسنن میں مذکور ہے۔

لولا السنتان لھلک النعمان اگر دو سال میں امام جعفر صادقؑ کے پاس نہ رہتا

تو ہلاک ہو جاتا۔

شافعی کے فقہ میں دو سلسلے ہیں پہلا سلسلہ یہ ہے کہ شافعی محمد بن حسن شیبانی کے شاگرد

تھے اور شیبانی کو امام ابو حنیفہ سے تلمذ تھا اس لحاظ سے یہ سلسلہ شافعی کا امام محمد باقرؑ اور

امام جعفر صادق علیہما السلام تک منتہی ہوتا ہے دوسرا سلسلہ یہ ہے کہ شافعی مالک بن انس کے

شاگرد تھے۔ اور مالک بن انس ربیعۃ الرای کے شاگرد تھے اور ربیعۃ الرای نے فقہ

و حدیث عکرمہ سے حاصل کیا ہے اور عکرمہ کو ابن عباس سے تلمذ تھا اور ابن عباس کی

فقہ ظاہر ہے کہ امیر المومنین کی طرف راجع ہے۔ احمد بن حنبل شافعی کے شاگرد ہیں اسلیے

انکا سلسلۂ تلمذ بھی امیر المومنین ہی کی طرف منتہی ہوتا ہے۔

اخطب خوارزم نے مناقب میں تحریر کیا ہے ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ

قال رسول اللہؐ اقضی امتی بعدی جناب رسالتمآبؐ نے فرمایا کہ میرے بعد تمام

علی بن ابی طالب۔ امت سے بہتر قاضی علی بن ابی طالب ہیں۔

احمد نے مسند میں سعید بن مسیب سے روایت کی ہے۔

کان عمر یتعوذ باللہ من معضلۃ حضرت عمر پناہ مانگتے تھے اس مشکل سے

لیس لھا ابو الحسن۔ جس کے حل کے لیے ابو الحسن نہ ہوں۔

علم الفرائض

مسند احمد و استیعاب ابن عبد البر میں ہے کہ عبد اللہ بن مسعود کہتے تھے

اعلم اهل المدينة بالفرائض علی بن ابی طالب تمام اہل مدینہ سے فرائض میں علی بن ابیطالب اعلم ہیں۔

علم کلام

علامہ فخر الدین رازی اربعین میں لکھتے ہیں کہ امیر المومنین کے خطب میں اسرار توحید و عدل و نبوت و قضا و قدر و معاد جتنے مخزون ہیں وہ کسی صحابی کے کلام میں نہیں دکھائی دیتے جمیع فرق متکلمین آخر میں انھیں حضرت کی طرف منتہی ہوتے ہیں۔ معتزلہ کا انتساب جناب امیرؑ کی طرف ہے اسلیے کہ مذہب معتزلہ کے بانی واصل بن عطا ہیں جنھوں نے ابوہاشم عبد اللہ بن محمد بن حنفیہ سے تعلیم پائی ہے اور عبد اللہ نے اس علم کو اپنے والد محمد بن حنفیہ سے حاصل کیا ہے اور محمد حنفیہ کو تمام فیضان اپنے پدر بزرگوار امیر المومنین سے حاصل ہوا تھا دوسرا فرقہ اشعریہ کا ہے جو ابو الحسن علی بن ابی بشر اشعری کی طرف منسوب ہے اور اشعری ابو علی جبائی معتزلی کے تلامذہ میں سے ہیں اور معتزلہ کا انتساب امیر المومنین کی طرف واضح ہو چکا۔ تیسرا فرقہ امامیہ شیعہ کا ہے انکا انتساب امیر المومنین کی طرف بہت ظاہر ہے چوتھا فرقہ متکلمین کا خوارج تھے جو جناب امیرؑ کے دشمن تھے لیکن خوارج کے اکابر وہی لوگ تھے جو ابتدا میں علیؑ سے تعلیم پاتے رہے تھے۔

فثبت ان جمهور المتكلمين من فرق الاسلام كلهم تلامذة علی

پس ثابت ہوا کہ جمہور متکلمین فرق اسلام کے امیر المومنینؑ کے تلامذہ تھے۔

علم نحو

یہ علم تو حضرت امیرؑ کی ایجاد ہی ہے چنانچہ علامہ جلال الدین سیوطی تاریخ الخلفا میں لکھتے ہیں۔

عن ابی الاسود الدؤلی قال دخلت
علی امیر المؤمنین علی بن ابیطالب
فرأیته مطرقاً مفکراً فقلت فیم تفکر
یا امیر المؤمنین قال انی سمعت
ببلدکم لحناً فاردت کتاباً فی اصول
العربیه فقلت ان فعلت هذا
احییتنا وابقیت فینا هذه اللغة ثم
اتیته بعد ثلاث ایام فالقی الیَّ
صحیفة فیها بسم الله الرحمن
الرحیم الکلام کله اسم وفعل
وحرف فالاسم ما انبأ عن المسمی
والفعل ما انبأ عن حرکة المسمی و
الحرف ما انبأ عن معنی لیس باسم ولا
فعل ثم قال تتبعه وزد فیه ما وقع لک
واعلم یا ابا الاسود ان الاشیاء ثلثة
ظاهر ومضمر وشئ لیس بظاهر ولا مضمر
وانما یتفاضل العلماء فی معرفة ما لیس بظاهر
ولا مضمر قال ابو الاسود فجمعت منه اشیاء
وعرضتها علیه فکان من ذلک حروف النصب

ابو اسود دؤلی سے روایت ہے کہ میں امیر المومنین
علی بن ابی طالب کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے
دیکھا کہ آپ گردن جھکائے فکر میں بیٹھے ہیں میں نے
کہا کہ کیا فکر ہے یا امیر المومنین آپ نے فرمایا کہ میں نے
تمہارے شہر میں غلطیاں سنی ہیں پس یہ چاہا ہے
کہ ایک تحریر لکھوں اصول عربیت میں میں نے کہا کہ اگر
آپ ایسا کرینگے تو ہمیں زندہ کر لینگے اور زبان عربی کو
ہم میں باقی رکھ لینگے پھر میں تین دن کے بعد آپکی خدمت
میں حاضر ہوا پس آپ نے مجکو ایک کاغذ دیا اُسمیں لکھا
تھا بسم اللہ الرحمن الرحیم کلام تین قسم کا ہے اسم اور
فعل اور حرف پس اسم وہ ہے جو مسمی کو بتائے اور فعل
وہ ہے جو حرکت مسمی کو بتلائے اور حرف وہ ہے جو
وہ معنی بتائے جو نہ اسمی ہوں نہ فعلی پھر آپ نے فرمایا
کہ اسی کا تتبع کرو اور اسمیں جو تمہارے دل میں ہو وہ بڑھا دو
اور آگاہ ہو اے ابو الاسود کہ تمام چیزیں تین قسم کی ہیں
ظاہر اور مضمر اور ایک وہ جو نہ ظاہر ہو نہ مضمر اور علما کی فضیلت
اُسی شے کے جاننے میں معلوم ہوتی ہے جو نہ ظاہر ہو نہ مضمر
ابو الاسود کہتے ہیں کہ میں نے چند چیزیں نحو کی جمع کیں اور
حضرت کی خدمت میں پیش کیں منجملہ اُنکے حروف نصب

فذكرت منها ان ولن وليت ولعل وكان ولم اذكر لكن فقال لی لم تركتها فقلت لم احسبها منها فقال بل هی منها فزدها فيها۔

بھی تھے اور میں نے حروف نصب میں ان اور لن اور لیت اور لعل اور کان کو ذکر کیا تھا لکن نہیں لکھا تھا امام نے مجھ سے کہا کہ لکن کو کیوں چھوڑ دیا میں نے عرض کیا کہ میں اسکو انہیں سے نہیں سمجھتا تھا آپ نے فرمایا نہیں بلکہ یہ بھی انہی میں سے ہے اسکو بڑھا دو انہیں۔

علم جفر جامعہ

کتب تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ علم بھی امیر المومنین ہی کی ایجاد ہے اور یہ مخصوص ہے اہلبیت رسالتمآبؐ سے جو سینہ بسینہ ایک دوسرے کے پاس ودیعت ہوتا چلا آیا ہے چنانچہ مُلا کاتب چلپی نے کتاب کشف الظنون میں کہا ہے۔

قال طائفة ان الامام علی بن ابی طالب وضع الحروف الثمانية والعشرين علی طريق البسيطة الاعظم فی جلد الجفر ليستخرج منها بطرق مخصوصة وشرائط معينة ما فی لوح القضاء والقدر وهذا علم توارثه اهل البيت

ایک گروہ کہتا ہے کہ امام علی بن ابیطالبؑ نے اٹھائیس حروف بسیط اعظم کے طریق پر ایک جلد میں جفر کے وضع فرمائے تھے تاکہ اُنسے مخصوص طریقوں سے اور معین شرطوں کے ساتھ قضا و قدر کے احکام کا استخراج ہو سکے اور یہ وہ علم ہے جسکے اہلبیت ہی وارث ہیں۔

اور ابن قتیبہ نے ادب الکاتب میں اور دمیری نے حیات الحیوان میں اور ابن خلکان نے وفیات الاعیان میں یہ لکھا ہے کہ علم جفر کے واضع امام جعفر صادقؑ ہیں بہر حال اہلبیت رسول اس علم کے سرچشمہ ہیں۔

علم حساب

شعبی کا مقولہ تھا

ما رأیت افرض من علی و لا احسب منہ — میں نے علیؑ سے بہتر علمِ فرائض کا جاننے والا اور اُنسے بہتر حساب داں نہیں دیکھا۔

علم ہیئت

ارجح المطالب میں ہے کہ ایک دفعہ لوگ امیرالمومنینؑ کے سامنے اہرام مصری کی تاریخ بنیاد کے متعلق گفتگو کر رہے تھے اور کوئی درست وقت نہ بیان کر سکتے تھے آپ نے پوچھا کیا اُنپر کوئی تصویر بھی بنی ہوئی ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا کہ ان پر ایک چیل کی تصویر ہے جو اپنے پنجہ میں خرچنگ پکڑے ہوئے ہے آپ نے فرمایا بنی لھرمان والنسر فی السرطان مصر کے مینار اُسوقت تعمیر ہوئے تھے جب نسر برج سرطان میں تھا اور نسر ۱۲ ہزار برس میں ایک برج کو طے کرتا ہے اور آج کل جدی میں ہے اس حساب سے بارہ ہزار برس اُنکی بنیاد کو ہوئے ہیں۔

فصاحت و بلاغت

امیرالمومنینؑ کی ادبیت کے متعلق میرا مستقل مضمون الواعظ کے کسی اشاعت میں شائع ہو چکا ہے اس مضمون میں بحسب مقتضائے حال ایک نمونہ پیش کرونگا جس طرح امیرالمومنینؑ کے کلام میں معانی و بیان کی خوبیاں اعلیٰ پیمانہ پر ہوتی تھیں اُسی طرح جس مقام پر صنائع و محسنات بدیعیہ کو معصوم نے صرف کیا ہے اُسکی نظیر کسی بلیغ کے کلام میں ڈھونڈھنے سے نہیں ملتی ابو عمرو بن بحر جاحظ نے کتاب غرہ میں لکھا ہے کہ امیرالمومنینؑ نے معاویہ کو تحریر فرمایا۔

غَرَّكَ عِزُّكَ فَصَارَ قُصَارَ ذُلِّكَ ذُلَّكَ فَاخْشَ فَاحِشَ فِعْلِكَ فَعَلَّكَ تُهْدَا بِهٰذَا۔	تجھ کو تیری عزت نے دھوکا دیا ہے یہ باعث تیری ذلت کا ہوا ہے بس خدا سے ڈر اور اپنے افعال کو درست کر شاید تو اسکی وجہ سے ہدایت پائے۔

علاوہ معنوی لطافت کے تجنیس کا وہ اعلیٰ نمونہ اس کلام میں ہے جو کسی دوسرے فصیح و بلیغ سے

صادر ہونا مشکل ہے۔ اور آپ ہی کا مقولہ یہ نقل کیا ہے مَنْ اٰمَنَ اٰمِنَ جو ایمان لایا وہ عذاب جہنم سے محفوظ ہوگیا۔ انتہٰی اگر موقع ملا تو کسی اور نمبر میں پھر اس مضمون سے بحث کرونگا۔

نتیجہ جب یہ ثابت ہوگیا کہ امیر المؤمنین بعد رسالت مآب کے اعلم امت تھے اور یہ بھی معلوم ہوچکا کہ خدائی عہدوں میں مدِ فضلیت علم کو ہے تو یہ بھی واضح ہوگیا کہ بعد رسالتمآبؐ کے امیر المؤمنینؑ خلیفۂ برحق تھے۔

تقریظات

ترجمہ عقائد شیخ صدوق علیہ الرحمہ علامہ شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے عقائد اثنا عشریہ کو نہایت خوبی اور بہترین ترتیب و وضاحت سے تالیف کیا ہے جناب حاجی مولوی شیخ اعجاز حسین صاحب بدایونی نے اسکا ترجمہ اردو زبان میں کیا ہے ایک کالم میں اصل عبارت اور دوسرے کالم میں ترجمہ۔ یہ ترجمہ درحقیقت ضعفائے ملت پر ایک احسان ہے اور اسکا مطالعہ ہر فرد مذہب پر فرض ہے فاضل ممدوح نے ترجمہ نہایت خوش اسلوبی سے کیا ہے عبارت سادہ اور عام فہم ہے جس سے بچے تک فائدہ اُٹھا سکتے ہیں الفاظ مشکلہ اور تشریح طلب اُمور کو حاشیہ پر تفصیل سے لکھدیا ہے۔ یہ رسالہ ضرور اس قابل ہے کہ مذہبی نصاب تعلیم میں داخل کیا جائے قیمت ۸ر ملنے کا پتہ منیجر شیعہ اثنا عشری دہلی۔

امامیہ کلنڈر دفتر امامیہ کے روشن خیال منیجر نے یہ بہترین تقویم شایع کی ہے جو ارباب عقیدت کیلئے باصرہ افروز اور ایوان مذہب ملت کے لئے بہترین آرائش آسائش ہے یہ کلنڈر ۲۶+۴۰ سائز کے سفید دبیز چکنے کاغذ پر ہے۔ تین ۳۱ تصویرین ہین ہندوستان کے موجودہ مشاہیر علما اور نامور واعظین و ذاکرین کے ایک نہایت اہتمام اور صفائی سے بنوائے گئے ہین اس کے علاوہ

ایک جانب شہنشاہ ایران کا عکس اور دوسری جانب قومی نشان ہے جابجا مختلف طغرے نہایت خوشخط اور خوشنما بنائے ہین غرض ہر طرح اِس کلنڈر کو دیدہ زیب اور نظر فریب بنایا ہے اور نہایت محنت و کوشش سے ترتیب دیا ہے اس کلنڈر کی خوشنمائی سفارش کرتی ہے کہ آپ عیدی نشستگاہوں کو اِس سے زینت دین۔ قیمت علاوہ محصول ۱۰؍ ملنے کا پتہ دفتر امامیہ نمبر ۱۶۸ کشمیری دروازہ دہلی

ریاضی جنتری سید ریاض الحسن صاحب موسوی مالک کتبخانہ ریاض التجارت جنھون نے مذہب امامیہ کی کتابون کا ذخیرہ خاص طور پر فراہم کیا ہے۔ اِس جنتری کے مولف ہین جس مین اعمال رمضان و عیدین اور دیگر ضروریات کو نہایت وضاحت سے تحریر کیا ہے قیمت ۲؍

ملنے کا پتہ سید ریاض الحسن موسوی مالک کتبخانہ ریاض التجارت چوک لکھنؤ

مظفری جنتری سید مظفر حسین صاحب گوٹہ مرچنٹ چوک لکھنؤ نے شایع کی ہے جس مین لکھنؤ کی مشہور مجالس کی مفصل فہرست اور ولادت و وفات ائمہ کی تاریخین بھی درج ہین۔

قیمت ۱؍ ملنے کا پتہ سید مظفر حسین گوٹہ مرچنٹ چوک لکھنؤ متصل مسجد رسالدار

اسلامی خلافت جنتری اِس جنتری مین زیادہ تر حامیان خلافت کے حالات زندگی اور اُن کی شجاعت اور مردانگی کے کارنامے دکھائے گئے ہین حجم ۱۱۲ صفحہ قیمت ۸؍

ملنے کا پتہ منیجر اسلامی جنتری لاٹوش روڈ لکھنؤ
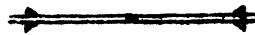
بقیہ حالات مولانا سید علی طاب ثراہ

کتاب اتانی ناعیًا وھو ناصح | ففیہ شفاءٌ لی ومنہ سقام
وقد اسبلت تلک العبائر عبرتی | وفکرت فیہا والدموع سجام
لعمری ان الرزء والجزء والاسی | جلیل وباللہ الجلیل عصام
مزار بعید والجسوم ضعیفۃ | فصبر جمیل والسلام ختام

اکثر علماء عراق نے مراثی نظم کئے علامہ مفتی سید محمد عباس صاحب شوستری نے یہ قطعہ فرمایا۔

ترحل صاحب العلیا علی | وسافر وھو مفجوع کظیم
مجید کابر من اھلبیت | ھم عرف الصراط المستقیم
اولی ابد وابصیر و مجد | لہ قد اذعن القلب السلیم
تغلغل صیتہم فی کل ارض | وجد دمنہم الشرع القویم
ومن کتبت مودتہم علینا | وانزل فیہم الذکر الحکیم
طفا بالطف محسوما غریبا | وفی قرب الحسین لہ نعیم
شہید الکربلاء لہ ضمیر | ورب غافر بر کریم
واملاک السماء مورخات | لرحلتہ لہ اجر عظیم

فارسی کا مصرع تاریخ ہے:- مہمان حسین ابن علی گشت علی

مرحوم نے اپنے تلامذہ اور اولاد میں جناب سید کلب حسین صاحب کو اور حسب ذیل کتابیں یادگار چھوڑیں (۱) تفسیر قرآن در دو جلد ۱۲۵۳ھ میں امجد علیشاہ بادشاہ اودھ کی فرمائش سے تصنیف کی (۲) رسالہ بحث فدک (۳) رسالہ در اثبات حلت متعہ (۴) رسالہ در تجوید (۵) ... در اثبات متعہ (۶) رسالہ در رد اخباریین (۷) رسالہ در اثبات جواز عزائے سید الشہداء۔

مراسلہ خواجہ غلام السیدین صاحب بی۔ اے

جناب خواجہ غلام السیدین صاحب بی۔ اے جو تعلیم علوم مغربیہ کی تکمیل کی غرض سے دو سال کے لیے انگلستان گئے ہیں اور حسب ایماء جناب نجم العلماء مدظلہ اوقات فرصت میں تبلیغ اسلام کا کام بھی انجام دیتے ہیں حال میں اُنکے دو خطوط آئے ہیں جو محترم مولوی خواجہ غلام الحسنین صاحب کے نام موصول ہوئے ہیں جنمیں سے ایک خط کا اقتباس درج کیا جاتا ہے دوسرا خط دوسرے نمبر میں درج ہوگا۔

قبلہ و کعبہ جناب عم معظم مدظلہ العالی تسلیم

نوازش نامہ بہت انتظار کے بعد موصول ہوا۔ اسمیں جناب نے جو عملی تجاویز تحریر فرمائی ہیں انکو نہایت غور سے پڑھا۔ میں انشاء اللہ ان پر کاربند ہونیکی کوشش کرونگا لیکن یہاں ایک بڑی مشکل یہ ہے کہ لوگ مذہب پر گفتگو کرنا پسند نہیں کرتے۔ زیادہ تعداد تو ایسی ہے جن کو مذہب سے کوئی خاص سروکار نہیں اور جو لوگ کسی حد تک "مذہبی میلان" رکھتے ہیں وہ اُسکے مسائل پر بحث کرنا نہیں چاہتے کچھ عرصہ ہوا میں اپنے کمرہ میں ایک انگریز طالب علم سے گفتگو کر رہا تھا۔ اُنھوں نے یہ خیال ظاہر کیا کہ عیسائی مذہب تو واقعی مذہب ہے جسکا تعلق عقیدہ معاملات سے ہے اور دنیا کے باقی مذاہب بعض

اس (یعنی زندگی کے متعلق فلسفیانہ خیالات) میں نے اُن سے کہا کہ اگر تمہارا یہ مطلب ہے کہ دوسرے مذاہب میں ایمان بالغیب یعنی کوئی وقعت نہیں رکھتا تو یہ غلطی پر مبنی ہے۔ کیونکہ اسلام میں خدا کی جو شان معبودیت دکھائی گئی ہے اُس کا تعلق بلا واسطہ (ایمان بالغیب) ہی سے ہے جو دلائل دماغ کو قائل کرتے ہیں لیکن یہ (یعنی مفہوم الوہیت) براہ راست قلب انسانی کو مسخر کر لیتا ہے۔ ہاں اگر تمہارا یہ مطلب ہے کہ اسلام انسانی زندگی کے لیے ایک قانون اور فلسفہ پیش کرتا ہے تو یہ درست ہے کیونکہ اسلام نے اپنی تعلیم میں دین و دنیا کو دو علیحدہ منفصل چیزوں کی طرح پیش نہیں کیا۔ بلکہ دنیوی زندگی کو آخرت کا پیش خیمہ قرار دیا ہے اور اسی کا صحیح استعمال آخرت کے لیے بہترین تیاری ہے اسپر اُسنے جواب دیا

(براہ مہربانی مجھ سے اس مسئلہ پر بحث نہ کیجیے کیونکہ میں ایک نازک دھاگہ کے ذریعہ سے مسیحیت کے ساتھ لٹکا ہوا ہوں اور مجھے اندیشہ ہے کہ وہ ٹوٹ نہ جائے!!) اسی وجہ سے مذہبی مباحث پر گفتگو کرنیکا بہت کم موقع ملتا ہے۔ پرسوں ایک قریب کے گرجا میں ایک پادری نے جو ہندوستان رہ چکا ہے لکچر دیا تھا۔ میں بھی میں بھی وہاں گیا تھا اور ایک تقریر بھی کی تھی۔ یہ گرجا کا ہے جو عیسائیوں میں ایک مقابلۃً زیادہ آزاد خیال فرقہ ہے

مراسلہ خواجہ غلام السیدین صاحب بی۔ اے

جناب خواجہ غلام السیدین صاحب بی۔ اے جو تعلیم علوم مغربیہ کی تکمیل کی غرض سے دو سال کے لیے انگلستان گئے ہیں اور حسب ایمائے جناب نجم العلماء ظلہ اوقات فرصت میں تبلیغ اسلام کا کام بھی انجام دیتے ہیں حال میں اُنکے دو خطوط اُنکے محترم مولوی خواجہ غلام الثقلین صاحب کے نام موصول ہوئے ہیں جنمیں سے ایک خط کا اقتباس درج کیا جاتا ہے دوسرا خط دوسرے نمبر میں درج ہوگا۔

قبلہ و کعبہ جناب عم معظم ظلہ العالی

تسلیم

نوازشنامہ بہت انتظار کے بعد وصول ہوا۔ اسمیں جناب نے جو عملی تجاویز تحریر فرمائی ہیں انکو نہایت غور سے پڑھا میں انشاءاللہ اُن پر کاربند ہونیکی کوشش کرونگا یہانپر ایک بڑی مشکل یہ ہے کہ لوگ مذہب پر گفتگو کرنا پسند نہیں کرتے۔ زیادہ تعداد ایسے لوگوں کی ہے جنکو مذہب سے کوئی خاص سروکار نہیں اور جو لوگ کسی حد تک "مذہبی میلان" رکھتے ہیں وہ اُسکے مسائل پر بحث کرنا نہیں چاہتے کچھ عرصہ ہوا میں اپنے ملنے والے ایک انگریز طالب علم سے گفتگو کر رہا تھا۔ اُنھوں نے یہ خیال ظاہر کیا کہ عیسائی مذہب تو واقعی مذہب ہے جسکا تعلق حقیقتاً عاقبت سے ہے اور دنیا کے باقی مذاہب بعض

دنیوی زندگی کے متعلق فلسفیانہ خیالات ہیں میں نے اُن سے کہا کہ اگر تمھارا یہ مطلب ہے کہ دوسرے مذاہب میں ایمان بالغیب یعنی   کوئی وقعت نہیں رکھتا تو یہ غلطی پر مبنی ہے کیونکہ اسلام میں خدا کی جو شان معبودیت دکھائی گئی ہے اُس کا تعلق بلاواسطہ   (ایمان بالغیب) ہی سے ہے دلائل دماغ کو قائل کرتے ہیں لیکن یہ   (یعنی مفہوم الوہیت) براہ راست قلب انسانی کو مسخر کر لیتا ہے۔ ہاں اگر تمھارا یہ مطلب ہے کہ اسلام انسانی زندگی کے لیے ایک قانون اور فلسفہ پیش کرتا ہے تو یہ درست ہے کیونکہ اسلام نے اپنی تعلیم میں دین و دنیا کو دو علیحدہ منفصل چیزوں کی طرح پیش نہیں کیا بلکہ دنیوی زندگی کو آخرت کا پیش خیمہ قرار دیا ہے اور اسی کا صحیح استعمال آخرت کے لیے بہترین تیاری ہے اسپر اُسنے جواب دیا

(براہ مہربانی مجھ سے اس مسئلہ پر بحث نہ کیجیے۔ کیونکہ میں ایک نازک دھاگہ کے ذریعہ سے مسیحیت کے ساتھ لٹکا ہوا ہوں اور مجھے اندیشہ ہے کہ وہ ٹوٹ نہ جائے!!!) اسی وجہ سے مذہبی مباحث پر گفتگو کرنیکا بہت کم موقع ملتا ہے۔ پرسوں ایک قریب کے گرجا میں   ایک پادری نے جو ہندوستان رہ چکا ہے لکچر دیا تھا۔ میں بھی وہاں گیا تھا اور ایک تقریر بھی کی تھی۔ یہ گرجا   کا ہے جو عیسائیوں میں ایک مقابلۃً زیادہ آزاد خیال فرقہ ہے

الواعظ

مدرسۃ الواعظین لکھنؤ کا ماہوار علمی رسالہ

زیر حمایت حجۃ الاسلام حضرت نجم العلماء مدظلہم العالی

مدیر

مرزا محمد ہادی عزیز لکھنوی

مصنفہ حجۃ الاسلام الواعظ [illegible]

مدرسۃ الواعظین سے شایع ہوا

[illegible] محمد جواد مالک نظامی پریس وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ

مقاصد

(۱) مذہب اسلام کا اکمل الادیان ہونا۔

(۲) پیغمبر اسلام کا افضل الخلائق ہونا۔

(۳) اسلامی شریعت کی حکمت اور اس کی جامعیت۔

(۴) اسلامی اخلاق و آداب کی افضلیت

(۵) اسلامی تمدن کی فوقیت

(۶) اسلامی احکام اور قوانین شریعت

(۷) ائمہ طاہرین کے کمالات و ہدایات

(۸) سلف صالحین کے تاریخی حالات

(۹) قرآن مجید کا افضل الکتب ہونا

(۱۰) اثبات اصول اسلام بدلائل عقلیہ و نقلیہ

(۱۱) فلسفہ قدیمہ و جدیدہ اور دیگر مذاہب کے مقابلہ مین حمایت اسلام و ازالہ شبہات

(۱۲) اکتشافات جدیدہ و حقائق اسلام (۱۳) اخبار علمیہ

قواعد

۱ - یہ رسالہ بالفعل ہر انگریزی مہینہ کی آخر تاریخون مین شایع ہوا کریگا۔

۲ - ہر خریدار کو کم از کم ایک سال کے لئے رسالہ خریدنا ہوگا۔

۳ - نمونہ کا پرچہ ۴ر کے آنے پر روانہ ہوسکتا ہے۔

۴ - جواب طلب امور کے لئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنا چاہیے۔

۵ - اشتہارات کی اجرت بذریعہ خط و کتابت طے ہوسکتی ہے۔

۶ - علمی معاملات کے متعلق خط و کتابت مد ارسال مضامین بنام مدیر اور دیگر امور کی متعلق بنام منیجر ہونا چاہیے۔

۷ - شرح قیمت :-

رؤسا و والیان ملک سے جو مرحمت فرمائین

عام خریدارون سے ے/

پتہ :- دفتر "الواعظ" مدرسۃ الواعظین لکھنؤ

ہدایات

(۱) مقاصد رسالہ کا لحاظ رکھ کر مضمون لکھا جائے ورنہ درج نہو سکے گا۔

(۲) مضامین عموماً مختصر ہونا چاہیے۔ اڈیٹر کو تغیر و تبدل کا اختیار رہوگا۔

(۳) عبارت حتی الامکان سلیس اور عام فہم ہو۔

(۴) مضامین صاف خط مین تحریر کیے جائین اور عبارات عربیہ پر اعراب لگائے جائین۔ نیز عربی عبارات کا دوسرے کالم مین ترجمہ ہونا چاہیے۔

(۵) حتی الامکان کتب منقول عنہا کا حوالہ دیا جائے۔

(۶) ناقابل اشاعت مضمون واپس نہوگا اگر ضرورت ہو تو صاحب مضمون کو ٹکٹ بھیجنا چاہیے۔

الواعظ

ماہ مئی ۱۹۲۴ء مطابق ماہ شوال ۱۳۴۲ھ

جلد ۳ — نمبر ۹

مضامین

شذرات

۱ دفتر انجمن مؤید العلوم سے فخر قوم جناب سید حاجی محمد جعفر صاحب شریف دیوجی کی خدمت میں شریعۃ الاسلام اور کتاب النبوۃ والخلافۃ کے انگریزی ترجمہ کی ایک ایک جلد بھیجی گئی ممدوح نے ممباسہ افریقہ سے دونو کتابوں کی بیحد تعریف لکھی ہے اور سو جلدیں وقف کرکے یورپ بھیجنے کی ہدایت کی ہے جو عنقریب روانہ کردی جائینگی اگر اسی طرح اعیان قوم انجمن کی اعانت کرینگے تو اور مفید کتابیں چھاپنے کی ہمت ہوگی اور یہی باہمت بزرگ محرک ہیں کہ قرآن مجید کا ترجمہ انگریزی زبان میں کیا جائے اور اہلبیت علیہم السلام کی تفاسیر سے ضروری نوٹ جا بجا دیے جائیں خود اس کار خیر میں الف سے زائد رقم دینے کا وعدہ فرماتے ہیں امید ہے کہ اور بھی باہمت اصحاب جناب سیٹھ صاحب کی عملی تائید کرکے اس اہم مقصد کو کامیاب کریں ہم ترجمہ کرنے اور اسکے شایع کرنے کے لئے ہر وقت تیار ہیں اسباب فراہم ہو جائیں تو کوئی مشکل نہیں۔

---

۲ جناب اعجاز حسین شاہ صاحب نقوی البخاری پنڈ ضلع جہلم اطلاع دیتے ہیں کہ انکے علاقے میں اکثر معززین اراکین طریق مستقیم پر آچکے ہیں اور زیادہ کی امید ہے، مدرسۃ الواعظین سے ایک قابل واعظ کے خواستگار ہیں جسکا انتظام انشاء اللہ بہت جلد کیا جائیگا۔

---

۳ کیا شیعوں میں حافظ قرآن نہیں ؟

جناب سید مصطفے شاہ صاحب رضوی آنریری سکریٹری فرانیٹر شیعہ مشن پشاور نے ماہ صیام میں ایک اشتہار شایع کیا تھا جس میں تحریر تھا کہ مسجد نواب صاحب محلہ ناظر طاہر دری پشاور میں بعد نماز جماعت عشا مولانا حافظ سید کفایت حسین صاحب ممتاز الافاضل قرآن مجید حفظ تلاوت کرینگے جملہ اہل اسلام بالخصوص وہ حضرات جنکے زعم باطل میں اہل تشیع کا حافظ قرآن ہونا محال ہے شریک ہوں اور ارکان مشن کو سرفراز فرمائیں۔ اشاعت اشتہار کے بعد جوق جوق اہل اسلام نے شریک ہوکر اس امر کا اعتراف کیا کہ اس شان کا حافظ اس سے قبل نہیں دیکھا گیا۔ جناب حافظ صاحب نے بجائے دو پارہ کے ۴ پارہ روزانہ حفظ تلاوت فرمائے۔

---

۴ جناب حافظ صاحب ممدوح اپنے مراسلہ مورخہ ۱۲ اپریل ۱۹۲۲ء میں لکھتے ہیں کہ موضع ناڑی میں چند حضرات نے نوروز کے مبارک دن میں مذہب حقہ اختیار کرنے کا اعلان کیا۔

---

۵ مدرسۃ الواعظین کا عالیشان نوخرید مکان زیر مرمت ہے اور جمعہ ۸ شوال کو کتبخانہ عمارت مذکور میں منتقل کیا جائیگا

---

۶ ہمارے مکرم دوست شیخ مہدی حسین ناصری ایم۔ اے ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی اسکول بارہ بنکی نے حسب وعدہ اپنے مضمون کی پہلی قسط الواعظ کے لئے بھیجی ہے جسکے لئے ہم رہین منت ہیں کہ باوجود عدیم الفرصتی الواعظ کے لئے انھوں نے وقت نکالا مضمون کی خوبی ناظرین سے خراج تحسین وصول کرے گی۔

بسلسلۂ اسباق

ہم تمام عالم کے عقلا کو خواہ وہ کسی دین و آئین کے پابند ہون مخاطب کرکے نہایت صاف اور سچی اور متین و سنجیدہ بات کی طرف توجہ دلاتے ہیں سنین اور غور سے سنین کہ ہر مذہب مین سب سے پہلا عقیدہ صانع عالم کے وجود کا مسئلہ ہے۔ اس مسئلہ مین جو اسلام کی تعلیم ہے اور خاتم الانبیا اور انکی مقدس آل نے اُسکی تصدیق و تائید کرکے صاد فرما دیا ہے اور عقل سلیم نے بے تامل اُسے قبول کر لیا ہے اُسے ہم پیش کرتے ہین۔ جو لوگ اُسے اپنے منصفانہ فیصلہ سے تسلیم کر لین گے وہ اس مسئلہ مین اور ہم متحد الخیال اور متفق المسلک سمجھے جائینگے اور ہمارے اور انکے درمیان کی نزاع برطرف ہو جائے گی اور اگر اُنھین تسلیم کرنے مین تامل ہوگا تو ہم التماس کرینگے کہ اب اس مسئلہ کے متعلق آپ اپنا عقیدہ پیش کیجیے اور ثابت کیجیے کہ آپکا عقیدہ زیادہ معقول اور سنجیدہ ہے۔ اگر درحقیقت اُنھون نے ثابت کر دیا تو بالضرور ہر منصف مزاج اُسی کو مان لیگا اور اُسی کو واجب الاتباع قرار دیگا۔ اسی طرح ہم دوسرا اور تیسرا مسئلہ اُصول مذہب پیش کرتے جائین گے اور دوسرے حضرات یا تسلیم کرتے رہین گے یا اُس سے بہتر مسئلہ پیش کرین گے اس طرز عمل مین کسی کو تامل اور شک نہین ہو سکتا اور فیصلہ کیلیے اس سے بہتر طریقہ کوئی دوسرا ہاتھ نہین آسکتا۔ امید ہے کہ اگر تعصب و ناانصافی طوق گلو نہین ہے تو نہایت جلد اور بہت آسانی سے تصفیہ ہو جائیگا۔

صانع عالم کا وجود

ہمارا عقیدہ ہے کہ صانع عالم یعنی جملہ کائنات کا پیدا کرنیوالا موجود ہے اور دُنیا
بغیر بنانے والے کے خود بخود پیدا نہین ہوگئی بعض چیزونکو اُس نے اپنی قدرت کاملہ سے
جب چاہا پیدا کردیا اور بعض چیزون کی پیدایش کے لیے ایک نظام مستقل قرار دیدیا ہے
کہ اُسکے موافق پیدا ہوتی رہتی ہین اور وہ ہر وقت اُس نظام کے بدل دینے پر قادر ہے
دہریین اور مادیین اور طبعیین جو وجود خدا کے مُنکر ہین اُنکی عقل داد دینے کے قابل ہے کہ
وہ مادہ یا طبیعت کے لیے صانعیت کا عہدہ عطا کرنے مین بخل نہین کرتے لیکن خدائے دانا
و توانا کو صانع عالم ماننا اور اُسکے وجود کا تسلیم کرنا اُنھین کسی طرح گوارا نہین ہوتا۔ اگر
صانع عالم کا وجود اُنکی فہم عالی کے نزدیک لائق تسلیم نہین تھا تو نہین معلوم مادہ یا طبیعت
کے سامنے اُنھون نے سر تسلیم کیون خم کردیا۔ میرا خیال یہ ہے اور بالکل بجا خیال ہے کہ
دُنیاوی راحت پسندی اور آزادخیالی اور عیش طلبی اور نخوت و سربلندی اسکا حقیقی سبب
ہے۔ دل سے وہ ضرور معترف ہین لیکن زبان سے انکار کیے جاتے ہین جحدوا بھا واستیقنتہا انفسہم
اور اسمین راز یہ ہے کہ اگر وہ خدا کے وجود کو تسلیم کیے لیتے ہین تو بالضرور اُسے عالم وحکیم مان کر
اُسکے احکام پر عمل کرنا لازم ہوجائیگا اُس کے اوامر و نواہی پر کاربندی ضروری ہوجائے گی
بہت سی مرغوب طبع چیزون سے دست بردار ہونا پڑے گا بہت سے ناگوار طبع احکام کا التزام
لازم ہوجائیگا اُسے معبود برحق تسلیم کرنے کے بعد اُسکی طاعت وعبادت وبندگی ضروری
ہوجائیگی اور اُنکی راحت وآرام وآسایش مین کلی اختلال پڑجائیگا جان مصیبت مین مبتلا ہوجائیگی
لہذا اُنھین مناسب یہی معلوم ہوا کہ از اصل اُسکے وجود ہی کا انکار کردیا جائے اس لیے جب

وجود ہی کا انکار ہو گیا تو کوئی حکم رہا نہ کوئی مذہبی قانون نہ طاعت نہ عبادت نہ بندگی نہ پرستش اسکے بعد نہ کسی کے اعتراض کا کھٹکا نہ کسیکے الزام کا تردد۔

لیکن کسی نے کسی صانع کا اعتراف چونکہ ایک فطری بات تھی اس سے وہ بھی مجبور ہوئے اور قہراً و جبراً اُن چیزون کی صانعیت تسلیم کر لی جنمین نہ علم نہ فہم نہ عقل نہ شعور نہ حکمت نہ قدرت نہ اُنکے پاس کوئی قانون ہدایت نہ امر نہ نہی کبھی کہدیا مادہ صانع عالم ہے کبھی یہ کہا کہ نیچر صانع عالم ہے۔ اس سے یہ فائدہ ہوا کہ عبادت سے فرصت ہو گئی کسی قانون مذہبی کی پابندی نہ رہی۔ اپنےول کی حکومت اپنے نفس کی سلطنت اپنے خواہش کی فرمان روائی ہو گئی۔

بڑے بڑے حکما و فلاسفر جب عقلی تحقیق کے میدان مین قدم رکھ دیتے ہین تو صاف طور پر صانع عالم حکیم کا اعتراف کر لیتے ہین لیکن شریعت کی دشوار گزار منزل جب پیش نظر ہو جاتی ہے اور عمل کا مرحلہ سامنے آتا ہے تو رنگ بدل جاتا ہے اور کہدیتے ہین کہ سب بیوقوفی کی باتین ہین نہ کوئی خالق نہ کوئی شریعت۔

بہر حال صانع عالم کا وجود ہرگز قابل انکار نہین اور اسمین بحث و مباحثہ غیر ضروری ہے تمام با فہم دنیا وجود خالق کی معترف ہے البتہ لائق بحث اور قابل ذکر صانع عالم کی شان کا بیان ہے جسمین اہل مذہب کے خیالات و بیانات مین اختلاف عظیم ہے۔

لہذا ہم صانع عالم کی شان کو اُس طور پر ذکر کرتے ہین جسطرح اسلام کی تعلیم اور جو عقل سلیم کی ہدایت کے موافق ہے۔

صانع عالم کی شان اور اسلام کی تعلیم

تمام کائنات عالم کا موجد اور ہر جزو کل کا خالق اور مخلوقات جہان کی معبودیت کے قابل

وہ ذات ہے جو تنہا قدیم بالذات ہے اور واجب الوجود ہے ازلی و ابدی ہے نہ اُسکے لئے وجود سے قبل عدم تھا اور نہ کبھی وجود کے بعد اسپر عدم طاری ہوگا اسکے سوا کوئی دوسرا قدیم بالذات نہین ہے اور نہ ہو سکتا ہے قادر مختار ہے وہ ہر چیز پر قادر ہر کوئی چیز جو قدرت کے تحت مین داخل ہونیکے قابل ہے اسکی قدرت سے خارج نہین۔ جن چیزون کو اپنی غلط فہمی سے لوگون نے قدیم مان لیا ہے وہ سب اسکی قدرت سے وجود میں آئے ہین اگرچہ انکے وجود مین آنے کی تاریخ سے لوگ بیخبر ہون لیکن وہ مخلوق ضرور ہین ورنہ لازم آئیگا کہ صانع عالم کی قدرت کامل نہین ہے۔ اُس کی قدرت جس طرح موجود کرنے پر قابو رکھتی ہے اُسی طرح معدوم کر دینے پر بھی اُسے تسلط ہے اُسکے افعال اضطراری نہین ہین بلکہ جو کچھ کرتا ہے حکمت و مصلحت و اختیار و ارادہ سے کرتا ہے وہ ہر چیز کا عالم ہے کوئی جزئی اور کلی اور ظاہر اور مخفی چیز خواہ وہ آسمان کی ہو یا زمین کی اُسکے علم سے باہر نہیں ہے جو چیزیں لوگوں کے حواس ظاہری یا باطنی کے ذریعہ سے معلوم ہوا کرتی ہیں وہ بغیر حواس کے اُنھیں جانتا ہے وہ جمیع کمالات کا جامع اور تمام نقائص و عیوب سے منزہ و مبرا ہے۔ اُسکی الوہیت میں کوئی شریک ہے نہ اُسکے قدم ذاتی میں نہایت ناانصاف ہیں وہ لوگ جو اُس کی مخلوق کو اُسکا شریک سمجھتے ہیں۔ نہ اُسکا کوئی شریک ہے نہ معین۔ نہ اُسکے جسم ہے نہ اعضا نہ صورت نہ شکل۔ جو لوگ خدا کیلئے جسم یا عوارض جسم ہونے کا اعتقاد رکھتے ہیں وہ کافر ہیں وہ جسم و جسمانیات سے منزہ ہے نہ کوئی چیز اُسمیں حلول کر سکتی ہے نہ وہ خود کسی میں حلول کرتا ہے نہ اُسکے اجزا ہیں نہ وہ کسی دوسرے مرکب کا جزو ہے نہ آنکھ سے دکھائی دے سکتا ہے نہ لائق اشارۂ حسیہ ہے وہ غنی ہے کسی بات میں کسی کا محتاج نہیں اُسکے صفات عین ذات ہیں۔

تنبیہ

صانع عالم کے متعلق اسلام کا یہ صاف و سیدھا عقیدہ ہے۔ تمام اہل مذاہب کے سامنے اُسے ہم نے مختصر الفاظ میں پیش کر دیا ہے۔ اس عقیدہ کے ہر جزو پر زبردست دلیلیں ہمارے پاس موجود ہیں۔ جس کا دل چاہے قدم بڑھائے اور غور و فکر کے ساتھ اس عقیدہ کی جانچ کرے اور دیکھے کہ کیا مستحکم و مضبوط عقیدہ ہے۔ جسمیں کسی کو نکتہ چینی اور خوردہ گیری کا موقع نہیں مل سکتا۔ علوم الٰہیات سے بحث کرنے والے اور معارف حقہ کی جستجو رکھنے والے خوب سمجھ سکتے ہیں کہ یہ عقیدہ جواہر تحقیقات سے کسقدر مالا مال اور انوار حقانیت و روحانیت سے کس طرح فروغ افزائے بزم کمال ہے۔

اگر کسی میں ہمت ہو تو آگے قدم بڑھائیے اور ہمارے بیان کئے ہوئے عقیدہ پر اعتراض کرکے دکھائے اور اگر گرفت کی گنجائش نہ پائے تو دل و جان سے اسکا معتقد ہو اور کلمۂ طیبہ

اشہد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ

زبان پر جاری کرکے سچا موحد بن جائے۔

نتیجہ امتحان سالانہ عربی شیعہ کالج بابت ۱۳۴۲ھ

نمبر کامیابی ۳۳/۱۰۰

درجہ	نام	کتاب	نمبر	کتاب	نمبر	کتاب	نمبر
[illegible] سال دوم	مولوی خادم حسین صاحب	عماد الاسلام و استقصاء الافحام	۸۵/۱۰۰	احقاق الحق	۹۵/۱۰۰		
	مولوی محمد حسین صاحب	〃	۴۲	〃	۴۲		
	مولوی سید ظہیر الحسن صاحب	〃	۳۰	〃	۵۰		
[illegible] سال اول	سید سلطان علی صاحب	استقصاء الافحام حصہ اول	۵۰	ثانی	۴۵		
	مولوی شیخ جواد حسین صاحب	〃	۴۵	〃	۶۷		
	مولوی بنجا در علی صاحب	〃	۵۰	〃	۵۰		
[illegible] سال دوم	مولوی سید الطاف حسین صاحب	دیوان ابی تمام	۶۶/۱۰۰	امالی سید مرتضیٰ و مغنی	۶۵	نہج البلاغہ و تاریخ یمینی	۵۰
	مولوی سید مظفر حسین صاحب	〃	۵۰	〃	۵۵	〃	۴۶
	مولوی سید جعفر حسین صاحب	〃	۶۵	〃	۳۳	〃	۳۶
[illegible] سال اول	مولوی محمد ہاشم صاحب	رسائل خوارزمی	۵۵	مقامات زمخشری و مغنی	۶۵	دیوان سید رضی و شرح مشکوٰۃ	۶۶
	مولوی سید احمد حسین صاحب	〃	۶۷	〃	۷۱	〃	۵۰

حکماے حال کی راے ہو کہ کرہ ارض کے طبیعی حالات اِس امر کو کسی طرح ثابت نہین کرتے کہ ہماری ساری زمین کبھی پانی مین ڈوب گئی ہو اور ماہرین طبقات الارض اِس راے کی تصویب کرتے ہین مگر معتقدین صحف سماوی کا اعتقاد ہے کہ طوفان نوح نے ساری دنیا کو غرقاب کردیا۔ اسفار توراۃ نے نہایت تفصیل سے اِس اعتقاد کی تائید کی ہے مگر قرآن مجید کے آیات کسی قدر اپنی راے کو محفوظ رکھے ہوے ہین۔

بہر تقدیر اِس امر کے ماننے مین کسی کو تامل نہین ہوسکتا کہ بنی نوع انسان کا شدید دشمن طوفان، یا سیلاب ہے۔ آج بھی یہی حالت ہے اور گذشتہ زمانے مین بھی یہی انداز تھا سیل العرم کی حکایت اشعار جاہلیت اور اساطیر اولین مین موجود ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ سلطنت مارب پر عمرو بن عمر ماء السماء کی حکومت تھی۔ اسکی زوجہ ظریف نے ایک خواب دیکھا تھا جسکی تعبیر بربادی سلطنت تھی۔ اُس نے اپنے شوہر سے کہا کہ عرم کے بند کے پاس جاؤ اور دیکھو کہ اگر چوہے بند مین سوراخ کررہے ہین اور اپنے پنجون سے کھرچ رہے ہین اور بھاری پتھرون کو پچھلے پاؤن سے ہٹا رہے ہین تو سمجھو کہ ہم لوگون پر بلا آنے والی ہے۔ عمرو بن ماء السماء گیا تو دیکھا کہ واقعی اُسکے زوجہ کے بیان کے موافق چوہے بند کو ہٹا رہے تھے اور سوراخ کررہے تھے۔ بادشاہ اپنے اہل وعیال کو لیکر باہر چلا گیا۔ کچھ دنون بعد شدید سیلاب آیا اور تمام سلطنت کو تباہ کرگیا۔ اعشی نے ان حالات کو بعض اشعار مین ذکر کیا ہے۔

غرض یہ سیلاب صرف دو باتین ظاہر کرتا ہے ایک یہ کہ طوفان آیا اور دوسرے یہ کہ تمام سلطنت کو تباہ کر گیا یعنی تمدن قدیم کا خاتمہ ہوا۔

یہ روایت ملک عرب ممکن ہے کہ تاریخی اعتبار سے صحیح ہو کیونکہ درایۃً بھی کوئی امر قابل استبعاد نہین ہے اور واقعہ بھی طوفان نوح سے جدا ہے کیونکہ اس کا زمانہ دوسری اور تیسری صدی عیسوی کے درمیان ہے۔

لیکن اہل بابل و نینوا کی تاریخ بر وسس اب تک محفوظ ہے جسمین طوفان کا بجنسہ وہی حال مرقوم ہے جو اسفار توراۃ مین درج ہے۔ البتہ نامون کا فرق ضرور نمایان ہے۔ اُس مین لکھا ہے کہ لاکر دسس ر دیوتا، کو بادشاہ وقت نے خواب مین دیکھا کہ وہ ایک ایسے طوفان کے آنے کی خبر دیتا ہے جو تمام دنیا کو تباہ کر دے گا اور حکم دیتا ہے کہ مدینۃ الشمس (سپار) مین ایک کشتی تیار کی جائے جسمین تمام اعزا و احباب جمع کیے جائین اور وحوش و طیور کے جوڑے بھی رکھ لیے جائین بادشاہ وقت نے امر الٰہی کی تعمیل کی یہان تک کہ طوفان آیا اور سارا عالم غرق ہوا۔ محض اس کشتی کے اندر جو جاندار تھے وہ محفوظ تھے۔ جب طوفان کم ہونے لگا تو بادشاہ نے پرندون کا ایک جوڑا اُڑا دیا جو کچھ عرصہ کے بعد وہ اِس امر کے اطلاع دینے کو واپس آیا کہ ابھی خشکی نظر نہین آتی۔ چند روز کے بعد پھر طائر اُڑائے گئے اور جب وہ واپس آئے تو دیکھا گیا کہ اُن کے پنجون مین کیچڑ بھری ہوئی تھی۔ پھر کچھ دن کے بعد چند طائر اُڑائے گئے تو وہ واپس نہ آئے اور معلوم ہو گیا کہ اب طوفان خشک ہو چلا ہے۔ بادشاہ نے اپنی کشتی کو چلایا یہانتک کہ خشکی کے کنارے آ گیا اور اُترکے اپنے معبود کا شکر ادا کیا اور قربانی چڑھائی۔ پھر وہ خود اور اُسکی زوجہ اور ناخدائے کشتی یہ تینون آسمان پر چلے گئے۔ بقیہ لوگ اپنے بادشاہ کا نام لے لیکے پکارنے لگے اور نالہ و فریاد کرنے لگے مگر وہ واپس نہ آیا۔ البتہ اُسکی آواز گوش زد ہوئی کہ اب مین آسمان پر ہون۔

اِس زمین کا نام ارمینیا ہے۔ اب تم بابل کو روانہ ہو جاؤ اور اُن اسفار کو ڈھونڈھو جو مدینۃ الشمس مین محفوظ ہین"۔ یہ اسفار بعد جستجوے بسیار مل گئے اور مُلک نئے سرے سے آباد ہوا۔

یہ وہ واقعہ ہے جو بروسس کی تاریخ مین موجود ہے اور عقل سلیم بتاتی ہے کہ یہ واقعہ عیسائیون کے صحف مقدسہ سے ماخوذ ہے بلکہ دو واقعون کو یکجا کر دیا ہے یعنی طوفان نوح اور جناب ادریس کا آسمان پر جانا لیکن تعجب یہ ہے کہ آجکل چند لوحین دستیاب ہوئی ہین جو جناب مسیح علیہ السلام سے بھی سات سو برس پیشتر کی ہین۔ یہ اشرین پال کے کتب خانہ کا ایک جزو ہین یہ ان الواح مین کاتب نے اپنے ہیرو ست نفشتیم کے متعلق اسی قسم کا ایک قصہ تحریر کیا ہے۔ اس سے زیادہ قابل تعجب یہ امر ہے کہ چند لوحون کے ٹکڑے کمیں سو برس قبل مسیح کے دستیاب ہوے ہین جو ابوحبار کے نواح سے ملے ہین یہ مقام مدینۃ الشمس سے متصل معلوم ہوتا ہے) اُس مین بھی یہی قصہ تقریباً ذیل کے الفاظ مین درج ہے

"اے گلگمش مین معبودون کا فیصلہ تجھے سُناتا ہون۔ ایک شہر فرات کے کنارے ہے جسکا نام شرپیک ہی۔ یہان معبودون نے رب الارباب سے درخواست کی کہ طوفان بھیجا جاے رب العقل نے ست نفشتیم۔ انوبیل۔ انوگی وغیرہ سے کہا کہ دیوارین توڑ ڈالو۔ بند توڑ ڈالو۔ ایک کشتی بناؤ۔ جائداد۔ مال۔ اسباب۔ سب چھوڑ دو۔ اپنی جانین بچاکے اُس کشتی مین بیٹھو۔ ہر جانور اور ہر غلہ کو اُس مین رکھ لو"۔ غرضکہ حکم آلہی کی تعمیل کی گئی "اور طوفان عظیم ظاہر ہوا بجلی کی کڑک۔ بادل کی گرج۔ معبودون کا غصہ تمام عالم تیرہ و تار۔ ہاتھ کو ہاتھ سوجھتا نہین"۔ اسکے بعد لکھا ہے کہ معبود خود تھرا گئے اور کتون کی طرح دبے ہوئے تھے۔ ان معبودون کے زن و فرزند زار و قطار روتے تھے اور پشیمانی ظاہر کرتے تھے کہ کیون رب الارباب سے طوفان کی درخواست کی۔ بادشاہ وقت بیقرار تھا۔ اسکی کشتی کوہ نصر پر قائم تھی۔ چھ شبانہ روز یہی حال رہا۔

"ساتوین دن ایک فاختہ اُڑائی گئی اور ایک چڑیا بھی اُڑائی گئی مگر دو روز کے بعد دونون واپس آگئے اور کہین ٹھہرنے کا ٹھکانہ نہ ملا۔ تین دن کے بعد ایک کوّا اُڑایا گیا جو خوش ہوتا اور غل مچاتا ہوا واپس آیا اور پھر اُڑ گیا۔

اسکے بعد قربانی کا ذکر کیا گیا ہے اور معبودون کی آپس مین لڑائی تحریر ہے جسکا نتیجہ یہ بتایا گیا ہے کہ "ست نفشیتم اب تک انسان تھا مگر اب معبودون مین شامل ہے" اور اُسے آسمان پر اُٹھالیا۔

اِن واقعات پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ معتقدان کتب سماوی اسے طوفان نوح کے واقعے کی رنگ آمیزی کہینگے اور بے دین لوگ یہ کہینگے کہ طوفان نوح کا قصہ خود انھین اخبار سے ماخوذ ہے۔ مین نے ان اُمور کو محض اسلئے یکجا کر دیا ہے کہ ارتقار مذہب کے فلسفہ پر نظر کیجائے اور یہ دیکھا جائے کہ شریعت کاملہ نہونے کیوجہ سے ایک واقعہ کتنے رنگ بدل سکتا ہے اور بدل سکا۔ اسکے بعد قرآن مجید کے آیات پر نظر کی جائے کہ کس قدر حکیمانہ اور مدبرانہ انداز سے طوفان نوح کا ہمارے یہان ذکر کیا گیا ہے۔ ہر بات قرین عقل اور روحانیت سے مملو سچ ہے

رَسُولٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً فِيهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ

التماس

حضرات شعرائے نامدار و مداحان آل اطہار کیخدمت مین گذارش ہے کہ جملہ اعیاد و جلسہ ہائے مولود کے متعلق تصنیف قصیدے اور مدح اہلبیت علیہم السلام کی نظمیں و رباعیات ایک قومی گلدستہ مولود مین درج اور طبع کرنے کی غرض سے مندرجہ ذیل پتہ پر بذریعہ ڈاک ارسال فرماکر خود کو مثاب اور قوم کو رہین منت بنائیں والسلام

ماسٹر سید مہدی اکبر اسلامیہ سکول شملہ

سلسلۂ کمالات میں ہم کو پہلا نمبر جناب امیر خیبر گیر وصی رسول بشیر و نذیر۔ ہادی ہر صغیر و کبیر
برنا و پیر کا ملتا ہے۔ مدینۂ علم نبوی کے کمالات ہدایات انتساب کا اظہار و نشر فرض ایمانی ہے آنجناب
نورانی عالم میں بھی خلق خدا کے ہادی رہے۔ انبیاء کی مدد فرمائی۔ ملائکہ کے معلم ہین۔ جسکے متعلق کلمات
شریفہ حدیث صحیح سبحنا وسبحت الملائکہ پہلے ہمنے تسبیح خدا کی تب ملائکہ ہمارے بعد تسبیح الٰہی
بجالائے شاہد عدل ہین۔ مثلاً اگر نور جناب امیر کو ملائکہ وقت سجدہ تعظیمی جناب آدم نہ دیکھ پاتے" جو کہ
نور جناب رسالتمآب کے ساتھ شامل تھا" تو وہ کبھی خدا کے خلیفہ اوّل کے پیچھے جبہ سائی نہ کرتے۔

۲۔ اگر توبہ قبول ہونے کے وقت جناب آدم حضرت علی مرتضےٰ مصداق انما وقل کفے کا نام نامی
واسم گرامی منجملہ اسماے پنجتن پاک نہ لیتے تو توبہ کیونکر قبول ہوتی۔

۳۔ جناب نوح کی کشتی طوفانی ہونے سے جبھی بچی جب اسماے خمسۂ نجبا کا واسطہ آنجناب نے
بارگاہ باری مین پیش کیا۔

۴۔ شکم ماہی سے حضرت ذوالنون " یونس پیغمبرؑ " کیونکر صحیح و سالم باہر تشریف لاتے اگر
کلمات الٰہیہ کا ورد زبان مبارک پر نہوتا۔

۵۔ حضرت خلیل جلیل نار نمرود سے کیونکر بچتے اگر ان مبارک اسماء کا وظیفہ نہ جپتے۔ المختصر ذات
جناب امیر سے نورانی و جسمانی عالم مین وہ امور ظہور پذیر ہوے ہیں جنسے کملاے دہر فضلاے عصر کی
عقول حیران و سرگرداں ہیں اور کیا خوب کسی شاعر نے مناقب حضرت علی عمرانی کو اس شعر مین
ادا کیا ہے۔

کتاب فضل تر آب بحر کافی نیست — کہ ترکنم سرانگشت و صفحہ بشمارم

فروع کافی جلد ۳ سے ایک فیصلہ جناب امیرؑ تحریر کرتا ہوں جن سے آنجناب کے کمالات علمیہ پر روشنی پڑتی ہے۔

علی ابن ابراھیم عن ابیہ عن ابن ابی عمیر عن علی بن حمزۃ عن ابی بصیر عن ابی جعفرؑ قال دخل امیرالمومنین المسجد فاستقبلہ شاب یبکی۔ و حولہ قوم یسکتونہ فقال علیؑ ما ابکاک فقال یاامیرالمومنین ان شریحا قضی علی بقضیۃ ماادری ماھی۔ ان ھؤلاء النفر خرجوا معھم فی السفر فرجعوا ولم یرجع ابی۔ فسئلتھم عنہ۔ فقالوا۔ مات۔ فسئلتھم عن مالہ فقال ماترک مالاً۔ فقدمتھم الی شریح فاستحلفھم۔ وقد علمت یا

علی ابن ابراہیم نے اپنے باپ سے اور اُنھوں نے ابن عمیرؒ سے انھوں نے علی بن حمزہ سے اُنھوں نے ابی بصیر اور اونھوں نے حضرت ابی جعفر امام محمد باقرؑ سے منقول ہے کہ حضرت امیرالمومنینؑ مسجد کوفہ میں داخل ہوئے ناگاہ آپکے سامنے ایک نوجوان روتا ہوا آیا۔ جسکو چند آدمی حلقہ میں لئے ہوئے رونے سے تسکین دیتے رہے تھے جناب امیرؑ "اے نوجوان! تیرے رونے کا کیا باعث ہے"۔ نوجوان "یاامیرالمومنین! شریح قاضی نے میرے مقدمہ کا فیصلہ کیا ہے مگر میں نہیں جانتا اُسنے یہ فیصلہ کیونکر کیا ہے۔ اصل واقعہ یہ ہے " (اظہار بیانات ہورہا ہے) کہ یہ چند نفر میرے باپ کے ہمراہ سفر کو گئے "یہ شرکا تجارت باہم بنکر" کچھ عرصہ کے بعد یہ تو واپس ہوئے مگر میرا باپ نہ پلٹا۔ میں نے اُسکی بابت اِن سے دریافت کیا یہ کہنے لگے کہ وہ مرگیا ہے میں نے اس کے مال کو

امیر المومنین ان ابی خرج
ومعه مال کثیر۔ فقال
لهم امیر المؤمنین ارجعوا
فرجعوا۔ والفتی معهم الی
شریح۔ فقال له امیر المومنین
یا شریح کیف قضیت بین
هؤلاء۔ فقال یا امیر المومنین
ادعی هذا الفتی علی هؤلاء
النفر انهم خرجوا فی سفر
وابوه معهم فرجعوا ولم
یرجع ابوه۔ فسئلهم عنه
فقالوا مات۔ فسئلهم عن
ماله فقالوا ما خلف مالا
فقلت للفتی هل لك بينة
علی ما تدعی۔ فقال لا۔
فاستحلفتهم۔
فقال امیر المومنین۔ هیهات
یا شریح هکذا تحکم فی
مثل هذا۔ فقال یا امیر المومنین

پوچھا۔ بولے۔ اُسنے کچھ مال نہیں چھوڑا۔ میں ان
سب کو شریح کے پاس لیگیا۔ اُن سے اِن سے حلف
اُٹھوایا جبکہ یا امیر المومنین مجھے معلوم ہے کہ میرا باپ
بہت سا مال لے کر ان کے ہمراہ گیا تھا۔ حضرت امیر
نے یہ کلام نوجوان کی زبانی سنکر فرمایا تم سب
دوبارہ شریح کے پاس چلو۔ چنانچہ نوجوان اور اُسکے
باپ کے شریک شریح کے پاس گئے۔ اتنے میں
حضرت امیر بھی قاضی مذکور کے پاس تشریف لے آئے
اور فرمایا اے شریح! تو نے ان اشخاص کے مقدمہ
میں کیا فیصلہ کیا ہے۔ شریح بولا یا امیر المومنین
اِس نوجوان نے برخلاف ان اشخاص کے
دعوی کیا ہے کہ یہ لوگ میرے باپکے ساتھ سفر کو گئے
یہ سب تو لوٹ آئے مگر میرا باپ نہ لوٹا۔ اِس
نوجوان نے اُنسے اپنے باپ کی بابت دریافت کیا
اُنھوں نے جواب دیا وہ تو مرگیا پھر اُسنے اُسکے
مال کے متعلق پوچھا اُنھوں نے کہا کچھ مال نہیں چھوڑا
میں "قاضی" نے کہا اے نوجوان! کیا تیرے
دعوے پر گواہ بھی ہیں؟ نوجوان "نہیں تو"۔ قاضی
اُسوقت میں نے ان سے حلف اُٹھوایا۔

كيف ؟
فقال امير المؤمنين والله
لاحكمن فيهم بحكم ما حكم
به خلق قبلى الا داود
النبى۔ يا قنبر رض ادع لى
شرط الخميس۔ فدعاهم
فوكل بكل رجل منهم
رجلا من الشرطة ثم نظر
الى وجوههم۔ فقال ع ماذا
تقولون ؟ انى لا اعلم ما
صنعتم بابى هذا الفتى
اذا لجاهل ثم قال فرقوهم
وغطوا رؤسهم فقال ففرق
بينهم واقيم كل رجل
منهم الى اسطوانة من اساطين
المسجد ورؤسهم مغطاة بثيابهم
ثم دعا بعبيد الله بن ابى رافع
كاتبه فقال هات صحيفة
ودواة وجلس امير المومنين

حضرت امیر المومنین نے فرمایا افسوس! اے
شریح تو اسی طرح ایسے مقدمات میں فیصلہ کیا کرتا
ہے۔ شریح:۔ تو یا امیر المومنین اور کیونکر؟
آپ نے ارشاد فرمایا کہ بخدا! میں اس مقدمہ میں ایسا
فیصلہ کرونگا کہ مجھ سے پہلے کسی نے سوائے داؤدؑ
کے ایسا فیصلہ ہی نہیں کیا۔ جناب امیرؑ قنبرؓ سے
مخاطب ہو کر لشکر کے سپاہیوں کو بلاؤ۔ قنبر نے
فوراً تعمیل ارشاد کی۔ اور سپاہیوں کو بلوایا۔ آپ نے
ہر نفر کو ایک ایک سپاہی کی حراست میں کر دیا۔
پھر آپ نے اُن کے چہروں کو غور سے دیکھا
اور ارشاد فرمایا۔ کیا تم یہ کہتے ہو کہ مجھے تمھارے
حرکات کا علم نہیں ہے جو اسکے باپ کے ساتھ
ظہور میں آئیں۔ اگر تمھارا خیال یہی ہے تو میں
تب جاہل کہلاؤنگا پھر آپنے فرمایا ان مجرموں کو
جدا جدا کر دو۔ راوی کا بیان ہے کہ اُن میں جدائی
کر دی گئی۔ اور اُن میں کا ہر ایک
آدمی مسجد کے ستون کے پیچھے کھڑا کیا گیا
اور اُن کے سر اُنھیں کے کپڑوں سے ڈھانپ
دیئے گئے۔ پھر آپنے اپنی منشی عبداللہ بن ابی رافع

وجلس امیر المومنین ع
فی مجلس القضا وجلس
الناس الیہ۔ فقال لھم اذا
انا کبرت فکبروا۔ ثم قال
للناس افرجوا۔ ثم دعا بواحد
منھم فاجلسہ بین یدیہ
وکشف عن وجھہ۔ ثم
قال لعبداللہ ابن ابی رافع
اکتب اقرارہ وما یقول
ثم اقبل علیہ بالسؤال۔
فقال لہ امیر المومنین فی
(ا) ای یوم خرجتم من منازلکم
وابو ھذا الفتی معکم
فقال الرجل فی یوم کذا
وکذا۔

کو طلب فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ کاغذ و دوات لاؤ
(بوجہ قرینہ کے لفظ قلم کو محذوف فرمایا بالکل اسی طرح
جس طرح جناب رسالت مآب نے وقت آخیر صحابہ
سے فرمایا تھا ایتونی بدوات وقرطاس
دوات و کاغذ لاؤ مگر صحابہ نے اس حکم کی کیا وقعت کی
اسکے لئے ناسخ مرحوم کا شعر پیشکش ہے ؎
خط وہ لکھتا ہے پہ لکھنے نہیں دیتے ہیں تئیں ماجرا یہ بھی کم از قصہ قرطاس نہیں)
اور خود جناب امیر المومنین مقدمہ فیصل کرنے کی جگہ بیٹھ گئے
(جو ابتک مسجد کوفہ میں دکۃ القضا کے نام سے موسوم ہے)
اور لوگ (تماشائی) بھی آپکے پاس بیٹھ گئے۔ آپنے حاضرین
سے فرمایا جب میں تکبیر کہوں تو تم بھی تکبیر کہنا۔ پھر آپنے
لوگوں سے فرمایا علیحدہ ہو جاؤ۔ اسکے بعد ان (مجرموں)
میں سے آپنے ایک کو طلب فرمایا اور اپنے سامنے بٹھلایا
اور اسکے چہرے سے کپڑے کو ہٹایا۔ اور عبداللہ (منشی) سے
فرمایا اسکے بیانات قلم بند کرو۔ یہ فرماکر آنحضرت اس
مجرم سے مخاطب ہوئے اور یوں سوال کیا۔ بتاؤ تم
کس روز اپنے مکانوں سے باہر (سفر کو) گئے تھے جبکہ
اس نوجوان کا باپ بھی تمھارے ہمراہ تھا۔ وہ آدمی
(مجرم) بولا فلاں روز (ہم نے سفر کیا تھا)"

وقال: فی ای شہر؟
قال: فی شہر کذا وکذا۔
قال: فی ای سنۃ
قم: فی سنۃ کذا وکذا۔
قال۔ والی این بلغتم من سفرکم
حین مات ابو ہذا الفتی
قم الی موضع کذا وکذا
قال۔ فی منزل من مات
قال۔ فی منزل فلان
بن فلان۔
قال۔ وما کان مرضہ
قال۔ کذا وکذا
قال۔ وکم یوماً مرض
قم۔ کذا وکذا۔
قال فمن کان یمرضہ۔ وفی
ای یوم مات ومن غسلہ و
من کفنہ۔ وبما کفنتموہ
ومن صلی علیہ ومن نزل
قبرہ۔

امیرالمومنین: تم کس ماہ میں گئے تھے؟
مجرم: فلاں فلاں ماہ میں۔
امیرالمومنین: کس سنہ میں؟
مجرم: فلان سنہ میں۔
امیرالمومنین: تمہارا سفر کہاں جاکر ختم ہوا تھا جبکہ
اس نوجوان کے باپ نے وفات پائی؟
مجرم: فلاں مقام تک۔
امیرالمومنین: کس کی منزل میں اُس کی موت
واقع ہوئی؟
مجرم: فلان بن فلان کے مکان میں۔
امیرالمومنین: اُس کو کیا مرض لاحق ہوا تھا۔
مجرم! فلان بیماری میں۔
امیرالمومنین: وہ کتنے دن بیمار رہا۔
مجرم: اتنے دن۔
امیرالمومنین: اسکی تیمارداری کون کرتا تھا۔
اور کس دن مرا تھا۔ کس نے اُسکو نہلایا۔ کس نے
کفنایا۔ اور کس قسم کے پارچہ میں کفن دیا۔ کس نے
اُسپر نماز (جنازہ) پڑھی۔ اور کون اُس کی قبر
میں اُترا۔

فلما سئله عن جميع
ما يريد كبّر امير المومنين
وكبّر الناس جميعا فارتاب
اولئك الباقون ولم يشكوا
ان صاحبهم قد اقر عليهم
وعلى انفسه فامر ان يغطّى
راسه وينطلق به الى السجن۔ ثم
دعا باخر فاجلسه بين يديه
وكشف عن وجهه وقال كلا
زعمتم انى لا علم بما صنعتم
قال يا امير المومنين ما انا الّا
واحد من القوم ولقد كنت
كارهًا لقتله فاقر۔ ثم
دعا بواحد بعد واحدٍ
كلّهم يقرّوا بالقتل واخذ
المال ثم ردّ الذى كان
امر به الى السجن فاقر ايضا فالزمهم
المال والدم۔ فقال شريح
يا امير المومنين وكيف حكم

حضرت امیر جب اُس سے تمام متعلقہ سوالات فرما چکے
تو تکبیر کہی۔ اور سب حاضرین نے بھی تکبیر کہی تو یہ بقیہ
مجرمین جو ستونہائے مسجد کے پیچھے ٹھہرائے
ہوئے تھے شک میں پڑ گئے اور اُن کو اس کا یقین
ہوگیا کہ اُن کے ساتھی نے سب کے جرم کا اقرار کرلیا۔
پھر امیر المومنین نے حکم دیا کہ اسکے سر کو چھپا کر اسکو
قیدخانہ میں لیجاؤ۔ تب آپنے دوسرے کو بلوایا اور
اُس کو اپنے سامنے بٹھلایا اور اسکے چہرے سے کپڑے کو
ہٹایا اور فرمایا ہرگز یہ گمان نہ کرنا کہ مجھے تمہارے کرتوت
کا علم نہیں ہے وہ بولا یا امیر المومنین! میں تنہا ہی
تو اس (جرم) میں شریک نہ تھا یقیناً میں تو اُسکے قتل
کرنیسے نفرت کرتا تھا۔ بالآخر ان سے جرم کا اقرار
کرلیا۔ پھر تو حضرت امیر المومنین نے یکے بعد دیگرے
سب کو بلوایا اُنھوں نے "نوجوان کے باپ کو قتل
کرنے کا اقرار کیا اور مال کے لینے کا بھی۔ تب آپنے
قیدخانہ والے مجرم کو بھی بلوایا اُن سے بھی
اقبال جرم کرلیا۔ آپنے اسوقت نوجوان کا مال
بھی اور خون بہا بھی اُن سے دلوایا۔
شریح بولا! یا امیر المومنین! بھلا حضرت داؤد پیغمبر

داؤد النبی۔
فقال ؑ ان داؤد النبی مرّ
بغلمۃ یلعبون وینادون
بعضہم یا مات الدین۔ فیجیب منہم
غلام فدعاہ داؤد۔ وقال
یاغلام ما اسمك ؟
قال " مات الدین "
فقال ۔ لہ من سماك بہذا الاسم
قال ۔ اُمّی ۔
فانطلق داؤد الی اُمہ فقال
لہا یا ایتہا المرأۃ ما اسم
ابنك ہذا۔ قالت ۔ مات الدین۔
فقال لہا " ومن
سماہ "
قالت ۔ ابوہ۔
قال ۔ وکیف کان ذلك
قالت ۔ ان اباہ خرج فی سفر لہ
ومعہ قوم وہذا الصبی حمل
فی بطنی ۔ فانصرف القوم

کس طرح فیصلہ کیا تھا ارشاد ہو۔
امیر المومنین " جناب داؤد پیغمبر کا گذر چند کھیلنے والے
بچون کے پاس سے ہوا کہ وہ اپنے مین سے ایک لڑکے
کو مات الدین (دین مرگیا) کہکر پکارتے تھے وہ لڑکا
انھیں جواب دیتا تھا حضرت داؤد نے اُس بچے کو
بلایا اور دریافت فرمایا اے بچے! تیرا کیا نام ہے لڑکا
مجھے مات الدین کہتے ہین ۔
داؤد ۔ یہ نام کس نے رکھا ہے ؟
لڑکا " مان نے "
داؤد اسکی مان کے پاس تشریف لیگئے اور فرمایا
اے عورت تیرے اِس بیٹے کا کیا نام ہے ۔
عورت " مات الدین "
داؤد عورت سے مخاطب ہوکر اِس نام سے اسکو
کسنے موسوم کیا
عورت " اس کے باپ نے "
داؤد ۔ یہ کیونکر ۔ کس طرح ؟
عورت " یا نبی اللہ " اسکا باپ اپنے سفر کو سدھارا
اور اُسکے ہمراہ چند آدمی گئے جبکہ یہ بچہ میرے شکم مین
تھا (مین اس سے حاملہ تھی) ساتھی تو واپس پہنچے

ولم ينصرف زوجي۔ فسئلتهم
عنه۔ فقالوا مات۔ فقلت لهم
فاين ما ترك۔ قالوا لم يخلف
شيئا۔

فقلت هل اوصاكم بوصية
قالوا۔ نعم زعم انك حبلى
فما ولدت من ولد جارية
او غلام فسميه مات الدين
فسميته مات الدين
قال داؤد او تعرفين القوم الذين
كانوا خرجوا مع زوجك قالت نعم
قال فاحياء هم اموات۔ قالت بل احياء
قال۔ فانطلقي بنا اليهم
ثم مضى معها فاستخرجهم
من منازلهم فحكم بينهم
بهذا الحكم بعينه واثبت عليهم
المال والدم۔ وقال للمرأة
سمي ابنك هذا عاش
الدين۔

مگر میرا شوہر نہ واپس ہوا میں نے اُنسے اُس (شوہر)
کی بابت دریافت کیا۔ وہ بولے اُسنے وفات پائی
میں بولی اسکا ترکہ کہاں ہے۔ اُس نے جواب دیا
کہ اسنے کچھ بھی نہیں چھوڑا۔
میں "تو کیا اُس (مرنے والے) نے تمھیں کوئی وصیت کی ہے"
قوم والے " ہاں! (وصیت کی ہے) مجھکو گمان تھا
کہ تو حاملہ ہے پس اگر تیرے یہاں لڑکا پیدا ہو یا لڑکی
اُس کا نام مات الدین رکھنا
عورت (یا نبی خدا) میں نے حسب وصیت شوہر خود
وہی نام اُسکا رکھدیا۔
داؤد۔ اے عورت! کیا تو اُن لوگوں کو پہچانتی ہے
جو تیرے شوہر کے ساتھ سفر میں گئے تھے۔
عورت۔ ہاں جانتی ہوں۔ داؤد۔ وہ لوگ زندہ ہیں
یا مر گئے؟ عورت۔ بقید حیات ہیں۔ داؤد۔ تو ہم کو اُن تک
لیچل۔ پھر جناب داؤد اُس عورت کے ہمراہ تشریف
لیگئے اور آپ نے اُن کو اُن کے گھروں سے باہر بلوایا۔ اور
اُن کے درمیان اسطرح فیصلہ فرمایا اور اُنکے ذمے
ادائگی مال وخون بہا لازم فرمایا۔ اور عورت سے فرمایا
اب اپنے بیٹے کا نام " عاش الدین (دین زندہ گیا) رکھ

ثم ان الفتی والقوم اختلفوا	رجوع باصل قصہ۔ پھر نوجوان اور قوم کے درمیان
فی مال الفتی کم کان	مقدار مال میں اختلاف ہو گیا۔ تب حضرت امیرؑ
فاخذ امیر المومنین خاتمہ	نے اپنی اور اُن کی تمام مہریں لے لیں اور فرمایا
وجمیع خواتھم من عندہ	ان حصوں کو لیجاؤ پس جو شخص تم میں سے میری مہر
ثم قال اجیلوا ھذہ السھام	نکال لے گا۔ وہ اپنے دعوی میں سچا ہے کیونکہ یہ خدائی
	حصہ ہی اور خدائی حصہ کسیکو محروم نہیں رکھتا۔

عدالت علیؑ

غلام کون تھا؟

ایکدن دارالقضا میں آئے یوں دو مستغیث
عبد آقا کو بتاتا تھا یہ ہے میرا غلام

اور آقا مدعی اسکا یہ میرا زر خرید
دونوں دعووں پر گواہوں کا نہایت انتظام

محو حیرت ہو گیا دارالعدالت میں ہر ایک
حکم فرماتے ہوے دونوں کو یہ اُٹھے امام

" سر نکالو اپنے دارالشرع کی کھڑکی سے تم
امر حق ظاہر ہوا جاتا ہے اب بین الانام

کہکے یہ قنبر سے پھر ارشاد فرمایا کہ ہاں
عبد کی گردن اُڑا دے لے یہ تیغ بے نیام

تولکر تلوار قنبر نے اُٹھایا تھا قدم
کھینچکر جلدی سے گردن کو نکل بھاگا غلام

سرنگوں آقا رہا اک شان استقلال سے
جس سے ظاہر ہو گیا تھا اُسپہ بیجا اتہام

(مدیر)

مولانا السید حسن بن حضرت غفرانمآب طاب ثراہ

۲۱ ماہ ذیقعدہ ۱۲۰۵ہجری کو لکھنؤ میں پیدا ہوے اور تحصیل علوم عقلیہ و نقلیہ اپنے والد ماجد اور برادر محترم جناب سلطان العلما سے کی علم و عمل وحلم و زہد و تقوی اور تمام مکارم اخلاق مین بے نظیر تھے۔ نہایت منکسر المزاج اور کم سخن تھے باوجود علم و فضل کے کبھی مسائل مین اجتہاد نہیں کیا جب کوئی مسئلہ پوچھنے آتا تھا تو احتیاطی اقوال بیان کر کے فرماتے تھے۔ کہ مین صاحب فتویٰ نہین اکثر باقتدا رجناب سید العلما نماز پڑھتے تھے باوجود بزرگی کے جناب سید العلما کا نہایت احترام کرتے تھے ہمیشہ شدت حیا سے نگاہین نیچی رہتی تھین صاحبان احتیاج کی مخفی اعانت کرتے تھے آخر عمر مین گوشہ نشینی اختیار کی تھی سوائے عبادت الٰہی کوئی شغل نہ تھا اکثر بعد نماز تمام مومنین کیلئے دعائے خیر کرتے تھے بیشتر صائم النہار قائم اللیل رہتے تھے محراب عبادت مین کثیر الذکر طویل الرکوع والسجود تھے۔ نماز ظہرین مسجد مین پڑھا کر مغرب تک مشغول وظائف رہتے تھے بعد عشا تعقیبات مین مصروف ہوتے تھے۔ یہانتک کہ تمام مومنین اپنے اپنے مقام پر چلے جاتے تھے گھر سے باہر کم نکلتے تھے مگر نماز کیلئے یا کفالت مساکین کے لئے۔

جناب مفتی صاحب قبلہ اوراق الذہب مین ان کی نسبت تحریر فرماتے ہین۔

وکان رحمہ اللہ سیدا متورعا لنیا متواضعا مصروفا الی العبادات ومشغوفا بالسعادات کان فی بدو شبابہ قویا حتی حکی انہ وجد فی الحمام سریرا من الرخام وزنہ ثلاث امنان بالمن الھندی فنجس سطحہ الاعلی فاشالہ بکفہ الیمنی ووضعہ فی الماء من

غیر عنا واعیاء ثم انہ توغل فی العبادۃ وترک العشاء علی الدوام رغبۃ فی التہجد والقیام
حتی ضعف ارکانہ وسقطت اسنانہ وکان فی سالف الایام یباحث بالعلوم الحکمیۃ
والفنون العقلیۃ وقد الف فی الھند سنۃ رسالۃ انیقۃ اودعھا لطائف دقیقۃ
فی شکل عجیب ونمط بہی لم یتصور مثلہ لاقلیدس الصوری ثم ترک تلک العلوم
بعد ان مرض مرضا شدیدا فجعل بینھا وبینہ امدا بعیدا وکان رحمہ اللہ
زاھدا فی الدنیا محتاطا فی الفتیا مشتغلا للصلوٰۃ الطویلۃ الاذیال والادعیۃ
الطوال فلما اصبح وصلی صلوۃ الغداۃ جلس فی مصلاہ حتی ارتفع النہار
ثم اکل قلیلا فاذا زالت الشمس صلی الظھرین مع نوافلھا ثم جلس معقبا زمانا
طویلا وکان یزور الحسین وشھداء الطفوف فی کل یوم من الایام ویھدی
ثوابھا الی والدیہ وکبرائہ والی اموات المومنین من احبابہ وحیث کانت
قوۃ عینہ فی العبادات واقبالہ علیھا اوجب علی نفسہ بعض الاذکار والزیارات
المندوب الیھا الی ان مرض وارتحل الی جوار رحمۃ اللہ عزوجل

صاحب تذکرۃ العلماء تحریر کرتے ہیں ۔

"حقیر کثیر التقصیر بسیار حاضر خدمت فیض درجت آنجناب بودہ ام و آنجناب را در اوصاف
تواضع وحلم و زہد و مروت و محاسن اخلاق و سکینہ و وقار والتزام اکثر آداب مستحبہ قلیل النظیر
یافتہ ام بسیار مقدس و رحیم و کریم و رقیق القلب کم سخن بود و در اواخر عمر خود از ہمتی مدید معاشرت
اکثر مردم را ترک فرمودہ بود ہر گاہ از خانہ فیض کاشانہ خود بیرون تشریف می آورد غالبا از دو حال
خالی نبود یا برائے نماز متوجہ مسجد می شد یا برائے سعی در حوائج بعض مومنین الخ

تصانیف

(۱) حواشی اقلیدس (۲) رسالہ عربیہ درانچہ بہ انشاء اللہ گفتن تعلق دارد (۳) رسالہ دراحکام اموات (۴) رسالہ درعلم تجوید (۵) تذکرۃ الشیوخ والشبان (۶) مواعظ کتاب مبسوط درعلم کلام

اولاد

(۱) جناب مولوی حسن مثنی صاحب مرحوم (۲) جناب مولوی سید حسن معروف سید مہنا مرحوم

وفات

۱۱ ماہ شوال ۱۲۶۰ھ ہجری کو لکھنؤ مین انتقال کیا ۵۹ سال دو ماہ ۲۰ یوم کی عمر تھی حسینیہ غفرانمآب مین مدفون ہوے رحمہ اللہ

قطعہ تاریخ

سید حسن آن سید عباد زمن — در خلد برین رفت گلگشت چمن

معنی حدیث از سر الہام بخوان — سردار جوانان جنان است حسن

۱۲۶۰ھ

از جناب مفتی صاحب مرحوم

سید حسن کہ سید عباد عصر بود — برخواست از جہان و جنان را وطن گرفت

در مسجد شریف کہ خالیست جاے او — محراب و طاق صورت بیت الحزن گرفت

سید بارتحال رقم کرد سال فوت — زہد و ورع عزلت جناب حسن گرفت

۱۲۶۰ھ

عقدِ بیوگان

(از جناب سید ریاست حسین صاحب جعفری سیتاپوری)

تغیرات و انقلابات زمانہ سے تو شاید ہی کسی صاحب عقل و فہم کو انکار ہو تاریخ کا جو وقت سے وجود ہوا اُسنے گذشتہ کے حالات روز روشن کے مانند ہمارے سامنے پیش کردے۔ تبدیلیاں کیا کچھ نہیں ہوئین۔ ابھی رسول مقبول کی پیٹھ بھی قبر مین نہ لگنے پائی تھی کہ کلمہ گویون نے انحراف شروع کردیا۔ وہ مقدس ہستی ایسی نہ تھی کہ جسکو پہلے سے ان سب باتون کا علم نہ تھا۔ تب ہی تو صرف اقوال ہی پر اکتفا نہ کی بلکہ ہر بات کو عملاً کرکے دکھلا دیا۔ چونکہ یہان پر مجھے صرف ایک سنت رسول کا ذکر کرنا مقصود ہے لہٰذا اُسی کی طرف قارئین کرام کی توجہ مبذول کرنا مدنظر ہے اگر صرف آپنے زبانی ہی حکم دیدیا ہوتا تو بھی کلمہ گویون کو اسمین کلام کی گنجائش نہونی چاہیے تھی کیونکہ حق تعالیٰ فرماتا ہے

وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ۔ — ہمارا رسول اپنی خواہش نفس سے کوئی کلام نہیں کرتا بلکہ جو کچھ کرتا ہے وہ وحی ہوتی ہے۔

اب سورہ نور کی چھٹی آیت کو ملاحظہ فرمائیے۔

وَأَنكِحُوا الْأَيَامَىٰ مِنكُمْ وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ ۚ إِن يَكُونُوا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ ۗ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ — اور تم مین جو مرد بے زوجہ ہون اور جو عورتیں بے شوہر ہون اُنکے اور تمہاری لونڈی غلامون میں جو نکاح کے قابل ہون اُنکے نکاح کردو اگر وہ محتاج ہونگے تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اُن کو غنی کردیگا۔ اور اللہ صاحب وسعت و صاحب علم ہے۔

اس کو آنحضرت کس طرح بجالائے اور اُمت کیلئے کیسا نمونہ چھوڑ گئے۔ تاریخ اسکی شاہد ہے کہ بجز ایک عقد کے اور باقی جملہ نکاح آپنے بیوہ عورتون سے کیے۔ دختران پیغمبر آخر الزمان

اور حضرت علی علیہ السلام اور دیگر ہادیان دین کی بیوہ دختران کے عقد برابر ہوتے رہے مگر فی زمانہ ایک نئی منطق ایجاد ہوئی ہے اور عجیب طریقہ رائج ہوگیا ہے۔ وہ مرد جنکی عورتین مرجاتی ہین اُنکے عقد ثانی اور ثالث کی فوراً فکرین ہونے لگتی ہین مگر بیوائین خواہ وہ جوان ہی کیون نہون خلاف حکم خدا و رسول مقبول و آلہ طاہرین علیہم السلام اپنی عمر یونہی گذارتی ہین۔ کوئی اُن بیچاریون پر رحم نہین کرتا۔ کیا اللہ تعالی نے اُن کے لئے کوئی اور حکم علحدہ بھیجا ہے پیغمبر خدا نے تو خود اپنے عقد زنانِ بیوہ سے کئے۔ اپنی اولاد مین سے جو زنان بیوہ تھین اُنکے عقد کردے مگر افسوس ہزار افسوس مدعیان اسلام و ایمان کی اس حالت پر کہ ہندوستان مین رہ کر کافرون کے اِس اُصول پر عامل نظر آتے ہین۔ اگر گورنمنٹ عالیہ اور دیگر مسلمان سلاطین ہندوستان نے ستی کو بند نہ کردیا ہوتا تو کیا عجب تھا کہ وہ بھی ان ہموطنون کی متابعت مین ہر سال ہزارہا خون کا عذاب بخوشی اپنی گردنون پر لیتے۔ یہ کچھ نہین محض کفرستان کی بود و باش کا اثر ہے۔ آنکھین کھولیئے اور ملاحظہ تو فرمایئے کہ آخر اُن کی خطا کیا ہے۔ کیا اُنھون نے عقد اول کے وقت خود ہی آپ سے کہا تھا۔ جواب آپ اسکے منتظر ہین کہ وہ آپ سے درخواست کرین۔ اگر خواہشات کے ساتھ ہی ساتھ فرقہ اناث مین اتنی حیا نہ ہوتی تو کیا وہ بغیر آپ کے دریافت کئے ہوے اپنی آمادگی ظاہر نہ کردیتین۔ خیر۔ اسلامی ممالک مین تو اسوقت تک اسکا رواج ہے اور انشاءاللہ تعالی رہیگا اور جہان علمائے کرام کی صحبتین ممکن ہین وہان بھی حالت غنیمت ہے۔ گر دیہات مین یہ طوفان بدتمیزی جس حد تک ہو ظاہر ہے۔ ایکدن عقد بیوگان کے بارہ مین ایک صاحب جو سادات بارہہ سے ہین ذکر کر رہا تھا وہ نہایت صفائے قلب اور سچائی سے کہنے لگے کہ بھائی ادھر کے حالات سے ہمین واقفیت نہین مگر ہماری بستیون مین تو اسے نہایت درجہ معیوب سمجھتے ہین جس بیوہ نے عقد ثانی کرلیا ہو اور کسی محفل مین آجائے تو اسپر اُنگلیان اُٹھتی ہین طرح طرح کے فقرے کسے جاتے ہین

حتی کہ بی بی کی نذر پر بٹھلانا بھی کوئی پسند نہیں کرتا۔ خیس مین نے اپنی سمجھ کے مطابق انکو اس بارے مین سمجھانے کی کوشش کی مگر بہت کم اثر ہوا۔ اِتنا ضرور ہوا کہ وہ اس غلطی کو مان گئے۔ اب ضرورت اسکی ہو کہ علمار کرام اور اہل قلم وحضرات واعظین اسطرف توجہ فرمائین کیونکہ مین اپنے مین اسکی اہلیت نہین پاتا کہ آپ کے قارئین کرام کی خدمت مین پیش کرسکون مگر ہان جذبات دلی جسطرح سے بھی ممکن تھا ادا کرنے کی کوشش کیگئی۔ کیونکہ

نالہ پابندِ نَے نہین ہے — فریاد کی کوئی لَے نہین ہے

اِس زمانہ مین شرفا اور اعلے خاندانون مین باوجود تابعین خاندان رسالت وامامت ہونیکے جو اس سنت رسول سے انحراف پایا جاتا ہے اُسکو دور کرنیکے لئے اور عقد بیوگان کی اشاعت کیلئے کچھ عرصہ سے چند ہمدردان قوم نے ایک انجمن عقد بیوگان کی بنیاد ڈالی ہے۔ اگر آپ کو اس سنت رسول مقبول کی اشاعت مدنظر ہے تو مولوی حاجی سید جلال الدین صاحب ایم۔ اے چیفس کالج لاہور سے اغراض ومقاصد انجمن اور رسالہ وعظ مبنظیر لکھ پُرتاثیر مصنفہ جناب مولانا سید عباس حسین صاحب طلب فرماکر ملاحظہ فرمائیے۔

جملہ شیعہ انجمنون سے درخواست ہے کہ اگر اُن کے مقاصد انجمن کے خلاف نہو تو اپنے اپنے مقامات پر اس کار خیر کے بجالانے مین سعی فرمائین تاکہ کل روز قیامت ہادی دین کے سامنے انشاء اللہ سرخروئی حاصل ہو۔

الواعظ۔ اسمین شک نہین کہ ہندوستان کے قیام ورسم ورواج کی تاثیر نے مسلمانونکے اکثر مذہبی امور مین بھی اثر ڈالا ہے۔ لیکن جسقدر افہام وتفہیم ووعظ ونصیحت مین اہتمام کیا جاتا ہے اسیقدر اصلاح ہوتی جاتی ہے چنانچہ عقد بیوگان بھی بہ نسبت سابق کے کم کم رواج پارہا ہی اور امید ہی کہ کچھ عرصہ کے بعد احکام شرع کی پابندی زیادہ ہوجائیگی جو بات کسیوجہ سے رواج پاجاتی ہے اُسکے اصلاح کیلئے تدریجی کوشش ہمیشہ مفید ہوتی ہو۔ ہم بھی انجمن مذکور کی تائید کرتے ہین (مدیر)

مراسلہ

خواجہ غلام السیدین بی۔ اے۔ کے مذہبی کارنامے

یہ خط ۱۱ر مارچ ۱۹۳۳ء کو لیڈز سے روانہ کیا گیا تھا جس کے اُس حصہ کا اقتباس
جس کا تعلق خواجہ غلام السیدین صاحب کی تقریر سے ہے ہدیۂ ناظرین کیا جاتا ہے

گذشتہ ہفتے بدھ کے بروز لیڈز کی ایک مجلس مباحثہ میں "اسلام اور عیسائیت" پر مباحثہ تھا ایک صاحب نے مجھے آنے کی دعوت دی تھی چنانچہ میں بھی وہاں گیا تھا۔ مباحثہ قریبًا ڈیڑھ گھنٹہ تک جاری رہا اور وقت کی کمی کی وجہ سے بعض تقریر کرنے والوں کو موقع نہیں ملا۔ دو صاحبان نے اسلام کی تائید اور اسکی فوقیت کی حمایت میں تیار کردہ مضامین پڑھے اور دو نے عیسائیت کی برتری ثابت کرنے کی کوشش کی تھی۔ یہ سب لوگ اور تمام حاضرین عیسائی تھے۔ لیکن بحیثیت مجموعی پہلے دو مقرروں نے اپنا فرض اچھی طرح انجام دیا اور اسلام کی بعض بڑی بڑی خوبیوں کو نہایت عمدگی اور وضاحت سے بیان کیا۔ مخالف مقرروں کی تقریروں میں زیادہ تر وہی فرسودہ اعتراضات تھے جو ہمیشہ اسلام پر کئے جاتے ہیں اور جن کی وجہ غلط فہمی اور صحیح واقفیت کا دستیاب نہ ہونا ہے۔ میں وہاں تقریر کرنے کے خیال سے تو گیا تھا لیکن کوئی خاص تیاری اُس کے لئے نہیں کر سکا تھا۔ صدر نے مجھ سے دریافت کیا کہ آپ تقریر کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں۔ لیکن صرف سات منٹ وقت رہ گیا ہے۔ کیونکہ ساڑھے سات بجے سے حاضرین کو شام کی جماعتوں میں شریک ہونا ہے۔ میں نے مخالفین کی دوران تقریر میں اُن کے بعض اعتراضات کے اشارے ایک پرچے پر لکھ لئے تھے۔ اور ان اعتراضات کو مدنظر رکھ کر میں نے سات آٹھ منٹ تک تقریر کی اور قریب قریب سب اعتراضات کے جواب دیے۔ گو وقت کی تنگی کی وجہ سے تفصیل کے ساتھ بیان نہیں کر سکا۔

بعض اعتراضات حسب ذیل ہیں:-

(۱) آج کل تمام اقوام اسلامی تنزل پذیر ہیں اور عیسائی قومیں برسر عروج۔

(۲) اسلام بزور شمشیر پھیلا۔ جہاد میں مارا جانا مسلمانوں کے نزدیک سب سے بڑی سعادت ہے اور یہ اصول خونریزی کی ترغیب دیتا ہے۔

(۳) اسلام میں رہبانیت پائی جاتی ہے۔

(۴) پیغمبر اسلام ذاتی قوت کے دلدادہ تھے اور دولت واقتدار کے خواہشمند۔

(۵) مسئلہ "العین بالعین، والاذن بالاذن" الخ یہ اصول عیسائیت کے رحم دل اور پاکیزہ اصولوں کی نسبت زیادہ مستحسن نہیں ہے۔

میں نے اپنے جوابات لفظ بلفظ تو قلمبند نہیں کر سکتا کیونکہ تقریر فی البدیہہ تھی۔ تاہم بہت اختصار کے ساتھ ہر جواب کا ماحصل لکھتا ہوں۔

(۱) بے شک اسلامی ممالک کی حالت آج کل بہت اچھی نہیں ہے۔ لیکن اسکی وجہ یہ نہیں ہے کہ وہ اسلام کے پیرو ہیں بلکہ یہ کہ وہ اس کے اصولوں پر پابند نہیں[1] اسلام کی ابتدائی دس صدیوں میں جب اسلام اسپین۔ فارس۔ ہندوستان وغیرہ کی زبردست تہذیب عروج پر تھی اسوقت انکی عظمت کی وجہ اسلام کی پیروی تھی۔ اہل عرب جو آنحضرت صلعم سے پہلے بین الاقوامی نقطۂ نظر سے محض صفر کی حیثیت رکھتے تھے۔ اسلام قبول کرنے کے ایک صدی کے اندر اندر

---

[1] حقیقت یہ ہے کہ اسلام نے سادہ معاشرت۔ کفایت شعاری۔ نظم ونسق۔ عدل واعتدال وغیرہ جو اصول تمدن بتائے ہیں جب تک اور جس حد تک انپر عمل ہوتا رہا اس وقت تک اور اسی حد تک اسلامی تمدن ترقی پذیر رہا۔ اور جب سے ان اصول کی تعمیل عملاً متروک ہوگئی اسی وقت سے مسلمان من حیث القوم گرتے اور گرتے چلے جاتے ہیں۔ مدیر

دنیا کے بیشتر حصے میں پھیل گئے۔ نہ صرف فاتح کی حیثیت سے بلکہ تہذیب و تمدن اور علوم کے پھیلانے والے بن کر۔ اس سے زیادہ اسلام کی قوت کا اور کیا ثبوت چاہئے۔ رہی عیسائی اقوام کی ترقی اور عروج یہ مسئلہ بذات خود بحث طلب ہے۔ خود آپ صاحبان میں کتنے لوگ ہیں جو اسے حقیقی معنوں میں ترقی سمجھتے ہیں؟ کیا ترقی کے یہی معنی ہیں کہ مہذب ترقی یافتہ اقوام ایک دوسرے کے خون کی پیاسی ہو کر پانچ چھ سال تک غارت گری اور خونریزی میں مبتلا رہ کر لاکھوں انسانوں کی قیمتی جانیں ملکی حرص اور سیاسی طمع کی قربان گاہ پر بھینٹ چڑھا دیں[۵]؟ کیا حضرت عیسیٰ نے اسی تعلیم کو پھیلایا تھا؟ وغیرہ

(۲) اسلام کی ابتدائی لڑائیاں جن کا ذکر کیا گیا ہے تمام دفاعی تھیں جارحانہ نہیں تھیں۔ محافظت نفس میں لڑنا عقل سلیم کی رو سے بالکل جائز ہے۔ ورنہ خواہ مخواہ لڑنے اور جنگ و جدال بپا کرنے کی اسلام نے کبھی اجازت نہیں دی۔ وہ دنیا کے لئے امن کا پیام ہے۔ اگر مذہب پر آنچ آئے تو اس کے لئے جان دینا واقعی سعادت ہے۔ علاوہ بریں صلیبی لڑائیوں میں عیسائیوں نے کس کس تحریص و ترغیب سے فوجیں تیار کیں۔ شیشے کے مکانات میں رہنے والوں کو دوسرے کے گھروں پر پتھر نہیں پھینکنے چاہئیں۔

(۳) رہبانیت عیسائیت کا اصول ہے نہ کہ اسلام کا۔ اسلام کے نزدیک دنیا آخرت کی کھیتی ہے اور قابل تعریف زندگی وہی ہے جو دنیا کے کاروبار اور تعلقات و فرائض کو اس طرح پورا کرے کہ آخرت میں بھی اس کے لئے فلاح کا سامان ہو جائے۔

---

[۵] ۱۹۱۴ء کی اُس یورپین ہولناک جنگ عظیم کی طرف اشارہ ہے جس نے تمام دنیا میں سخت ترین آفت برپا کر دی تھی۔ اور جس نے کروڑوں عورتوں کو بیوہ اور کروڑوں بچوں کو یتیم کر دیا۔ (مدیر)

(۴) اعتراض محض جہالت پر مبنی ہے اسلام کی ابتدائی تاریخ ہر طالب علم جانتا ہے کہ پیغمبر اسلام نے اس مذہب کو تمام اہل عرب کی مخالفت کے باوجود قائم کیا اور اس خدائی فرض کی ادائگی میں ہر قسم کی تکلیفیں اُٹھائیں ملاحظہ ہو آپ کا جواب (اپنے عم مکرم کو) اگر میرے داہنے ہاتھ پر سورج الخ خود اہل مکہ آپ کے پاس ڈیپوٹیشن لائے تھے کہ اگر آپ اس مذہب کی تبلیغ چھوڑ دیں تو ہم آپ کو مال و دولت حکومت وغیرہ دینے کو تیار ہیں۔ لیکن آپ نے اُسے قبول نہیں کیا خدا کے بھیجے ہوئے پیغمبر دنیاوی ترغیبات کی وجہ سے اپنے جادۂ مستقیم سے نہیں ہٹا کرتے

(۵) اسلام اولاً اور ترجیحاً عفو و ترحم کی تعلیم دیتا ہے۔ لیکن فطرت انسان کی کمزوریوں کو سمجھ کر اُس کے بعد یہ اور بڑھا دیتا ہے کہ اگر تم انتقام لینا بھی چاہو تو اس میں انصاف اور عدل سے کام لو۔ زیادتی مت کرو۔ یہ تعلیم بہت قابل عمل اور قابل ترجیح ہے اُس تعلیم پر جو داہنے رخسار کے بعد بائیں رخسار کو سامنے کر دینے کی ہدایت کرتی ہے کیونکہ اس اُصول پر آج تک انسانوں کی کوئی جماعت کامیابی کے ساتھ عمل پیرا نہیں ہو سکی۔ مذہب جو تمام بنی آدم اور تمام زمانوں کی ہدایت کے لئے آیا ہو اُس کے اُصول ایسے ہونے چاہئیں کہ دنیا ان پر عمل کر سکے نہ کہ ایسے فرائیں کہ اُن کو کتاب میں سے پڑھ کر صرف چند لوگ اپنا دل خوش کر سکیں۔

اس کے علاوہ میں نے مختصراً اسلام کی بعض عیاں خوبیوں کا ذکر کیا۔ مثلاً اسکی مساوات اور جمہوریت کی تعلیم اس کی اپیل قلب انسان کو جن کی وجہ سے افریقہ۔ ایشیا وغیرہ میں جہاں اسلام کی کوئی باضابطہ تبلیغی جماعت کام نہیں کر رہی ہے یہ مذہب روز بروز ترقی پذیر ہے اور عیسائیت باوجود اپنے نظم و نسق اور روپے کے کچھ نہیں کر سکتی) اس کا مفہوم الوہیت Conception of God تمام مذاہب سے

مختصر فہرست کتبخانہ ریاض التجارت چوک لکھنؤ

حرز جواد بر پوست آہو عہ
تحفۃ العوام مصدقہ مولانا السید
محمد باقر صاحب قبلہ ۴ر
زین المتقین اردو وظائف ۔ے
زاد المعاد با ترجمہ فارسی ۔ے
مجالس المومنین مصنفہ حضرت
شہید ثالثؒ کا اردو ترجمہ۔ یہ
کتاب بارہ مجلسوں پر منقسم ہی وار اکتمال
چا مجلسیں چھپکر تیار ہیں۔ للعہ
حیات القلوب فارسی ہر سہ جلد معہ
جلد اول کمیاب ر
جلد دوم و سوم صہ
جلاء العیون اردو ہر دو جلد للعہ
بُکا المصائب میت کی نایاب کتاب ۴ر
ذوالفقار ماتم معروف بہ چہل مجلس نظم و نثر ۴ر
الکاظم سوانحعمری حضرت
امام موسیٰ کاظمؑ ۴ر
ریحان غم مجموعہ مراثی میر وحید صاحب مرحوم
۶ جلد فی جلد ۴ر لعہ
مراثی میر انیس مرحوم جلد اول ۴ر
جلد دوم ۴ر جلد سوم عہ و
جلد چہارم کمیاب
جلد پنجم عہ و جلد ششم ۴ر
مجموعہ مراثی میر مونس صاحب مرحوم
۷ جلد فی جلد ۴ر
مجموعہ سلام ہائے میر مونس مرحوم ۴ر
اعلی اللہ مقامہ

مراثی مرزا دبیر مرحوم فی جلد عہ
مراثی میر عشق صاحب مرحوم
جلد اول عہ جلد دوم ۴ر
قصائد عزیز جناب مولانا مرزا
محمد ہادی صاحب عزیز لکھنوی کے وہ
معرکۃ الآرا قصائد جنکا ہر شعر
حاضرین بزم سے خراج تحسین وصول
کرنیکا دعویدار ہے ۴ر
شمع مجالس جناب مولانا مفتی سید
محمد عباس صاحب قبلہ مثنوی شمع مع
جسکے اکثر اشعار ذاکرین پڑھتے ہیں ۶ر
بنیاد اعتقاد یہ رسالہ جناب مفتی صاحب
اعلی اللہ مقامہ نے مذہبیات کا خاص
اطفال مومنین کے لئے اردو میں
نظم فرمایا ہے۔ اس رسالہ کا وجود گویا
ایک نعمت ہے ۲ر
آفتاب محشر مجموعہ قصائد جناب
مرزا کاظم حسین صاحب محشر لکھنوی ۸ر
واقعات کربلا۔ جناب میر انیس مرحوم
کے ایک ہی بحر کے بہترین مراثی سے
اعلی درجہ کے بندوں کا انتخاب کر کے
ایک مسلسل داستان غم تیار کیگئی ہے
جو رزمیہ شاعری کا بہترین انتخاب ہے ۴ر
موازنہ انیس و دبیر شہنشاہان ملک سخن
انیس و دبیر کے کمالات شاعری کا باہمد گر
موازنہ نہایت عجیب پیرایہ میں دکھایا
گیا ہے جو لائق مطالعہ ارباب ذوق ہے ۴ے

سوانح رشید لکھنو کے مشہور نامی
شاعر و مرثیہ گو جناب پیارے صاحب رشید مرحوم
کے حالات زندگی مع انتخاب مرثیہ و
سلام و رباعی ذخیرہ باتصویر عہ
گلکدہ حضرت عزیز لکھنوی کے غزلیات
کا بےنظیر مجموعہ و نایاب ذخیرہ عہ
خورشید محشر جناب محشر لکھنوی کا دیوان ۴ر
دیوان تعشق جناب میر صاحب تعشق مرحوم
کا دیوان ۶ر
نظم نگارین دیوان جلال مرحوم عہ
سرمایہ زبان اردو حضرت جلال
لکھنوی مرحوم کا وہ لغت ہے جسے
ارباب ذوق نے نہایت وقعت سے پسند کیا ہے ۴ے
حزن اختر۔ مثنوی آختر تا جدار
اودھ واجد علیشاہ مرحوم ۸
نشاط سخن اساتذہ کی جملہ صنعتوں
کا مجموعہ مصنفہ صفدر مرزا پوری عہ
مرقع ادب خطوط شعرا ۸
فرہنگ شفق نعت و ملحقہ اردو
مکمل عہ
صنمخانہ عشق دیوان امیر مینائی ۴ر
مکاتیب اکبر۔ لسان العصر
اکبر الہ آبادی کے (۲۵۰) خطوط
مجموعہ عہ
کلیات سودا ۴ے
کلیات میر تقی میر ۴ے
کلیات آتش ۱۲ر

نوٹ راقم کے یہاں جملہ علوم و فنون کی کتابیں موجود ہیں مطبوعات بمبئی و طہران و مصر و بیروت و کلکتہ وغیرہ اور قلمی کتابیں بھی وقتاً فوقتاً آتی رہتی ہیں اور انجمن موید العلوم کی کتابیں غرضکہ صاحب فرمائش کو ہر قسم کی کتابیں مل سکتی ہیں ۔ العبد

سید ریاض الحسن موسوی مالک کتبخانہ ریاض التجارت چوک لکھنؤ

دفتر الواعظ کی مفید اور قابل قدر کتابیں

انجمن مؤید العلوم کی بیش بہا کتابیں

خطاب فیصل جناب مولانا سید سبط حسن صاحب قبلہ صدر انجمن مؤید العلوم نے علامہ سید محمد رضا کی مشہور کتاب "میزان عادل" کا اردو میں ترجمہ کیا ہے جس میں مسیحی اور مذہب یہود سے مقابلہ کر کے حقانیت اسلام کو واضح کیا گیا ہے۔ الوہیت جناب عیسیٰ اور کتب مقدسہ انجیل و توریت پر دلچسپ تنقید کی گئی ہے لکھائی چھپائی عمدہ کاغذ [illegible] قیمت ۱۲ر

ابطال التناسخ مصنفہ جناب مولانا سید محمد ہارون صاحب قبلہ مرحوم اس کتاب میں روح و مادہ کے حدوث اور تناسخ کے باطل ہونے کے لیے زبردست دلائل و براہین سے ثابت کیا گیا ہے کہ جس کی نظیر ملنا مشکل ہے ۱۲ر

اسلام اِن دی لائٹ آف شیعزم شریعۃ الاسلام حصہ اول مصنفہ جناب مولانا سید محمد صاحب قبلہ مرحوم ابن سرکار شریعتمدار حضرت نجم العلماء دام ظلہ کا ترجمہ ہے جس میں اصول عقائد اسلام کو نہایت خوبی کے ساتھ اور تمام مذاہب کے مقابلہ میں بہتر و عقلی ثابت کیا ہے اور دنیائے اسلام علی الخصوص اہل تشیع کے لئے یہ پہلی کتاب ہے جو ایسے بہترین پیمانہ پر لکھی گئی ہے یہ کتاب ہندوستان میں حسب مراد طبع نہ ہو سکی تھی جناب شیخ بادشاہ حسین صاحب بی اے مصنف [illegible] اسلامک ٹریڈیشن وغیرہ نے اس کا ترجمہ نہایت اعلیٰ کیا ہے اور مکمل فٹ نوٹس بھی دیے ہیں اس کے علاوہ ایک زبردست مقدمہ اضافہ کیا ہے ہر مذہب و ملت کے لوگ اسے دیکھ سکتے ہیں لکھائی چھپائی جو ایک انگریزی کتاب کیلئے نہایت [illegible] بہترین صورت میں ظاہر [illegible] افادۂ عام ممبران انجمن نے نصف قیمت کر کے کچھ دنوں کے لئے بجائے عہ کے ۱۲ر کر دی ہے مجلد کی قیمت جس کی جلد بھی بالکل انگلش فیشن ہے عہ رکھی ہے اگر جلدی نہ کی گئی تو ممکن ہے طبع ثانی کا انتظار کرنا پڑے

دی پرافٹ شپ اینڈ دی کیلیفیٹ

یعنی کتاب "النبوۃ والخلافۃ" کا انگریزی ترجمہ جس میں اسلامی معرکۃ الآراء مسئلہ مبحث خلافت پر نہایت خوش اسلوبی سے بحث کی گئی ہے ہر مذہب کا شخص اسے بخوبی دیکھ سکتا ہے اور اس مسئلہ کی بہترین معلومات حاصل کر سکتا ہے ایسے پیرایہ کی کتاب غالباً تصنیف نہیں کی گئی اس کی [illegible] بھی دیکھنے سے تعلق رکھتی ہیں [illegible] کتاب جناب سرکار رئیس الاسلام نجم العلماء مدظلہ العالی کا نتیجہ قلم ہے جس کی قیمت کم کر کے ۱۰ر کر دی گئی ہے مجلد کی قیمت [illegible] ہے اگر دیر کی تو منتظران طبع ثانی بہت شاق گذریگا۔

النبوۃ والخلافۃ اردو مسئلہ خلافت کے متعلق بہترین نتیجہ فکر اور بے نظیر تحفہ ہے افادۂ عام کے سبب باوجود لکھائی چھپائی دیدہ زیب لوح کے قیمت ۱۲ر

الموحد ۳ر **رسالۃ الحکماء** ۳ر **انسانی قربانی** ۲ر

ملنے کا پتہ منیجر رسالہ الواعظ مدرسۃ الواعظین لکھنؤ

رجسٹرڈ نمبر اے ۱۰۰۷۱

الواعظ

مدرسۃ الواعظین لکھنؤ کا ماہوار علمی رسالہ

زیر ہدایت حجۃ الاسلام حضرت نجم العلماء دام ظلہ العالی

مدیر

مرزا محمد ہادی عزیز لکھنوی

مطبع حجۃ الاسلام الواعظ پریس لکھنؤ

مدرسۃ الواعظین سے شائع ہوا

[illegible]

الواعظ

جلد ۳ — نمبر ۱۱ و ۱۲

بابت ماہ جولائی و اگست ۱۹۲۴ء مطابق ماہ ذیحجہ و محرم سنہ ۱۳۴۲ و سنہ ۱۳۴۳ھ

مضامین

شذرات

معاصرین سے دوستانہ گلہ الواعظ مین بعض مضامین احباب ہماری فرمائش سے لکھا کرتے ہیں اُنکا حق اگر رسالہ کے لیے محفوظ نہین تو اسقدر عام بھی نہین کہ معاصرین اُس کو نقل کرتے وقت رسالہ کا حوالہ بھی نہ دین ہمکو اس معاملہ میں اپنے قدیم دوست اڈیٹر الناصر (آگرہ) سے زیادہ شکایت ہے کہ اُنھون نے اکثر مضامین الواعظ سے بغیر حوالہ نقل کئے اور اُسکے حقوق کو نظرانداز کیا حالانکہ اُن سے بوجہ الواعظ کو بہت زیادہ ہمدردی کی توقع ہے

تعمیر امام باڑہ غفرانمآب سب سے پہلا نمبر الواعظ کا جو میری ادارت مین نکلا ہے اسمین جناب غفرانمآب کے حالات کے ساتھ ایک نظم فارسی مین درج کی گئی تھی جسکا موضوع صرف حسینیہ غفرانمآب ہے نظم مذکور مین اس مقدس زمین کے خصوصیات کا تذکرہ تھا اور قوم سے اپیل کی گئی تھی

بیا در این حسینیہ کہ منبع کبریا بینی — کشادہ ہر طرف بابے ز علم مرتضیٰ بینی
بہر سو مخزنے یابی ز آیات الٰہیہ — بہر جا دور دور اصفیا و اتقیا بینی
مائن از علوم انبیا در ہر کنج یابی — بہر سو داپہ نور مرتضیٰ و مصطفےٰ بینی
قدم از سر بنہ تا بتوانی قطع ایں منزل — چسان یا للعجب این رہبران زیر پا بینی
زہے برگی خود این ارض مقدس شکوہا دارد — گر این غفلت و ناقدردانیہا زما بینی

اسکے قبل بھی یہ مسئلہ کانفرنس میں پیش ہو چکا تھا مگر قوم کا جمود و سکوت کوئی نئی بات نہیں ہے حال مین بعض حضرات کی کوشش سے یہ تحریک پھر معرض ظہور مین آئی ہے افسوس ہم اس سے بیخبر ہیں کہ قومون کی ترقی کا راز صرف اپنے آثار قدیمہ کے باقی رکھنے میں ہے۔ یہان تو زندون کو مُردون سے بدتر سمجھ رہے ہین مردہ تو مردہ ہی ہین۔ حالات حاضرہ کو انصاف پسند لوگ دیکھ رہے ہین۔ خیر خدا کرے یہ تحریک بار آور ہو ابھی بحمد اللہ بے شمار فرد ایسی موجود ہین جو تنہا اس کام کو انجام دے سکتی ہین لیکن یہ اگر محال ہو تو چندہ سے چند ہزار کی رقم فراہم ہو جانا کوئی دشوار نہین۔

مدرسۃ الواعظین مین مجلس مدرسۃ الواعظین اپنے مستعار مکان سے نوخریدہ مکان مین منتقل ہو گیا اس شکریہ مین اور نیز اس مرکز علمی کے تعارف کی غرض سے ایک مجلس ۳۰ جولائی کو عمارت مذکور مین منعقد ہوئی تقریباً اڈھائی ہزار آدمیون کا مجمع تھا انتظام نہایت فراخ دلی سے کیا گیا تھا۔ بارہ بجے کے بعد سر راجہ صاحب محمود آباد دام اقبالہ رونق افروز منبر ہوے اور چار بجے تک اپنے کلام سے سامعین کو محظوظ کیا تمام مجلس اول سے آخر تک ہمہ تن گوش دل سے مخاطب رہی سر راجہ صاحب کے مرثیہ کو سنکر منصف مزاج بے تامل انکی قادر الکلامی اور خوشگوئی کا اعتراف کرینگے مرثیہ مین جنگ خیبر کے واقعات نہایت حسن سے نظم کئے گئے تھے تخیل و محاکات الفاظ کی سادگی و شیرینی بندش کی صفائی طرز ادا مین ندرت وحدت لطف زبان جو شعر کے خاص جوہر ہین عام طور سے ایک ایک بند مین نمایان تھے ساقی نامہ کے بعض بند خصوصیت کے ساتھ قابل تحسین تھے مصائب کے ربط اور بیان مین انتہا سے بلاغت صرف کی گئی تھی غرض کہ مجموعی حیثیت سے مرثیہ کے تمام گوشے قابل مدح تھے ختم مجلس کے بعد راجہ صاحب بہادر عمارت مذکور اور مدرسہ کے شعبون کا دیر تک معائنہ کرتے رہے۔

برلن اور مدرسۃ الواعظین مدرسہ کے بعض مطبوعات جناب نجم العلماء مدظلہ کے برلن بھیجے گئے جس کے جواب مین مشہور عالم مستشرق [illegible] ڈاکٹر [illegible] علوم مشرقیہ نے ایک خط جناب ممدوح کی خدمت مین لکھا ہے جسکا ترجمہ حسب ذیل ہے۔

برلن [illegible]

بحضور جناب قبلہ مولانا مولوی نجم الحسن صاحب قبلہ ڈائرکٹر مدرسۃ الواعظین لکھنو

جناب مولانا صاحب مین جناب کے کارنامون کے مطالعہ [illegible] اسلام ان دی لائٹ آف [illegible]

مسٹر کے۔ اے۔ اے۔ انصاری پروشین اسٹیٹ لائبریری مین پہونچنے پر شکریہ ادا کرتا ہون۔ چونکہ دونون کتابین پورے طور سے مسائل زیربحث پر روشنی ڈالتی ہین میرے نزدیک اون حضرات کے لئے جو تواریخ اسلام کے مطالعہ مین مشغول ہین صرف زیادہ دلچسپی کا باعث ہونگی مجکو بڑا افسوس ہے کہ جناب کے دیگر تصانیف جنکے متعلق ظن غالب ہے کہ اپنے موضوع مین نہایت کارآمد اور اہم ہین ہم تک نہین پہونچین لہذا مین جناب سے عرض کرنے کی جرأت کرتا ہون کہ آیا جناب اپنی دیگر تصانیف کے چند نسخ مرحمت فرماینگے جناب کو یقین دلاتا ہون کہ مین اس عنایت کا بیحد ممنون و متشکر ہونگا۔

جناب کا مخلص
ڈاکٹر ویل (ڈائرکٹر علوم مشرقیہ)

زنجبار مین الواعظ کی اشاعت | حال مین شریف دیوجی رئیس زنجبار نے چند معزز خریدار رسالہ کے فراہم کئے ہین جنکے ہم شکرگذار ہین۔

الواعظ کی نسبت معاصرین کی رائین | سید ریاض علی صاحب ریاض مولف الکرار و شہید اعظم وغیرہ تحریر فرماتے ہین۔

جناب والا کی توجہ کا معترف ہون جس سے مجھے آپ کے خوبصورت رسالہ الواعظ کے ملاحظہ کا شرف حاصل ہوا باوجودیکہ مین چھ گھنٹہ کی محنت سے خستہ تھا مگر چائے پیتا جاتا تھا اور پڑھتا جاتا تھا سب پڑھ گیا اور برجستہ یہ خیال ہوا کہ غالبًا یہی پرچہ ہوگا جو ہماری قوم کے طبقہ خاص کو پردہ نشینی سے باہر نکالے۔ مین خوش ہون کہ آپکے رسالہ کے صفون پر ابطال تناسخ یا مسیحیت و یہودیت پر نظر یا اسلام ان دی لائٹ آف شیزم یا النبوۃ والخلافۃ کے نام دکھائی دیتے ہین اور وہ علما کے لکھے ہوے ہین بیداری اور الحمد للہ بعید نہین کہ تھوڑی مشق کے بعد ہم انھین یورپ کے مضامین نگار دن کی طرح فن تحریر مین مشتاق پائین اور چونکہ یہ علماے مذہب کی تحریرین ہونگی انمین عصمت ہوگی

روزنامہ ہمدم

مدرسۃ الواعظین لکھنؤ کا ماہوار مذہبی رسالہ زیر حمایت حجۃ الاسلام حضرت نجم العلما وزیر ادارت مولوی مرزا محمد ہادی صاحب عزیز لکھنوی الواعظ کے نام سے عمدہ اور قیمتی کاغذ اور دیدہ زیب لکھائی اور چھپائی کے ساتھ شایع ہوتا ہے جسکے چند نمبر ہمارے پاس پہونچے ہین حضرت عزیز کا نام دنیاے ادب مین محتاج تعارف نہین اور اسلئے رسالہ ہذا کی خوبیونکے لئے یہی کافی ضمانت ہے کہ حضرت عزیز جیسا بلند پایہ شاعر و ادیب اسکا اڈیٹر ہو رسالہ خالص مذہبی ہے اور فرقہ اثنا عشری کے مطابق اسلام کی حقانیت اور تعلیمات اسلام کی افضلیت کا مبلغ اور علمبردار ہے اکابر علمار کی سوانح و تصاویر اس رسالہ کا ایک خاص امتیاز ہین اور اسوقت تک حضرات غفرانمآب اور سلطان العلمار کے تصاویر اشاعت پذیر ہوے ہین اور آیندہ بھی اسکا التزام رکھنے کا وعدہ کیا گیا ہے۔"

ابنہ فضل

ہمین یہ سنکر بیحد مسرت ہے کہ جناب مولوی علی نقی صاحب سلمہ اللہ خلف جناب ممتاز العلما مولانا سید ابوالحسن صاحب امتحان سند الافاضل سلطانیہ کالج مین اول نمبر کامیاب ہوے الہ آباد یونیورسٹی مین بھی مولوی عالم کے امتحان مین ان کا اول نمبر تھا وہ اپنی زمری کے ساتھ اس جودت و ذکاوت پر مستحق مبارکباد ہین اور یقینًا جناب غفرانمآب کی دعا کا اثر ان کے خاندان مین باقی ہے اللھم زد فزد

جو کتابین ریویو کے لئے ہمین وصول ہوتی ہین آیندہ اونپر ریویو لکھا جائے گا

اسلامی تعلیم شراب کی عقلی مضرت

بسلسلہ ماسبق

(ازجناب مولانا السید ابوالحسن صاحب قبلہ)

اُسکے بعد تیسری آیت نازل ہوئی یہ پہلی اور دوسری آیت سے بیان حرمت میں زیادہ سخت ہے۔

تیسری آیت

اِنَّمَا یُرِیۡدُ الشَّیۡطٰنُ اَنۡ یُّوۡقِعَ بَیۡنَکُمُ الۡعَدَاوَۃَ وَالۡبَغۡضَآءَ فِی الۡخَمۡرِ وَالۡمَیۡسِرِ وَیَصُدَّکُمۡ عَنۡ ذِکۡرِ اللّٰہِ وَعَنِ الصَّلٰوۃِ فَہَلۡ اَنۡتُمۡ مُّنۡتَہُوۡنَ (جزء ۷ سورہ مائدہ)

بس شیطان یہ چاہتا ہے کہ تمہارے درمیان میں کینہ و دشمنی ڈالدے خمر و میسر کے بارے مین اور تم لوگون کو روکے ذکر خدا سے اور نماز سے تو کیا تم رک جاؤگے۔

چوتھی آیت

اِس آیت میں خداوند عالم نے اجتناب کا حکم دیا اور علتین اجتناب کی بیان کیں جن کی وجہ سے شراب حرام ہوئی اسکے بعد خدا نے بیان حرمت فرمایا اور اس حرمت کو چوتھی آیت مین بیان فرمایا اور ارشاد کیا قُلۡ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الۡفَوَاحِشَ مَا ظَہَرَ مِنۡہَا وَمَا بَطَنَ وَالۡاِثۡمَ وَالۡبَغۡیَ بِغَیۡرِ الۡحَقِّ آیہ اعلیٰ میں ارشاد ہوا یَسۡـَٔلُوۡنَکَ عَنِ الۡخَمۡرِ وَالۡمَیۡسِرِ قُلۡ فِیۡہِمَاۤ اِثۡمٌ کَبِیۡرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ اسکے بعد چوتھی آیت مین ارشاد ہوا۔ قُلۡ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الۡفَوَاحِشَ مَا ظَہَرَ مِنۡہَا وَمَا بَطَنَ وَالۡاِثۡمَ اور یہ بتا دیا کہ خمر میں گناہ ہے اور یہ حرام ہے۔ جب خدا کو یہ مقصود ہوتا ہے کہ کسی فریضہ کو بندون پر واجب کرے تو اس فریضہ کو بار بار بیان فرماتا ہے یہان تک کہ لوگ اس فریضہ پر آمادہ

ہو جائیں اور امر و نہی الٰہی میں توقعت نہ کریں یہ فعل خداوند عالم کا انتہائی تدبیر ہے اگر بار بار کہا جائے گا تو اس فریضہ سے طبائع متنفر ہو نگے اور قبول کر لینا سہل ہو گا۔ جو شراب کی قسمیں ہیں ان کو بیان کر دیا۔ حقیقت خمر بیان کی یہ ارشاد ہوا کہ موضوع حکم سکر ہے زمانہ ابتدا حرمت کو بیان فرمایا۔ وہ زمانہ بتایا کہ جس میں ابتدائً خمر بنائی گئی اور جن چیزوں پر وضعاً اطلاق خمر ہوتا ہے ان کو بیان فرمایا۔

شراب کی قسمیں امام جعفر صادق ع رسول ص سے نقل کرتے ہیں کہ فرمایا جناب رسالتمآب علیہ الخمر من خمسۃ العصیر من الکرم والنقیع من الزبیب والنبع من العسل والمرز من الشعیر والنبیذ من التمر امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں۔

الخمر من خمسۃ اشیاء من التمر والزبیب والحنطۃ والشعیر والعسل

اور محمد بن مسعود عیاشی نے اپنی تفسیر میں عامر بن سمط سے روایت کی ہے کہ امام زین العابدین نے فرمایا کہ الخمر من ستۃ اشیاء التمر والزبیب والحنطۃ والشعیر والعسل والذرۃ۔

موضوع حکم سکر ہے نعمان بن بشیر نقل کرتے ہیں کہ ہم نے جناب رسالتمآب سے سنا وہ فرماتے تھے۔ ایھا الناس ان من العنب خمرا وان من الزبیب خمرًا وان من التمر خمرا وان من الشعیر خمرا اور اس کے بعد معصوم ارشاد فرماتے ہیں۔

الا ایھا الناس انھا کم عن کل مسکر ایھا الناس میں تمھیں ممانعت کرتا ہوں ہر مسکر سے ابتدا میں جو اخبار ذکر کیے گئے ان سے یہ شبہہ ہوتا تھا کہ حکم حرمت منحصر ہے ان ہی چیزوں میں جن کا ذکر خبر میں کیا گیا ہے مگر اس افادہ رسول نے ظاہر فرما دیا کہ حکم خمر کا موضوع سکر ہے۔ لہذا موضوع حکم ذات نہیں ہے بلکہ وصف ہے۔

اور امام محمد باقرؑ بھی اس مطلب کا افادہ فرماتے ہیں تفسیر میں انما الخمر والمیسر الخ کے۔

اما الخمر فکل مسکر من الشراب اذا
اخمر فهو خمر وما اسکر کثیره فقلیله
حرام وذلك ان ابابکر شرب قبل
ان تحرم الخمر فسکر الی ان قال فانزل
الله تحریمها بعد ذلك وانما کانت
الخمر یوم حرمت بالمدینة فضیخ البسر
والتمر فلما نزل تحریمها خرج رسول
الله فقعد فی المسجد ثم دعا بآنیتهم
التی کانوا ینبذون فیها فاکفاها
کلها وقال هذه کلها خمر حرمها
الله فکان اکثر شیء اکفی فی ذلك الیوم
الفضیخ ولم اعلم اکفی یومئذ من خمر
العنب شیء الا اناء واحد کان فیه
زبیب وتمر جمیعا فاما عصیر العنب
فلم یکن منه یومئذ بالمدینة شیء وحرم
الله الخمر قلیلها وکثیرها وبیعها و
شراءها والانتفاع بها۔

خمر ہر مسکر شراب ہے جب وہ سڑ جائے
اور ہر وہ چیز کہ جس کا کثیر مسکر ہو قلیل اُسکا
حرام ہے۔ واقعہ یہ ہو کہ ابو بکر نے شراب
پی قبل حرمت شراب کے اور نشہ ہوگیا اس کے
بعد فرماتے فرماتے ارشاد ہوا کہ خدا نے اسکے بعد
حرمت شراب کو نازل کیا اور جب تحریم خمر ہوئی تو
مدینہ میں شراب خرمائے نارسیدہ و خرمائے خشک
کی موجود تھی جب حرمت نازل ہوئی تو رسول
نکل کے مسجد میں بیٹھے اور وہ برتن اُن کے جس میں
وہ نبیذ بناتے تھے منگوائے اور سب الٹ دیے اور
فرمایا کہ یہ سب خمر ہے اس کو خدا نے حرام کیا ہے
سب سے زائد اس دن شراب خرما پھینکی گئی تھی
اور میرے خیال میں اسدن شراب انگور میں سے
کچھ بھی نہیں پھینکا گیا تھا سوائے ایک برتن
کے جس میں شراب منقہ اور خرما کی ملی ہوتی تھی۔
اور عصیر عنبی اُسدن مدینہ میں ذرا سی بھی نہ تھی اور
خدا نے حرام کیا ہے شراب کو کم کو بھی زائد کو بھی اور
خرید فروخت کو بھی اُسکے اور اس سے نفع اُٹھانے کو بھی۔

شراب پینے کی حد

قال قال رسول الله من شرب الخمر فاجلدوه فان عاد فاجلدوه فان عاد رابعا فاقتلوه

جناب رسالتمآب نے فرمایا کہ جو شراب پیے اُسکو کوڑے لگاؤ اور اگر پھر پیے تو پھر کوڑے لگاؤ اور چوتھی دفعہ اگر پیے تو قتل کر ڈالو۔

شارب خمر کا عذاب

قال رسول الله من شرب الخمر لم تقبل منہ صلوٰۃ اربعین لیلۃ من یوم شربها فان مات فی تلک الاربعین لیلۃ من غیر توبۃ سقاہ الله عزوجل یوم القیمۃ من طینۃ خبال

جناب رسالتمآب نے فرمایا جو شراب پیے اُس کی چالیس شب کی نماز پینے کے دن سے لیکے نہین قبول ہوگی اور اگر اس چالیس دن کے اندر مرگیا بغیر توبہ کیے ہوے تو خدا اُسکو سیراب کریگا روز قیامت طینت خبال سے

دوسری حدیث میں امام محمد باقرؑ نے خبال کو بیان کیا ہے جب سائل نے پوچھا وما طینۃ خبال تو جواب مین ارشاد ہوا بئر یسیل فیہ صدید الزناۃ۔ ایک کنواں ہے جس میں زانیوں کے فروج سے نکلی ہوئی رطوبتیں بہتی ہیں۔

شراب کب سے حرام ہوئی

حرمت خمر کا حکم کوئی نیا حکم نہین بلکہ حضرت آدم کے وقت مین حرمت خمر ہوئی ہے چنانچہ ابو ربیع شامی نے امام جعفر صادقؑ سے حقیقت خمر پوچھی اور پوچھا کہ شراب کب سے حرام ہوئی اور شراب کی ایجاد کب سے ہوئی فرمایا کہ جب آدم جنت سے زمین پر بھیجے گئے اور اُن کو جنت کے میوون کی خواہش ہوئی اسوقت خدا وند عالم نے دو شاخیں انگور کی آدم پر نازل کیں انھوں نے اُن دونوں کو بو دیا جب اُس میں پتے اور پھل نکل آئے اور تیار ہوگیا اُسوقت شیطان آیا اور اُن دونون کے گرد ایک دیوار کھینچ دی حضرت آدم

نے شیطان سے خطاب کیا کہ اے ملعون تو نے یہ کیا کیا۔ اوس نے جواب دیا یہ دونو درخت میرے لئے ہین حضرت آدم نے فرمایا تو جھوٹا ہے روح القدس آئے اس نزاع کے فیصلہ کے لئے حضرت آدم نے اپنا قصہ روح القدس سے بیان کیا روح القدس نے تھوڑی سی آگ لیکے اُن دونون درختون کیطرف پھینکی شاخون میں اُن درختوں کے انگور لگے ہوئے تھے۔ جب یہ آگ اُن درختون تک پہنچی حضرت آدم گمان کرتے تھے کہ ایک انگور بھی باقی نہ بچیگا اور شیطان بھی یہی خیال کرتا تھا آگ جب اُس درخت تک پہنچی تو جتنے انگور اس کی شاخون مین تھے زمین سے دو ثلث جلتے رہے اور ایک ثلث باقی رہ گیا روح القدس نے کہا کہ جو ان درختون مین نہین رہا وہ حصہ ابلیس کا تھا اور جو باقی رہا وہ آپ کا ہے۔

اور دوسری روایت مین امام جعفر صادقؑ فرماتے ہین کہ جب خداوند عالم نے حضرت آدم کو زمین پر نازل کیا تو اُن کو حکم دیا کہ کھیتی کرو اور جیسے درخت جنت مین ہین ویسے ہی بو دو اس حکم کے بعد خرما اور انگور اور زیتون اور انار مرحمت فرمایا حضرت آدم نے اپنی نسل کے لئے اُن کو بویا وہ اُسکے میوے کھایا کرتے تھے شیطان آیا اور آکے اجازت مانگی کہ مجھ کو اجازت ہو مین بھی اس مین سے کھاؤن حضرت آدم نے انکار کیا شیطان چلا گیا جب آخر عمر آدم کی ہوئی تو پھر آیا اور حضرت حوا سے کہنے لگا کہ بھوک اور پیاس مجھ کو مارے ڈالتی ہے اگر آپ اجازت دین تو مین ان پھلون مین سے کچھ کھا لون حضرت حوا نے جواب دیا کہ آدم مجھ سے عہد لے چکے ہین کہ مین تجھ کو اس کھیتی مین سے کچھ نہ کھلاؤن یہ چیزین جنت کی ہین اور تجھ کو کوئی میوہ جنت کا کھانا سزاوار نہین ہے شیطان نے کہا کہ تم ان میوون مین سے کوئی میوہ لیکے میری ہتیلی پر نچوڑ دو حوا نے انکار کیا شیطان کہنے لگا کہ اچھا مین کھاؤن گا نہین مجھے کوئی دانہ چوس لینے دو حضرت حوا نے ایک خوشہ انگور کا دیدیا شیطان اُس کو چوسنے لگا

مگر کھاتا نہ تھا اسلئے کہ حضرت حوا نے تاکید کردی تھی کہ کھانا نہین جب کچھ عرق اُس کا
گیا اب واپس دیا شیطان پر شاق ہوا اُس وقت حضرت حوا نے اوسکے منھ سے چھین لیا۔
خدا نے وحی کی آدم پر کہ انگور کو میرے اور تمھارے دشمن نے چوس لیا ہی عصارہ عنب میں سے
جتنی مقدار مین نفس ابلیس مخلوط ہوگیا ہے وہ تم پر حرام کردیا گیا اور شراب حرام ہوئی
اسواسطے کہ خدا کے دشمن ابلیس نے حوا سے مکر کرکے انگور کو چوس لیا اور اگر کھالیتا تو انگور کا
درخت اور سب پھل اُسکے تم پر حرام ہوجاتے اُسکے بعد شیطان حوا سے کہنے لگا کہ اگر تم خرما بھی
دیدو تو اُس کو بھی مثل انگور کے میں چوس لون حوا نے خرما بھی دیدیا اور اُس نے وہ بھی چوس لیا
یہان تک کہ معصوم فرماتے ہوے اس مقام تک پہونچے کہ ابلیس بعد وفات حضرت آدم اوس باغ
مین گیا اور خرما اور انگور کے درخت کی جڑ مین بیٹھ کے پیشاب کردیا اوس کا اثر شاخون مین پہونچا
اور انگور اور خرما کا خمیر اوس سے ہوا اس وجہ سے ذریت آدم پر خدا نے ہر مسکر کو حرام کردیا
اور ہر خرما اور انگور سے سڑایا ہوا خمر ہوگیا اسلئے کہ درخت انگور اور درخت خرما مین بُو بَول
عدو خدا کی سما گئی ۔

اور زرارہ نے امام محمد باقر ؑ سے روایت کی ہے کہ نوح جب کشتی سے اُترے تو اُنھون
نے ایک کھیتی بوے حضرت نوح اوس مقام پر تھے جہان درخت خرما بویا تھا ابلیس آیا اور
درخت خرما کو اکھاڑ لیا یہان تک کہ معصوم نے فرمایا کہ نوح نے شیطان سے کہا کہ تو نے اس
درخت کو زمین سے کیون اُکھاڑا میرے ہاتھ کے جتنے درخت بوے ہوے ہین مین اُن سب سے
زائد اس کو دوست رکھتا ہون قسم خدا کی مین تجھ کو جانے نہ دونگا جب تک اس درخت کو تو زندہ نہ کریگا
ابلیس نے جواب دیا کہ مین قسم خدا کی ہرگز نہ دونگا اسوقت جبریل نے حضرت نوح سے کہا کہ
اسکا بھی ایک حصہ اس مین قرار دیجیے حضرت نوح نے ثلث شیطان کا قرار دیا شیطان

راضی نہوا حضرت نوح نے نصف فرمایا اس سے بھی شیطان نے انکار کیا اب حضرت نوح نے قصد کیا کہ زیادہ نہ کروں گا جبرئیل نے عرض کیا احسن یا رسول اللہ فان منک الاحسان حضرت نوح کو یقین ہوا کہ جبرئیل نے اس کا دوہرا حصہ تجویز کیا ہے نوح نے دو ثلث شیطان کے لئے قرار دیئے۔ زرارہ کہتے ہین کہ یہ فرماکے امام محمد باقر نے فرمایا

فاذا اخذت عصیرا فطبخنہ حتی یذھب الثلثان نصیب الشیطان فکل واشرب	جب عصیر عنبی کو جوش دو اور دو ثلث جو شیطان کا حصہ ہین جل جائین تو کھاؤ اور پیو۔

اور سعید بن یسار امام جعفر صادق سے روایت کرتے ہیں حضرت نے فرمایا کہ ابلیس نے درخت انگور مین نوح سے نزاع کی اُس وقت جبرئیل آئے اور حضرت نوح سے کہنے لگے کہ کوئی حق اس کا بھی قرار دیجئے۔ حضرت نوح نے ثلث شیطان کو عطا فرمایا ابلیس راضی نہوا نوح نے نصف دیا ابلیس نصف پہ بھی راضی نہ ہوا اوس وقت جبرئیل نے آگ درخت انگور پر پھینکی دو ثلث انگور آگ نے جلا دیے اور ایک ثلث باقی رہ گئے اُس وقت جبرئیل نے عرض کیا مااحرقت النار فھو نصیبہ ومابقی فھو لک یا نوح حلال

ایک شبہہ اور اُسکا جواب بنظر ظاہر میں اِس حدیث میں اور خبر سابق میں تعارض ہے پہلی خبر میں یہ ہے کہ جبرئیل نے سفارش کی شیطان کی حضرت نوح سے اور عرض کیا کہ احسن یا رسول اللہ فان منک الاحسان اور اس روایت میں یہ ہے کہ جبرئیل نے خود تعیین حصہ شیطان کی یون کی کہ آگ پھینکدی اور اس آگ نے دو ثلث انگور جلا دئے لیکن بعد ادنا تامل کے یہ تعارض یوں رفع ہوجاتا ہے کہ پہلی خبر مین ہے فعلم نوح انہ قد جعل لہ علیھا مالات فجعل نوح لہ الثلثین معلوم ہوا کہ بعد سفارش کے حضرت نوح کے تعیین حصہ شیطان

جو نظر جبرئیل مین تھی معلوم ہو چکی تھی منتہیٰ منشأ علم حضرت نوح کا اُس خبر مین بیان نہین کیا گیا تھا وہ دوسری خبر مین بیان ہوا کہ علم حضرت نوح کو یون ہوا کہ جبرئیل نے اُس درخت کی طرف آگ پھینکی اور آگ نے دو ثلث کو جلا دیا اس کے بعد حضرت نوح بھی راضی ہو گئے کہ ہان دو ثلث نصیب اوس کا ہوا اور ایک ثلث میرا۔

دوسرے شبہہ کا جواب | ایک شبہہ یہ بھی ہوتا ہے کہ ابتداے کلام مین جو دو خبرین بیان کی گئین اُن سے یہ معلوم ہوا کہ اس حکم کی ابتدا کہ بعد دو ثلث جلجانے کے عصیر عنبی اور تمری وغیرہ حلال ہوجاتا ہے اور قبل دو ثلث جلجانے کے حرام ہے حضرت آدم سے ہوا اور اِن خبرون سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتدا حضرت نوح سے ہے اور یہ دونون مضمون باہمی منافات رکھتے ہین جواب سکا یہ ہے کہ منافات اُس وقت ہوگی جب جمع دونو خبرون مین ممکن نہ ہو جن اخبار مین کہ حضرت نوح کے متعلق یہ واقعہ نقل کیا گیا ہے اُن مین یہ نہین ہے کہ ابتداے زمانہ حلت وحرمت کا عصیر عنبی کے زمان حضرت نوح ہے ہان وہ ایک خبر جو ابتدائً حضرت آدم کے متعلق بیان کی گئی ہے اُوس مین البتہ سائل نے ابتدا اِس حکم کی پوچھی ہے اُس کے جواب مین معصوم نے قصۂ حضرت آدم نقل کیا۔ ممکن ہے کہ وہی قضیہ یا مثل اوسکے شیطان اور حضرت نوح مین بھی پیش آیا ہو کہ جس کو دوسرے مقام پر بیان کیا گیا ہے۔ ہان اگر دونو خبرون مین تحدید ابتداے حکم کی کی جاتی تو البتہ منافات تھی۔

تیسرا شبہہ اور اُسکا جواب | اور یہ شبہہ باطل ہے کہ سابق کے بیان سے یہ معلوم ہوتا ہو کہ موضوع حکم مسکر ہے لہذا جب تک سکر باقی ہے حلت نہین آسکتی اور ان احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسکر دو ثلث جلنے کے بعد حلال ہو جاتا ہے۔ باوجودیکہ سکر جو موضوع حکم

کہا گیا ہے ابھی باقی ہے بلکہ جتنا سکر جلایا جائے گا سکر بڑھتا جائے گا جواب یہ ہے کہ ذہاب ثلثین کے بعد حلال ہو جانے کا حکم عصیر عنبی و عصیر تمری سے مختص ہے اور عصیر عنبی مین محض جوش دینے سے سکر نہین آتا اور نہ محض جوش دینے سے اُس پر خمر کا اطلاق ہوتا ہے اور سکر کا یہ حکم نہین ہے کہ جلنے کے بعد حلال ہو جاتا ہے وہ ہر حالت مین حرام ہے اگرچہ دو ثلث سے زائد بھی جلجائے۔

شراب خرما و انگور کا بھی یہی حکم ہے کہ وہ کسی وقت مین بھی پاک نہین ہو سکتی چنانچہ اوس حدیث مین کہ جس مین ابتداے حرمت خمر بیان کی گئی ہے تفرقہ کر دیا گیا ہے عصیر عنبی و تمری مین اور خمر مین اسلئے کہ حرمت عصیر عنبی کا یہ سبب بیان ہوا ہے کہ شیطان نے انگور و خرما کو چوس لیا تھا اور حرمت خمر کا یہ سبب کہا گیا ہے کہ شیطان نے درخت خرما و انگور کی جڑ مین پیشاب کر دیا تھا۔

اعلان

جب سے نوشکی سے دزداب تک ریلوے لائن مین توسیع ہو گئی ہے اور دزداب سے مشہد مقدس تک موٹر کار اور گاڑی کا راستہ تیار ہو گیا ہے۔ ملک ایران اور ہندوستان سے حجاج اور زواران کی آمد و رفت مین بہ نسبت سابق بہت زیادتی ہو گئی ہے۔ ان حضرات کو اثنائے سفر مین چند روز کے واسطے کوئٹہ مین قیام کرنا پڑتا ہے لیکن انکی سکونت و سہولت کا یہان کوئی انتظام نہونے کی وجہ سے مختلف قسم کی تکالیف کا سامان کرنا پڑتا ہے۔ اسلئے اُن امور کو مدنظر رکھتے ہوئے ینگ مسلم شیعہ ایسوسی ایشن کوئٹہ نے جو مورخہ ۱۲ مارچ سنہ ۱۹۲۴ء ہی کو قائم ہوئی ہے حجاج اور زواران کے واسطے کوئٹہ مین سکونت و آسائش کا مناسب انتظام کیا ہے۔ نیز جہان تک ممکن ہوگا ایسوسی ایشن سپینزنڈ جنکشن پر بھی جہان تک دزداب کی ریل جاتی ہے حجاج اور زواران کو حتی المقدور ضروری امداد بہم پہونچائیگی لہذا جو حضرات اس ایسوسی ایشن کی خدمات سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہون انکی خدمت مین التماس ہے کہ کوئٹہ پہونچنے کی تاریخ سے کم از کم دو روز پیشتر خاکسار کو مفصل اطلاع روانہ کرین اور تعداد ہمراہان ذکور و اناث بھی تحریر فرمائین علاوہ ازین انکی سہولت کیلئے حکام ضلع سے پاسپورٹ ضرور بالضرور حاصل کر رکھین تاکہ راہ مین تکلیف نہو فقط والسلام۔ المشتہر جنرل سکریٹری ینگ مسلم شیعہ ایسوسی ایشن کوئٹہ

اسلام بے نقاب

(بسلسلۂ ما سبق)

بطور نظیر یہ عرض کیا جاتا ہے کہ خاندان نبوت پر جو تباہی آنے والی تھی اُسکا ہمارے پیغمبر اور اُن کے اوصیاے برحق کو پورا علم تھا کہ کون سی مصیبت پیغمبر کی رحلت کے ساتھ ہے اور کون سی ایک زمانہ دراز کے بعد اُن کے جگر گوشوں پر آنے والی ہے۔ مگر یہ دیکھ کر کہ ان ابتلاآت اور تبلیغ رسالت کا چولی دامن کا ساتھ ہے اُس برگزیدہ خدا نے اِن آفات کی بیخ کنی کی کبھی فکر نہین کی حالانکہ وہ اسپر قادر تھے۔ (تفصیل ان واقعات کی اپنے مقام پر اس کتاب مین آئے گی)

اسی رضا و تسلیم مشیت الٰہی کیوجہ سے پروردگار عالم اپنے رسولان برحق کو شریک رازہاے قدرت کرلیتا ہے اور باستثنائے بعض امور کے کچھ اُن سے پوشیدہ نہین رکھتا اور اسی علم وہبی کے باعث وہ حق و باطل مین امتیاز کرنے پر قادر ہوتے ہین اور چونکہ اُن کو گذشتہ و آیندہ کل واقعات کا علم ہوتا ہے اُن سے کوئی خطا نہین واقع ہوتی ہے۔

اس علم غیب کی دو قسمیں ہیں۔ پیغمبر اسلام اور اُس کے اوصیاے برحق نے ہم کو تعلیم فرمائی ہے کہ بعض اُمور قضا و قدر کا خود پیغمبروں کو بھی علم نہیں ہوتا اور ان امور میں کبھی تغیر و تبدل نہیں ہوتا برخلاف اسکے وہ اُمور ہیں جو ادنے درجہ کے ہیں انکی تقدیر مشروط ہے لہذا وہ تغیر پذیر بھی ہیں جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

ل‍ه اسکی سند کو لکھنے کی ضرورت نہیں ہے ہر مسلمان اس سے آگاہ ہے اور معتبر کتب فریقین ان اخبار سے مملو ہیں۔ (مصنف)

لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ ۝ يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ ۚ وَعِنْدَهٗٓ اُمُّ الْكِتٰبِ ۝

(آیہ ۳۹ سورہ رعد نمبر ۱۳) ۵۱

تقدیرات ثانوی جن میں تغیر واقع ہوا کرتا ہے ان ہی کا علم پیغمبر اور اُس کے جانشین برحق کو ہوا کرتا ہے۔ اسی تفریق سے ایک اور پیچیدہ مسئلہ جبر و اختیار بھی حل ہوجاتا ہے۔ کیونکہ اسی سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جہاں بعض اُمور ہمارے مثل حیات و ممات کارکنان قضا و قدر کے تابع ہین ساتھ ہی اس کے بہت اُمور ایسے ہیں جن میں ہم کو اختیار کامل دیا گیا ہے۔ پس جب ہم اپنے افعال کے خود مختار ہیں تو ہم خدا کو اُن افعال کے متعلق جوابدہ بھی ہیں اور اسی کے مطابق جزا و سزا کے مستحق بھی۔

اس قانون قدرت کی علت و جواز کی نسبت ممکن ہے کہ کوئی ملحد اعتراض کرے مگر تفکر و تدبر سے اس کی خوبی ظاہر ہو جائے گی کہ انتظام تمدن اور امتحان نیک و بد و شہوات نفسانی کی روک تھام کے لئے کسقدر ضروری ہے۔ قرآن مجید میں عموماً انسانوں کو پروردگار عالم نے بالفاظ "ظَلُوْمًا جَهُوْلًا" (یعنی سخت ظالم سخت جاہل) تذکرہ فرمایا ہے اور اس ارشاد حق سبحانہٗ تعالیٰ مین کون شخص شبہ کرسکتا ہے۔ انسان کو اس پستی سے درجۂ اعلیٰ پر پہونچانے کیلئے ایک معصوم نبی کی ضرورت ہے۔ کیونکہ جو شخص خود ظلم و جہل میں گرفتار ہو وہ ہادی خلق کیونکر بن سکتا ہے اور راہ ہدایت کیونکر بتلا سکتا ہے۔ اس خیال کی پوری تصدیق قرآن مجید سے ہوتی ہے۔

۵۱۔ ہر ایک وقت (موعود) کے لئے (ہمارے یہاں) ایک (قسم کی) تحریر (ہوتی) ہے (پھر اس میں سے) خدا جسکو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور (جس کو چاہتا ہے) باقی رکھتا ہے اور اُس کے پاس اصل کتاب (لوح محفوظ موجود) ہے (ترجمہ مولوی فرمان علی صاحب مرحوم

سنہ ۹ھ میں پیغمبر خدا نے نصاریٰ نجران کو دعوت اسلام دی۔ بنی نجران نے ایک وفد چودہ اشخاص کا مدینہ بھیجا کہ یہ لوگ حقیقت حال دریافت کریں۔ جب یہ وفد پیغمبر خدا کے سامنے حاضر ہوا تو آپ نے اُن سے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ اسلام قبول کرو یا جزیہ دو۔ اُنھوں نے اِن دونوں باتوں سے انکار کیا اور مزید براں رسول خدا سے یہ سوال کیا کہ آپ حضرت عیسیٰ مسیح کو کیسا جانتے ہیں۔ چنانچہ آیۂ ذیل جس کو آیۂ مباہلہ کہتے ہیں اسی وقت نازل ہوئی اور آپ نے اس کی تلاوت فرمائی۔

اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَہٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ ۔ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّکَ فَلَا تَکُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِیْنَ ۔ فَمَنْ حَآجَّکَ فِیْہِ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَکَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَکُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَکُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَکُمْ ثُمَّ نَبْتَہِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰہِ عَلَی الْکٰذِبِیْنَ ۔

(آیۂ ۵۹-۶۱ سورہ آل عمران) ۵۱

---

۵۱ خدا کے نزدیک جیسے عیسیٰ کی حالت ویسی ہی آدم کی حالت کہ ان کو مٹی کا پتلا بنا کر کہا کہ ہو جاؤ پس (فوراً ہی) وہ (انسان) ہو گیا (اے رسول یہ ہے حق بات (جو) تمہارے پروردگار کی طرف سے (بتائی جاتی) ہے تو تم شک کرنے والوں میں سے نہ ہو جانا پھر جب تمہارے پاس علم (قرآن) آچکا اُسکے بعد بھی اگر تم سے کوئی (نصرانی) عیسیٰ کے بارہ میں حجت کرے تو کہو کہ (اچھا میدان میں) آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں تم اپنے بیٹوں کو اور ہم اپنی عورتوں کو (بلائیں) اور تم اپنی عورتوں کو اور ہم اپنی جانوں کو (بلائیں) اور تم اپنی جانوں کو۔ اس کے بعد ہم سب کے سب ملکر (خدا کی بارگاہ میں) گڑگڑائیں اور جھوٹوں پر خدا کی لعنت کریں (ترجمہ فرمان علی صاحب)

تنبیہ۔ اس آیۂ مباہلہ میں انفسنا کا لفظ حضرت علی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت استعمال کیا گیا ہے (دیکھو تفسیر جلالین بیضاوی جلد اول صفحہ ۱۱۹ و دیگر تفاسیر۔ مصنف)

اس آیۂ مجیدہ کے سننے کے بعد عاقب نے جو اس وفد کا سردار تھا اس معاملہ میں سوچنے کے لئے مہلت طلب کی۔ جمیع مورخین نے باتفاق رائے یہ تحریر کیا ہے کہ دوسرے دن صبح کو محمد مصطفےٰ صلعم نے اپنے اہلبیت کو ایک چادر (کسا ر) یا عبار سیاہ کے نیچے جمع کیا اور خداوند عالم سے یہ دعا کی ۔

اَللّٰهُمَّ هٰؤُلَاۗءِ اَهْلُ بَيْتِيْ فَاَذْهِبْ عَنْهُمُ الرِّجْسَ وَطَهِّرْهُمْ تَطْهِيْرًا ۝ اُسی وقت یہ آیہ نازل ہوئی ۔

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ۝ (آیہ ۳۳ سورۂ احزاب ۲۲)

اسکے بعد رسول خدا مع اپنے اہلبیت مقام معہود پر جو مباہلہ کے واسطے قرار پایا تھا اس طرح تشریف لائے کہ آگے آگے آپ تھے اور آپکے پیچھے آپ کی بیٹی فاطمہ زہرا اور اُن کے پیچھے علی مرتضیٰ اور حسن آپکے سبط اکبر جنکی عمر چھ سال کی تھی آپ کی اُنگلی پکڑے ہوئے تھے اور حسین آپکے سبط صغر جن کی عمر پانچ سال کی تھی آپکی گود میں تھے۔ آپ جسوقت مقام مباہلہ میں پہونچے تو آپنے اپنے اہلبیت سے فرمایا کہ میں جسوقت خدا سے دعا کروں تو تم لوگ آمین کہنا ۔

فریق مقابل یہ کیفیت دیکھ رہا تھا اور بسند معتبر یہ خبر ہے کہ سردار وفد یعنی عاقب نے اسوقت اپنی جماعت سے یہ خطاب کیا ۔

" اے میری قوم کے لوگو میں ایسی (نورانی) صورتوں کو اپنے مقابل دیکھ رہا ہوں کہ اگر وہ خدا سے پہاڑ کے ٹل جانے کی دعا کریں تو پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل جائے ۔ خبردار تم ان سے مباہلہ نہ کرنا ورنہ برباد ہو جاؤ گے "

پس نصاریٰ نجران نے مباہلہ کرنے سے انکار کیا اور فریقین میں اس شرط سے مصالحت
ہو گئی کہ نصاریٰ ایک ہزار حلہ ماہ صفر اور ایک ہزار حلہ ماہ رجب بطور جزیہ دیا کریں
اور سفیران اسلام کی خاطر مدارات کرتے رہیں۔ اور اس کے عوض میں مسلمان ان کو اپنی
حفاظت میں رکھیں گے اور ان کے مذہب سے تعرض نہ کریں گے۔

مفہوم لفظ "اہلبیت"[ملہ] کے متعلق باتفاق رائے مستند علما و مفسرین فریقین نے تحریر کیا
ہے کہ ان سے وہ ہی پنجتن پاک مراد ہیں جن کے نام اوپر مذکور ہوے اور اُن ہی کو
پروردگار عالم نے ہر قسم کی رجس (عصیان) سے پاک و پاکیزہ کر دیا ہے۔

اب میں پھر اپنے اصل مطلب کی طرف رجوع کرتا ہوں کہ پیغمبر اور اُن کے اوصیائے برحق
کی قوت نفس فوق قوت بشری ہوتی ہے اور انکا علم وہبی ہوتا ہے یعنی وہ کسی سے کچھ کسب
نہیں کرتے۔ جن لوگوں کا یہ خیال ہے کہ پیغمبر بھی مثل ہمارے ایک انسان ہو جس میں صرف
جودت ذہن و ذکاوت و دور اندیشی غیر معمولی ہے وہ محض غلطی پر ہیں۔ جو لوگ خدا کے
قائل ہیں اور پیغمبروں کو رسول خدا مانتے ہیں انکا عقیدہ اس کے بالکل برعکس ہے اور
اسی عقیدہ کی تائید کلام مجید سے بھی ہوتی ہے اور جو خدا کا رسول برحق ہو اُسکے واسطے کیا
ہونا اور اُسمیں اُن شرائط کا پایا جانا جو رسول میں ہونا چاہیں ایک امر لازمی ہے پس سوال یہ ہے کہ رسول حق کیواسطے کیا
شرائط لازمی ہیں اور اسکی شناخت ہم کیونکر کر سکتے ہیں؟

خلقت انسانی فطرۃً ہمیشہ ایک سردار عالم کی محتاج رہی ہے اور اسی احتیاج
کی بدولت وہ چند در چند محکمات نظم و نسق جو کم و بیش ناقص و کامل شائستہ دنیا میں نظر
آتے ہیں وجود میں آئے ہیں مگر کیا کوئی شخص اسکا دعوی کر سکتا ہے کہ ان تمام محکمات میں سے

ملہ امام احمد حنبل۔ ابن مردویہ۔ ثعلبی۔ سیوطی وغیرہ جو مستند علمائے اہل سنت سے ہیں۔ دیکھو حاشیہ
قرآن ترجمہ سید فرمان علی صاحب۔ (مصنف)

کوئی حکم بھی ایسا ہے جو نقص سے خالی ہو۔ لا واللہ سبب کیا ہے؟ سبب یہ ہے کہ وہ اُن لوگوں کے قائم کئے ہوئے ہیں جو خود ہی ناقص ہیں۔ کیونکہ اُن کو بہ فحوائے آیۂ مجیدہ وَمَا أُوتِيتُم مِّنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا ‌ بہت ہی کم علم دیا گیا ہے۔ پس جب انسانوں کی یہ حالت ہے تو پروردگار عالم نے اُن کی ہدایت کے واسطے وقتاً فوقتاً اپنی ارواح برگزیدہ کو جامۂ بشری میں بھیجا اس لئے کہ اگر کوئی اور مخلوق انسان کے ماسواہم میں بھیجی جاتی تو ہمارا اور اُس کا ہر آئینہ وہ میل جول بے تکلفانہ نہیں ہوسکتا تھا اور نہ وہ مخلوق ہماری خوشی و رنج میں شریک ہوسکتی تھی جیسا کہ ہماری ہی جنس میں سے ایک فرد ہر حال میں ہمارا شریک حال ہوسکتا ہے اور ہم پر اپنے محبت آمیز برتاؤ سے ایک گہرا اثر ڈالکر بہترین ذریعہ ہدایت ہوسکتا ہے۔ یہ روح مقدس ایسی اعلیٰ درجہ کی ہونا چاہیئے جو بار نزول وحی اور انوار الٰہی کی متحمل ہوسکے۔ پس ایک رسول برحق کے لئے یہ شرط سب سے مقدم شرط ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ پس مابہ الامتیاز مابین پیغمبر اور عام انسانوں کے یہی نزول وحی ہے۔ اور جب یہ شرط اس میں پائی گئی تو دیگر شرائط و اوصاف جمیلہ اسی کی جلو میں مل جائینگے یہی روح قدس نبوی سرچشمۂ علم نبوی ہوتی ہے اور ہر چیز پر متصرف قادر بالارادہ۔ اور پیغمبر اسلام جو خاتم النبیین تھے اُن کی روح قدس تو خزانہ اُن تمام قوائے برقیہ (نور) کے تھے جو کائنات میں نظر آتا ہے کیونکہ بفحوائے حدیث أَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُورِي جو متفق علیہ ہے وہ اول صادر از مصدر تھے اور اسی شرف کے باعث مافوق جملہ دیگر انوار الٰہیہ چنانچہ پیغمبر اسلام کا معراج پر تشریف لیجانا الٰہی قدرت کے ذریعہ سے تھا جس نے نہ صرف اُن کے جسد مبارک کو نورانی کردیا تھا بلکہ جو چیز اُس جسد اطہر سے

مس ہو جاتے تھے وہ بھی نورانی ہو جاتے تھے [۵۱] نیز عقلا و حکما کے نزدیک حیات علم قدرت اور ارادہ یہی چار اصول کمال ہیں۔ اور پروردگار عالم کے صفات ثبوتیہ میں سے ہیں جو بہ لحاظ ان کے خدمات مفوضہ وہ اپنے برگزیدہ بندوں کو عطا کرتا ہے۔ پس نبی یا رسول یہ کمالات لیکر پیدا ہوتا ہے جس کی تائید کلام مجید کی آیات ذیل سے ہوتی ہے۔

كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً فَبَعَثَ اللَّهُ النَّبِيِّينَ مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ وَأَنزَلَ مَعَهُمُ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ (آیہ ۲۱۳ سورہ بقرہ) [۵۲]

لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ (آیہ ۲۵ سورہ حدید ۵۷) [۵۳]

---

[۵۱] علامہ شیخ عبد العلی الہروی الطہرانی

[۵۲] (ترجمہ) تمام انسان امت واحدہ تھے پس اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو مبعوث کیا جو نعمات الٰہیہ کی خوشخبری دیتے تھے اور اس کے عذاب و عقاب سے ڈراتے تھے اور ان کے ساتھ کتاب حق نازل کی تاکہ وہ حکم کرے لوگوں کے درمیان ان چیزوں میں جن میں وہ اختلاف رکھتے ہیں۔

[۵۳] البتہ ہم نے اپنے رسولوں کو معجزات و شواہد بینہ کے ساتھ بھیجا ہے اور ان کے ساتھ ہم نے کتاب اور میزان (ترازو) اتاری ہے تاکہ لوگ عدل و انصاف قائم رکھیں اور جادۂ اعتدال سے تخطی نہ کریں۔

تنبیہ:۔ ان آیات مبارکہ سے ثابت ہے کہ نہ صرف مرسلین بلکہ جمیع نبیین کو کتاب دیگئی ہے کتاب کشریعی کل چار کہلاتی ہیں توریت۔ زبور۔ انجیل۔ قرآن اور اگر تمام رسولوں کیلئے ایک ایک صحیفہ فرض کیا جائے تو تعداد ۳۱۳ سے زائد ہو گی کیونکہ یہ تحقیق ہے کہ رسول ۳۱۳ گزرے ہیں اور آیات بتلاتی ہیں کہ کل نبی جو گزرے ہیں سب کو کتاب دی گئی ہے نہ صرف رسولوں کو لہذا اس کتاب سے مراد کتاب مثل توریت و انجیل نہیں ہے علاوہ ازیں آیہ دوم سے یہ بھی ثابت ہے کہ ہر رسول کو ایک میزان (ترازو) بھی اسکے وجود کے ساتھ ہی عطا کیگئی ہے لیکن کوئی نہیں کہہ سکتا کہ ہر ایک نبی یا رسول جب پیدا ہوتا ہے تو بغل میں ایک کتاب اور ہاتھ میں ترازو لئے ہوئے آتا ہے لہذا معلوم ہوا کہ یہ کتاب وہ کتاب نہیں ہے جو بعد ولادت وقت بعثت و اظہار نبوت بصورت تنزیلی کسی پیغمبر کو دیجاتی ہے بلکہ اس کتاب سے یقیناً کتاب وجودی ہی مراد ہے جس پر لفظ معہم صاف دلالت کرتا ہے جو جمعیت جدیہ پر شاہد یعنی ہر نبی کے وجود کے ساتھ علم دیا جاتا ہے اور اسی کو کتاب وجودی سے تعبیر کیا گیا ہے اور یہ علم و کتاب وجودی وہی روح مقدس کا عطا ہونا ہے جیسا کہ ذکر ہوا وغیرہ وغیرہ ملاحظہ ہو کتاب کشف الاسرار فی معرفتہ النبی و آلہ الاطہار جناب علامہ الشیخ عبد العلی الہروی الطہرانی۔

مولوی روم جاپنے زمانہ کے ایک بڑے صوفی مشرب بزرگ تھے اور علم نفس کے ماہر
اس مافوق طاقت بشری کو جو روح قدسی پیغمبر اسلام میں تھی اُن کے ایک واقعہ حیات کے متعلق
حسب ذیل توجیہ کرتے ہیں۔ ابتداء زمانہ رسالت میں جب کہ آپ دعوت اسلام دیا کرتے
تھے تو ایک درخت جسکا نام حنانہ[1] ہے اُس کو پشت پر لیکر وعظ فرمایا کرتے تھے مگر جب
اسلام نے ترقی کی اور آپکے وعظ فرمانے کے لئے منبر بنایا گیا اُسوقت آپنے اُس درخت پر
تکیہ کرنا چھوڑدیا جس سے وہ درخت حنانہ نہایت غمگین رہا کرتا تھا۔ جو لوگ کہ کائنات کے
راز قدرت سے آگاہ نہین اُن کو یہ امر نہایت مستبعد معلوم ہوگا کہ کوئی درخت کسی ایسی
وجہ سے کس طرح متاثر ہوسکتا ہے۔ مگر جو نفوس برگزیدہ رازہاے قدرت سے آگاہ ہین
اُن کا حس باطنی ہر چیز کا احساس کرتا ہے جیسا کہ مولوی موصوف فرماتے ہیں ؎

فلسفی کو منکر حنانہ است
از حواس انبیا بیگانہ است

ہمارے ناظرین کے یہ امر بھی ملحوظ خاطر رہنا چاہیئے کہ پیغمبروں کو جو علم غیب ہوا
کرتا ہے وہ کبھی شمار نجوم یا ضمیر یا روح مردہ یا خواب مقناطیسی یا مدرک وغیرہ کے ذریعہ سے
نہیں ہوا کرتا ہے کیونکہ یہ سب علوم بذریعہ کسب حاصل کئے جاتے ہیں اور عموماً لوگ ان ہی
ذرایع سے غیب کے حالات بتایا کرتے ہیں۔ برخلاف اس کے پیغمبروں کا علم وہبی ہوتا ہے جو
براہ راست ملہم غیبی کیطرف سے القا ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اِن دونوں طریقوں میں
آسمان و زمین کا فرق ہے جو علم وہبی ہوتا ہے وہ ہمیشہ خطا و غلطی سے محفوظ و مامون
ہوتا ہے اور جو دوسرے طریقہ میں وہ کمتر غلط فہمی سے پاک ہوتے ہیں۔ خوشا حال ہم
لوگوں کا کہ وہ لوگ جنکو چیزے بہ چیزے کوئی حصہ اس علم وہبی پیغمبر کا حاصل ہوگیا ہے

[1] اصل میں یہ درخت کا نام نہین ہے بلکہ اسکے گریہ کرنے میں اور حنین کی وجہ سے حنانہ کا لقب دیا گیا ۱۲ مصحح

وہ بھی کلیۃً مفقود نہیں ہو گئے ہیں اور گو اُن کی قوت کشف ایسی قوی نہ ہو جیسی کہ پیغمبر
کی ہوتی ہے مگر اُن سے اس قوت کے وجود کا قطعی ثبوت ہوتا ہے۔ ممالک اسلام میں
ایسے مقدس بزرگ بکثرت موجود ہیں جن صاحبوں کو میرے اِس بیان کی تصدیق منظور ہو
اُن کے واسطے دروازہ کھلا ہوا ہے یہ رابطہ جو روح انسانی کو روح قدس پیغمبری ف۱ سے
ہے اور اس مقدس روح تک ہماری رسائی بھی ممکن ہے اسپر بھی قرآن مجید نے نص کر دی
ہے۔ اسمیں ارشاد ہے: اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ٥
(آیہ ۱۱۵ سورہ مومنون ۲۳) ف۲

اس آیۂ شریفہ کے مطالعہ سے یہ امر بخوبی ذہن نشین ہو سکتا ہے کہ اُس قادر ذو الجلال
نے ہم کو جو پیدا کیا تو کسی خاص غایت سے اور ساتھ ہی اُسکے اس غایت کے پورا
کرنے کے لئے ہمارے واسطے اسباب بھی فراہم کر دیئے غایت خلق جیسا کہ میں اوپر بیان
کر چکا ہوں یہ بھی کہ ہم اُس کی معرفت حاصل کریں اور اُس کی راہ اُس کریم و کارساز نے یہ قرار
دی کہ بعض رازہائے قدرت اور احکام اپنے خاص بندوں پر ہماری ہدایت کی غرض سے انعام
فرما دیئے ہیں۔ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ: میں اور کوئی نہیں ہوں مگر مثل تمہارے ایک بشر۔
اللہ اکبر یہ کتنا بلیغ اور حق کلام فرمایا ہے جس میں کوئی شائبہ بھی اُس دعوی باطل کا
نہیں ہے کہ خدا نے مجھ میں حلول کیا ہے کیونکہ اسلام اس کے سخت مخالف ہو
بلا شبہہ ایسی مافوق طاقت بشری اور عصمت سے ہم ان رسولان برحق کا معمولی انسانوں
سے امتیاز کر سکتے ہیں۔ یہ خاص بندے اُس کے ایک طرف تو شواہد کثیرہ وجود ذات واجب الوجود

ف۱ یہ مسئلہ اختلافی ہے مگر میں اُن لوگوں میں ہوں جنکا یہ اعتقاد ہے کہ گویا روح انسانی روح قدس پیغمبر سے بالاتر نہیں پہونچ سکتی جو
لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ اُن کی روح خدا سے جا کر مل جاتی ہے اور خدا سے براہ راست اُس کو رابطہ ہے وہ غلطی پر ہیں۔ (مصنف)
(ف۲) کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ ہم نے تم کو (یوں ہی) بیکار پیدا کیا اور یہ کہ تم ہمارے حضور میں لوٹا کر نہ لائے جاؤ گے (ترجمہ سید فرمان علی مرحوم)

کے ہمارے سامنے پیش کرتے ہین۔ دوسری طرف اُس کی مخلوق کو وہ راہ بتلاتے ہین جس سے
کہ توسل اُن سے وہ اپنے خالق تک رسائی پیدا کرے پس وہ خالق و مخلوق کے ابین ایک
واسطہ اور برزخ ہیں کسی شاعر ہندی نے کیا خوب کہا ہے ؎

اودھر اللہ سے واصل اُدھر مخلوق مین شامل
خواص اس برزخ کبری میں ہے حرف شدد کا

پس انسان تمامی فاسد و باطل توہمات سے نجات پاکر دیکھتا ہے کہ وہ کسی قابل اعتبار
حقیقت سے دوچار ہے جس کی وہ پیروی کر سکتا ہے اور جس پر وہ عمل کر سکتا ہے۔
ایسے رسول برحق کی تلاش کرنے کے لیے ضرور ہے کہ ہم اس کی سوانح عمری و
ہدایات کا جو ہم تک معتبر و قابل وثوق ذرایع سے پہونچے ہون نظر غائر سے مطالعہ
کرین۔

حضرت نوح کی اولاد و ذریات مین بہت سے رسول پیدا ہوئے اور محمد مصطفے صلعم
خاتم النبیین ہین۔ قرآن مجید نے جو زندہ معجزہ آپ کا ہے صرف یہی نہین کیا کہ حضرت آدم
علی نبینا و آلہ و علیہ السلام و حضرت نوح و حضرت ابراہیم و حضرت موسیٰ و حضرت عیسے کے وجود و نبوت کی
تصدیق کی بلکہ صدہا سال کے مرور زمانہ نے جو تاریکی کا پردہ اُن ذوات مقدسہ پر ڈالدیا تھا
اسکو ہٹا کر بارگاہ الوہیت مین جسکے قائم کرنے کو یہ سب بزرگ دنیا مین آئے تھے اپنے اپنے درجہ
مقررہ پر قائم کردیا۔ علم تاریخ کا ہر طالب علم بخوبی آگاہ ہے کہ جسوقت پیغمبر اسلام مبعوث
ہوے ہین اسوقت اِس بارگاہ کے در و دیوار کس شکستہ حالت مین تھے۔ زمانہ جاہلیت کے
عرب بلحاظ تمدن و اخلاق اسفل السافلین کے درجہ پر پہونچ گئے تھے اور ہر قسم کی گمراہی
اور بدکاری مین غرق ہوکر بدتر از حیوان ہوگئے تھے۔ اور ان کے مذہبی خیالات کی یہ

حالت تھی کہ اوہام پرستی کے درجہ سے آگے نہین بڑھے تھے۔ سر ولیم میور کہتا ہے۔

"یاد سے پہلے زمانہ سے مکہ اور کل جزیرہ نمائے عرب روحانیت سے بالکل غافل تھا وہ خفیف سرسری اثر جو یہودیت و نصرانیت یا فلسفیت نے عربون کے دلوں پر کیا تھا وہ ایسا تھا جیسا کہ سطح آب پر جا بجا لہریں آتی ہیں۔ مگر تہ بالکل بے حس و حرکت تھی تمام لوگ وہم پرستی ظلم و بدکاری میں آلودہ تھے۔ اولاد اکبر کا عام طور پر یہ معمول تھا کہ اپنے باپ کی بیوگان کو متروکہ میں لیکر اپنی زوجیت میں لاتا تھا غرور و افلاس کے باعث اُن میں مثل اہل ہنود رسم دختر کشی کی جاری ہوگئی تھی ان کے مذہب کی یہ حالت تھی کہ بت بت پرست تھے اور انکا یہ اعتقاد تھا کہ کہیں انکے نا معلوم دیوتا اُن سے خفا نہ ہو جائیں اس لیے وہ اُن کو راضی رکھنے کی فکر مین رہتے تھے اور اُنکی نارضامندی سے بچتے رہتے تھے اور کسی احکم الحاکمین کے قائل نہ تھے حیات ما بعد اور جزا و سزائے عمل خیر و بد سے عملاً بے بہرہ تھے"

اُن کی ہمعصر و ہمسایہ قومیں بھی مثل یہود و نصاریٰ کے بلحاظ تمدن و مناسکات مذہبی کچھ ان سے بہتر حالت مین نہ تھین ایسے وقت مین جبکہ ملک عرب کی یہ حالت ہو رہی تھی مشیت الٰہی اس کی مقتضی ہوئی کہ اپنے نبی آخر الزمان کو اصلاح بنی آدم کے واسطے دنیا مین بھیجے۔

چونکہ میں محمد مصطفے صلعم کی سوانح عمری نہیں لکھ رہا ہوں لہٰذا ان صفحات میں حیات پیغمبر کے اُن ہی واقعات عظیمہ کا تذکرہ کیا جائے گا جن سے ان کی حیات کے روحانی رخ پر نمایاں روشنی پڑ سکے۔
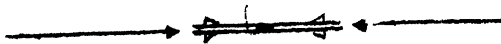
شیطان کی وجہِ خلقت

ازجناب مولوی سید وجاہت حسین صاحب ناظم صدرالافاضل و ممتازالافاضل

شیطان کی ماہیت میں اختلاف ہے! متکلمین کہتے ہین کہ شیاطین اُن شفاف اجسام کو کہتے ہین جو مختلف صورتین اختیار کرسکتے ہین اور سانس کے ساتھ جسم حیوانات مین نفوذ کرجاتے ہین۔

ایک گروہ اسکا قائل ہے کہ شیاطین اُن خاکی نفوس کو کہتے ہین جو عناصر مین تدبیر و تصرف کرتے ہین بعض کا خیال ہے کہ بدکار لوگون کی روحین جب جسم سے نکل جاتی ہین۔ تو وہ شر و فساد مین لوگون کی اعانت کرتی ہین اور انھین روحون کا نام شیاطین ہے۔

فلاسفہ کا قول یہ ہے کہ شیطان اِک خاص وہم ہے جو عقل کی مخالفت مین حکمرانی کرتا ہے خدا کہتا ہے کہ شیطان جن ہے! بعض بندگان ابلیس ایسے بھی ہین جو کہتے ہین کہ خدا اور شیطان دو بھائی ہین۔ جیسا کہ فخرالدین رازی نے اپنی تفسیر کی پہلی جلد مین نقل کیا ہے۔

الطائفة الثالثة الذين قالوا للعالم الهان احدهما خير والآخر شرير وقالوا مدبر هذا العالم هو الله تعالى وابليس وهما اخوان

تیسرا گروہ اس کا قائل ہے کہ عالم کے لے دو خدا ہیں ایک تو اچھا ہے اور دوسرا نہایت شریر ہے اور مدبر عالم خدا اور شیطان دونون ہین اور یہ دونون آپس مین بھائی بھائی ہیں۔

اِس قول کی لغویت اور رکاکت محتاج بیان نہین ہے! مین اِس قول کو

ارباب عقل کے سامنے بیان ہی نہ کرتا اگر مجھ کو اس سے ایک فائدہ اٹھانا نہ ہوتا!

اس قول سے یہ بات تو اچھی طرح ثابت ہوگئی کہ نظام عالم مین وجود شیطان کی شدید ضرورت تھی کہ اس طرح کے لایعقل لوگون نے بھی اس کا احساس کیا اور سمجھے کہ اگر شیطان کا وجود نہ ہوتا تو نظام عالم درست نہین رہ سکتا۔ یہی وجہ ہوئی کہ یہ لوگ شیطان کو بھی مدبر عالم سمجھنے لگے۔ اگر عقل سلیم ہوتی تو مدبر عالم کا منصب خدا کی ذات کے ساتھ مخصوص رکھتے اور کسی چیز کو بھی اُسکا شریک قرار نہ دیتے۔ شیطان مین جو کچھ قوت و قدرت ہے وہ سب الٰہی کا عطیہ ہے جسے اُس نے خدا کی نافرمانی اور انتہائے نافرمانی مین صرف کیا ہے۔

ایسے موقع پر قہراً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب شیطان سَراسر شر ہے اور وہ خدا کے بندون کو گمراہ کرتا رہے گا تو پھر خدا نے اُسے پیدا ہی کیون کیا؟

میرا خیال ہے کہ اس اعتراض کے معنی یہ ہین کہ عالم کا موجودہ نظام قابل ترمیم ہے ایسے اعتراضات کی بیخ کنی اوسوقت تک نہین ہوسکتی جب تک مین یہ نہ دکھاؤن کہ عالم مین کیا نظام ہے اور کیسا ہے!

ہم جب نظام عالم پر نظر کرتے ہین تو اوسمین عجیب و غریب صنعتین پاتے ہین منجملہ اور عجائبات کے ایک بات یہ بھی ہے کہ عالم کے بے شمار موجودات پر اک نظر کر جائین جن دو چیزون کو ملا کے دیکھئے گا کچھ نہ کچھ اختلاف ضرور پائیے گا۔ یہان تک کہ ایک نوع کے تحت مین جو افراد مندرج ہین وہ سب بھی یکسان نہونگے کچھ نہ کچھ مخالفت ضرور ہوگی وہ اسباب خارج ہی سے کیون نہو!

جانے دیجئے سب کو فقط افراد انسان کو دیکھئے! عہد آدم سے اسوقت تک کی مردم شماری

کیجے اور اس کثرت کو دیکھتے ہوئے صورتون کے اختلاف کو دیکھئے! تمام جسم کا ذکر نہین ہے فقط چہرہ کو دیکھئے جسکا طول وعرض ایک بالشت سے زیادہ نہین ہوتا۔ ہر رخسارہ ایک قدرت نما آئینہ بن جائیگا اور عقل حیران ہو جائے گی کہ نہ کوئی عضو اعتدال سے بڑھا۔ نہ اعتدال سے گھٹا نہ کسی عضو کی جگہ بدلی آنکھ ناک۔ کان۔ ابرو۔ لب۔ رخسار۔ پیشانی۔ سب کا ایک مقام معین ہے اور پھر کرورون صورتین ایسی بن گئین کہ باہم دگر مخالف ہی رہین۔

بلکہ چہرہ کی مقدار تو بہت ہے صرف ہاتھ کی ہتھیلی دیکھئے اور اسکے خطوط کا باہمی اختلاف دیکھئے! بلکہ ہتھیلی بھی ایک بڑی چیز ہے فقط ہاتھ کے انگوٹھے کو دیکھئے جو آجکل سرکاری کاغذات پر بجائے مہر چھاپا جاتا ہے!

مین نے بعض کتابون میں دیکھا ہے کہ چونسٹھ ہزار آدمیون کا انگوٹھا چھاپ کے ذرہ بینون سے جانچ کی گئی۔ ہر انگوٹھے کے خطوط دوسرے سے مخالف ہی ثابت ہوئے!

اور اگر ایسا نہ ہوتا تو ناممکن تھا کہ موجودہ گورنمنٹ نشان انگشت کو مہر سے زیادہ قابل اعتبار سمجھتی۔

بہرکیف عالم کے خشک و تر پر نظر کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ موجودات عالم مین ایک قسم کا تنوع اور اختلاف ہے اور یہ اختلاف اس حد پر پہونچ گیا ہے کہ مخلوقات مین بعض چیزین بعض کی ضد اور دشمن ہوگئین ہین۔ آگ کو پانی کے ساتھ جمع کر دیجیے یا آگ بجھ جائیگی یا پانی ہوا ہو کے اُڑ جائے گا۔

اسی طرح ہر عنصر مین بجائے خود اک ایسی قوت ہے جو دوسرے عنصر کو دبا لیتی ہے! پانی کی قوت دیکھئے! وہ پتھریلی اور سخت زمینین جنپر آلات جدیدہ کام نہین کرتے اُن کو پانی کی سیل دم بھر مین اس طرح کاٹ دیتی ہے جیسے خیار تر کو چھری کاٹ دیتی ہے۔

آگ کی قوت کو وہ آتش فشان سے پوچھئے جسکے گلے ہوے پتھرون کی سیل شہرون کو تباہ کرتی ہوئی نکل جاتی ہے! ہوا کی قوت اس حد پر ہے کہ جن لگھاٹے ابرین کرورون من پانی بھرا ہوتا ہے، اُن کو اپنے دوش پر سوار کرکے ایک اقلیم سے دوسری اقلیم مین پہونچا دیتی ہے۔

مٹی کی یہ قوت ہو کہ لوہے سے سخت چیز کو گلا کے خاک کر دیتی ہے۔

قوتین تو ایسی زبردست اور مخالفت کی یہ حالت کہ ہوا ہر وقت متحرک! زمین ہر وقت ساکن! آگ ہر وقت جلاتی ہے! پانی ہر وقت بجھاتا ہے!

مگر کیا قوی اور توانا ہے وہ ذات جسنے ایسے قوت دار مخالفون کو اک جا کرکے انسان سا اشرف مخلوقات پیدا کر دیا۔ اور انھین اضداد کے اختلاط اور کسر و انکسار سے ایسے ایسے عجیب و غریب آثار و خواص اور قوٰی انسان میں پیدا کئے جن سے عقل کو حیرت ہوتی ہے!

عناصر کو الگ الگ دیکھئے تو ہر ایک بے اختیار ہے لیکن انھیں بے اختیار عنصرون سے خدا نے اک ایسا مخلوق بنا دیا جو فاعل مختار ہے! عناصر مین علحدہ علحدہ جو قوتین تھین وہ محدود تھین آگ یا پانی مین یہ قوت نہین ہے کہ وہ ترقی کر سکے مگر انھین عناصر سے بنے ہوے انسان مین ہم یہ خاص بات دیکھتے ہین کہ وہ اپنے ہر قوت کو مشق کرکے بڑھا سکتا ہے۔ اگر اعضاے جسمانی کی قوت بڑھانا چاہتا ہے تو ورزش کرکے بڑھا لیتا ہے عقل کی قوت بڑھانا چاہتا ہے تو ورزش عقلیہ پر محنت کرکے بڑھا لیتا ہے! اور جب خدا نے انسان کو قوت مشق دی ہے تو اب اوسکا حکمتی فرض ہے کہ وہ مشق کرنے کے اسباب بھی فراہم کر دے جسکے ذریعہ سے انسان اپنی قوتون کو اقصاے کمال تک پہونچا سکے! اور مشق جب ہوتی ہے ضد اور مخالفت کے ذریعہ سے ہوتی ہے لہذا حکمت خدا کا مقتضی یہی ہے

کہ وہ ہر وقت کی اک ضد پیدا کر دے۔

اگر خداوند عالم قوائے انسانی کے اضداد پیدا نہ کرتا تو انسان کے لئے ترقیون کا دروازہ بند ہوجاتا اس لئے کہ کسی قوت کو مشق کرکے بڑھانا بغیر ضد اور مخالف کے ممکن نہین اور مخالف بھی ایسا ہونا چاہیئے جو قوت مین مشق کرنے والے سے زائد ہوا ور یہ ایک ایسی بدیہی بات ہی جو محتاج دلیل نہین ہی۔

جو لوگ ہاتھ اور کلائی کی قوت بڑھانے کے لئے پنجہ لڑانے کی مشق کرتے ہین وہ اپنے سے قوی آدمی کو اپنا مدمقابل قرار دیتے ہین اور یون مشق کرتے ہین کہ مشق کرنے والا چاہتا ہے کہ مین اسکے ہاتھ کو موڑدون اور اسکا مدمقابل اس کی مخالفت مین اپنا پورا زور صرف کرتا ہے! اگر آپس مین یہ مخالفت نہو یا شخص مخالف قوت مین زائد نہو تو مشق کرنے سے قوت بڑھ نہیں سکتی۔ مخالفت ہی وہ چیز ہے جس کے ذریعہ سے یہ مبتدی چند روز مین اوس مشاق کے برابر ہو جاتا ہے جس سے مشق کرنا شروع کیا تھا۔

اور اس کے بعد ایسے مخالف کی تلاش ہوتی ہے جو پہلے سے زائد قوی ہو! یونہی رفتہ رفتہ قوت بڑھتی جاتی ہے اور آخر مین ایسی قوی مخالف کی ضرورت پڑتی ہے جو اپنے ابنائے جنس مین ممکن نہین ہوتا۔ لہذا غیر جنس کیطرف رجوع کرنا پڑتی ہے اور لوہے کا پنجہ بنوا کر اس سے زور آزمائی کیجاتی ہے اور اس غیر جنس مخالف کے ذریعہ سے قوت انتہائے کمال تک پہونچائی جاتی ہے۔

اس مثال سے واضح ہوگیا کہ کوئی جسمانی قوت انتہائے کمال تک نہین پہونچ سکتی جب تک دو قسم کے اضداد سے مقابلہ نہ کرے بعض اضداد ایسے ہون جو ہم جنس ہون مگر

ضدین کا مقابلہ کرین اور بعض ضدین ایسی ہون جو غیر جنس کی ہون !!

جب قوائے جسمانی مین یہ ثابت ہوگیا تو اب اسپر قیاس کر لیجئے قوت عاقلہ کا یہ بھی بغیر مشق کے ترقی نہین کرسکتی اور یہ طے شدہ ہے کہ مشق بغیر اضداد کے ممکن نہین لہذا ضرور ہوا کہ خداوند حکیم عقل کے اضداد بھی پیدا کرے تاکہ اُن سے مقابلہ کرکے عقل بھی اقصائے کمال تک پہونچ سکے ! اور یہ بھی ضرور ہے کہ عقل کے اضداد بھی دو طرح کے ہون بعض ہم جنس اور بعض غیر جنس ورنہ لازم آئے گا کہ جن قوتون کی ترقی محدود ہے (جسمانی قوتین) اُن کی مشق کے ذریعے قوی ہون اور جو قوت بے انتہا ترقی کرسکتی ہو (قوت عاقلہ) اوسکی مشق کے ذریعے ضعیف ہون۔

اچھا اب اِس بات پر غور کیجئے کہ قوائے جسمانی کی مشق کے لئے تو خدا نے ہر قسم کی ضدین پیدا کردین قوی سے قوی انسان بھی پیدا کئے اور وہ معادن اور نباتات بھی پیدا کیے جنسے آلات ورزش بنتے ہین! آیا قوت عاقلہ کے لئے بھی ہر قسم کی ضدین پیدا کین یا نہین جب ہم موجودات عالم مین ڈھونڈھتے ہین تو عقل کا ہم جنس مخالف تو ہم کو ملتا ہے جسکو (نکلار) کہتے ہین مگر غیر جنس کا کوئی ایسا قوی مخالف نظر نہین آتا جس سے مقابلہ کرکے عقل معراج کمال تک پہونچ سکے۔

اب ارباب عقل خود ہی انصاف کرلین کہ اگر خداوند حکیم شیطان کو پیدا نہ کرتا تو عقل کی ترقی ناقص رہ جاتی یا نہین۔

وجود شیطان کی دوسری مصلحت

جب یہ ثابت ہوگیا کہ خداوند حکیم نے انسان کو کچھ ایسے قوتین دی ہین جو مشق کرنیسے

بڑھ سکتی ہین ! اور وہ مشق کرنے کے لئے ہر قوت کے ضدین بھی پیدا کر دی ہین تو
اسکا نتیجۂ لازم یہ ہے کہ جب انسان اپنی قوت کو حدِ کمال تک پہونچا چکے اور اپنے عجیب و
غریب حالتون کا مشاہدہ کرے تو اُس مین تکبر اور نخوت اور خود بینی پیدا ہو جائے ۔

آپنے دیکھا ہوگا کہ جب پہلوانون مین قوت زیادہ آجاتی ہے تو وقت رفتار اُن کا
ہر نشانِ قدم تکبر کی تصویر کھینچتا چلتا ہے اور وہ ایسے مدہوش ہو جاتے ہین کہ بالکل اپنی
ہستی سے بیخبر ہو جاتے ہین ! اور جب اپنی ہستی سے بے خبر ہین تو دوسرون کی کیا ہستی
ہے وہ کسی قوت کو خطرے ہی مین نہین لاتے بلکہ بعض اوقات ہوائے تکبر یون دماغون مین
سماتی ہے کہ انسان اپنی قوت پر ناز کر کے خدائی کا دعوی کر لیتا ہے ۔

اسی طرح جن لوگون نے قوائے روحانی کو مشق کر کے اسقدر بڑھایا ہے کہ اون مین
ملکات قدسی پیدا ہو گئے ہین وہ اگر کسی وقت خیال کرین کہ ہمارے ابنائے جنس مین ہم سے
بہتر کوئی نہین ہے تو گو ان کا یہ خیال ایک حد تک صحیح ہو مگر یہی خیال تکبر کی جڑ ہے اور تکبر
اِک ایسی مضرت رسان چیز ہے جو انسان کو ترقی سے روک دیتی ہے ۔

خداوند عالم نے انسان کو روحانی قوت جو دی ہے وہ نامحدود ترقیون کے قابل
ہے جب تک انسان مشق کرتا رہے گا کمالات مین ترقی ہوتی رہے گی ۔ مگر جب تکبر
کان مین یہ پھوک دے گا کہ اب کوئی درجہ کمال کا ایسا نہین ہے جو مجھ مین نہو تو خواہ نخواہ
مشق کو فضول سمجھ کے انسان چھوڑ دیگا اور یہ مانی ہوئی بات ہے کہ ادھر مشق چھوٹی
اور ابواب ترقی بند ہوے ۔

خداوند عالم چونکہ انسان کا ترقی خواہ ہے لہذا یہ بھی اُسکا حکمی فرض ہے کہ وہ تکبر سے
بچانے کی کوئی تدبیر کرے ! اور اس کی تدبیر اس سے بہتر کوئی نہین ہے کہ اک ایسا قوی دشمن

پیدا کردے جو ہر وقت دھوکا دینے اور خدا سے پھیر دینے مین اپنی قوت صرف کیا کرے تا کہ انسان کو ملکات قدس پیدا ہونے کے بعد بھی ہر وقت خوف لگا رہے کہ مبادا کوئی غلطی ہوجاوے اور ترقی کے بعد تنزل کی ذلت اُٹھانا پڑے اور اس دشمن قوی کا نام شیطان ہے ۔

اطلاع

جملہ ہمدردان و خریداران "الواعظ" کیخدمت مین یہ عرض کردینا ضروری ہو کہ "الواعظ" کا سال ماہ ستمبر سے شروع ہوتا ہے اسلیے عنقریب سال سوم پورا ہونیوالا ہے ایسے رسائل کیلئے ویلو جانے کی اطلاع چندان ضروری نہوتی اگر خاکسار منیجر مردہ قوم کی ایک فرد نہوتا اسلیے پہلے سے آمادہ کرنے کی ضرورت ہے کہ ستمبر کا پرچہ یعنی سال چہارم کا پہلا نمبر وی پی حاضر ہوگا ۔ جو حضرات پہلے سے خریدار ہین امید کہ طرفین کا فائدہ سمجھکر منی آرڈر سے چندہ عنایت فرمائین تو بہتر ہے ۔

ابتک جن حضرات نے کچھ بقایا رکھا ہے وہ اپنے فریضہ سے سبکدوش ہوجائین اور جن حضرات پاس کوئی پرچہ نہ پہونچا ہو باوجود اتنی مدت تک خبر نہ لینے کے وہ اس شکریہ مین کہ مدرسہ اپنے ذاتی عمارت مین آگیا ہے "ایک بار پھر موقع دیا جاتا ہے کہ دفتر سے منگا لین ۔

بعض حضرات نمبر خریداری سے اطلاع دینا تو درکنار اپنا نام بلکہ ضلع وغیرہ بھی تحریر نہین فرماتے ظاہر ہے کہ ایسے خطوط کی تعمیل نہ ہوتی قابل شکایت نہ ہوگی ۔

منیجر

ماہ محرم

گر خوانمش قیامتِ دینی بعید نیست
این رستخیزِ عام کہ نامش محرم است

یہ نمبر ماہ محرم مین ناظرین کیخدمت مین پہونچیگا اس لئے اوس شہید راہ کا خیر مقدم ہمارا فرض ہے جس کی مہمانی عزت دارین کا سبب ہے۔

شہید اعظم و فخر امم سلام علیک
غریب کشتۂ تیغ ستم سلام علیک

فروغ دودۂ ختمی مآب نورِ اکہ
خجستہ شاہ جمیل الشیم سلام علیک

رہِ خدا مین سر و تن سے کام آیا تو
کریم و رہبر اہلِ کرم سلام علیک

مسیح دین محمد مجدد اسلام
ضیا فروز شبستانِ غم سلام علیک

فراز نوکِ سنان تیرے واسطے معراج
بلند مرتبہ عالی ہمم سلام علیک

رئیس ملت بیضا شہیدِ راہِ خدا
امامِ خلق شہِ ذیحشم سلام علیک

شہید آلِ محمد خلاصۂ ایجاد
نوادۂ نبیِ محترم سلام علیک

ابوالائمۃ الاطہار سید الشہدا
صحیفۂ شرفِ مختتم سلام علیک

قسم خدا کی جہان مین طواف کے قابل
ہے تیرا کعبۂ نقشِ قدم سلام علیک

ہر اک مصیبتِ عظمے کا خاتمہ تجھ پر
فدائے لذتِ ذوقِ ستم سلام علیک

ہر ایک زخم ترا معرفت کا گلشن ہے
بہار دین کی سرتاقدم سلام علیک

عزیز بھی ہے طلبگار تیری نصرت کا
انیس و مونس اربابِ غم سلام علیک

اثرِ کلک سید ریاض علی صاحب ریاض مولف شہید اعظم و الکرار وغیرہ

دو دن سے بارش کا سلسلہ ہے۔ افق غربی پر بادلوں کا گہرا پردہ ہے لیکن ہر شخص کا گمان غالب ہے کہ آج ہی کا چاند ہے۔ ابھی ابھی باجے والا چوکی بجا گیا۔ تمام محلہ میں لوگ پوچھنے لگے کہ کیا چاند ہو گیا؟ کون چاند۔ اس چاند میں کیا کوئی خصوصیت ہے۔ تمام عالم اسلامی کی نگاہیں کیوں چاند کی طرف اٹھ رہی ہیں کسی کے چہرہ پر خوشی نہیں ہے عورتیں اور بھولی لڑکیاں زیور اُتار رہی ہیں اور چوڑیاں ٹھنڈی کر رہی ہیں۔ کہاں صنف نازک کا وہ شوق آرائش اور کہاں یہ سوگواری!

ابھی یہ تمام باتیں زیر غور ہیں۔ آسمان کی طرف نظروں کی مضمحل رفتار۔ چہروں کی غم انگیز متانت۔ دبی ہوئی آہوں کی تحیر ابھی ایک معما ہے کہ گھروں سے نوحہ خوانی کی آوازیں آنے لگیں۔ وہ بیبیاں جنکی آوازیں کبھی نہ سُنی تھیں اُن کے سینہ زنی کی دھمک اور ان کی غمگین آوازوں کا دلگداز لہجہ سنائی دینے لگا۔ کوئی کہہ رہا ہے

اے مومنو سب ملکے کرو ماتم سرور پھر آیا محرم

یہ کیا انقلاب ہے۔ عورتوں کی وہ لطافت حیا کیا ہوئی جس سے وہ اپنے روزانہ مصائب کو چھپاتی تھیں۔ اور اپنے آوازوں کو تابع احتیاط رکھتی تھیں آج وہی صدائیں کس سانحہ عظیم سے نامحرموں کے گوش گزار ہو گئیں۔ اور وہ بھی فرط مسرت سے نہیں

جو پر لطف دیوانگی سمجھی جاتی بلکہ جذبۂ غم ہمیں ایک عصمت ہے کوئی اسپر عیب گیری نہیں کر رہا ہے۔ ہر شخص آہ سرد کے سوا کچھ کہتا ہے نہ گرفتگی سے آزاد معلوم ہوتا ہے۔ کیا ہوا تھا ملا محتشم کو جو وہ کہتے ہیں۔

گر خوانمش قیامتِ دنیا بعید نیست

این رستخیز عام کہ نامش محرم است

محرم۔ محرم کا چاند۔ اِس سے فضا بھرگئی ہے۔ محرم ایک مہینہ ہے۔ بارہ مہینوں میں سے۔ اور چاند ایک جرم سماوی ہے منجملہ کروڑہا اجرام فلکی کے۔ تو اِس مہینہ اور اس جرم کے نام میں کچھ نہیں ہے جس سے مطلب حل ہو اُس ہیجان کا جو واقعۃً کار انسانوں کے قلوب میں پیدا ہو گیا ہے۔

تو پھر کیا کوئی واقعہ ہے جسنے محرم اور محرم کے چاند سے ایک خصوصیت اور نسبت امتیازی قائم کر رکھی ہے اور واقعہ بھی ایسا کہ جسنے انسانی حافظہ پر ایسی گہری مہر کی ہو جو اُسے روزانہ معجزات فطرت سے بڑھ کر ہو جب اجرام سماوی کا روزانہ عروج وزوال ہے یا جیسے ہر دقیقہ۔ ہر لمحہ۔ ہر ساعت۔ ہر روز۔ ہر مہینہ اور ہر سال کا آنا ہے جس کا کوئی خیال بھی نہیں کرتا۔ اور پھر نہیں معلوم کب سے محرم کے مہینے کا نام محرم ہوا اور کب سے چاند نکلتا ہے اِسے وہ جانیں جنھیں ایجاد یا ابتدائے زبان یا مبدأ کائنات کی سائنٹفک تحقیق سے غرض ہو اور پھر ہر روز ہزارہا واقعات ہوتے رہتے ہیں کوئی کہانتک یاد رکھے۔

تو دورۂ مہر و ماہ اور واقعات کا عموم اسکے سمجھنے کے لئے کافی نہیں ہے کہ وہ کونسا مخفی اضطراب اور طبعی وابستگی ہے جس نے مخلوقات ایزدی میں سے سب سے اعلےٰ

مخلوق یعنی انسان میں اور انسان کے مایۂ فخر دل میں اور نفس کی حیرت خیز قابلیت ہوش و حافظہ میں محرم کے چاند کو یادگار بنا رکھا ہے ۔ میں پیشینگوئیوں کا گرویدہ نہیں ہوں ۔ چیستان سے میرا جی گھبراتا ہے ۔ جسمیں ہر شخص کچھ معنی پنہا سکے وہ کسی کا بھی مال نہیں ۔ مال اُس کا جسکی ہر شخص شناخت کرے ۔ حضرت برمیاہ کا قول میں نے پڑھا ہے کہ رب الافواج کے لئے کنارہ نہر فرات ایک ذبیحہ مقرر ہے ۔ ضرور یہ ذبیحہ خود حضرت برمیاہ نہ تھے وہ مصر میں شہید کئے گئے ۔ کوئی ہوگا ۔ غالبًا کوئی مشہور نبی بنی اسرائیلی کنار فرات ذبح نہیں ہوا ۔ حضرت یحییٰ قلعۂ مشائیر میں نہیں شہید ہوئے اور بقول انجیل حضرت ابن مریم کو یروشلم میں صلیب دیگئی ۔ ہم تو ما قتلوہ و ما صلبوہ ولکن شبّہ لھم کے قائل ہیں اور دلیل کے ساتھ ۔ لیکن یہ فرصت کے وقت کبھی اور اب اگر کچھ بنی اسرائیل شہید ہوئے جو گمنام تھے تو حضرت برمیاہ کے ذبیحہ مذکور کا تعارف ناممکن ہے ۔ ایک جگہ خود حضرت ابن مریم اپنے خطبہ کوہی میں فرماتے ہیں کہ ”مبارک ہیں وہ جو راستبازی کے لئے ستائے جاتے ہیں آسماں کی حکومت اُن کے لئے ہے“ دنیا اچھے لوگوں سے خالی نہیں ہے ۔ بہتیرے خدا کے بندے ہر روز راستبازی کے لئے ستائے جاتے ہیں ۔ کوئی کسے پہچانے ۔ اور یہ تو اناجیل اربعہ سے دریافت کرنا مشکل ہے کہ آسمان کی حکومت سے کیا مطلب ہے ۔ اسے بھی جانے دیجئے حضرت یوحنا حواری اپنے مکاشفات میں فرماتے ہیں اور زمین کے سارے فرقے اُسکے لئے سینہ زنی کرینگے ۔ وہ کون ہے ؟ کیا وہ حضرت مسیح ہیں ۔ میں انجیل سے صرف اسقدر جان سکا ہوں کہ آپ پر چند عورتیں روئی تھیں اور بس ۔ چند یہودیہ کا رونا یقینًا زمین کے سارے فرقوں کی سینہ زنی نہیں کہی جا سکتی ہے ۔ نہ میں اس سے

واقف ہوں کہ مسیحین حضرت ابن مریم کے یوم مصلوبیت کو روز غم منانے کے لئے کچھ کوشش کرتے ہوں۔

میں نے کبھی ایک مرثیہ کہا تھا اُس کے دو شعر یہ ہیں :۔

ہیں تو میں کس قدر عالم میں ہمدردِ عزا تیری
عرب ہوں۔ ترک ہوں حبشی ہوں۔ ہندی ہوں کہ ایرانی
زباں دہ ارین ہو۔ سیمیا طیقی کہ تاتاری
سبھوں میں مل رہے ہیں تیرے آثارِ جہانبانی

جو کچھ میں جانتا ہوں میرا ممدوح حسین ہے فرزند علی و فاطمہ جو رسول اللہ کا نواسا تھا۔ نواسا کیا بیٹوں سے بڑھ کر۔ اور روایتیں تو یہ ہیں کہ آپؐ ایک روحانی عہد اور تصفیہ سے اپنے فرزند ابراہیم کی رحلت منظور کی لیکن حسین کو طفلی میں موت کے حوالہ کرنا پسند نہ فرمایا۔ اُن پیشینگوئیوں کے علاوہ جو اوپر بیان ہوئیں کتب اسلامی میں بہتیری پیشنگوئیاں اسی حسین کے متعلق ہیں کہ یہ کنارہ فرات شہید ہوگا اور حضرت برمیاہ کی طرح حضرت علی ابن ابیطالب علیہ السلام کا مکاشفہ بھی ہے کہ آپ نہر فرات کے کنارہ پہونچ کر محو خواب ہو جاتے ہیں اور اس طرح بیدار ہوتے ہیں کہ گویا سخت روحانی اور دماغی کرب میں مبتلا تھے۔ علی کا کرب ظاہر ہو جانا یہ ایک غیر معمولی بات تھی۔ اور سبب یہ نہ تھا کہ آپ کو اس بڑے معرکہ (صفین) کے متعلق کوئی خوف تھا جس کے لئے کوچ کر رہے تھے۔ نہیں۔ نہ صرف سامان کافی تھا بلکہ مشاہیر عرب جو اپنے جنگی تجربہ اور مہارت حرب میں لاثانی تھے ہمراہ رکاب تھے اور اس پر فخر کرتے تھے کہ کل سر سبد شجاعت ہمارا قومندان اعظم

ہے وہ اسوقت گرد تھے اوراس غیر معمولی منظر سے متاثر ہو رہے تھے مشہور ابن عباس آگے
بڑھتے ہیں اور جرأت کرکے پوچھتے ہیں کہ اس اضطراب کی کیا وجہ ہے
اور اب شیر اسلام جس سے کبھی تبسم علٰحدہ نہ ہوتا تھا۔ اس حالت میں ہے" کہ
قطرات اشک اس کی ریش مقدس سے ٹپک رہے تھے۔ ماتحت فوجی افسروں اور
جان نثاروں کی اس حیرت واندوہ میں فاتح خیبر وخندق۔ فوجی کرخت لہجہ سے
نہیں بلکہ ہچکیاں لیتا ہوا کہتا ہے۔" حسین کو بلاؤ" حسین آتے ہیں آپ سر پر شفقت
کا ہاتھ پھیرتے ہیں اور منھ دیکھتے ہیں۔ لوگ پھر مصر ہوتے ہیں اور آپ فرماتے ہیں
کہ میں ابھی سو رہا تھا۔ خواب میں دیکھتا ہوں کہ فرات کے کنارے ایک اور
دریائے خون موج مار رہا ہے اور درختوں کی شاخیں اسمیں ڈوبتی جاتی ہیں اور میرا
حسین اس دریائے خون میں ہاتھ پاؤں مار رہا ہے اور فریاد کر رہا ہے لیکن کوئی
اُسکی مدد نہیں کرتا۔ اس کے بعد غالبًا فرماتے ہیں آہ! آہ! اے حسین تجھ میں اور
بنی امیہ میں کیا معاملت ہونیوالی ہے!

ممکن ہے کہ برمیاہ کا فقرہ ایک اتفاق ہو۔ ممکن ہے کہ یوحنا کا مکاشفہ
ایک اتفاق ہو۔ ممکن ہے کہ امیر المومنین کا خواب مادحین حسین کی مضمون آفرینی
ہو۔ اور اسطرح جزو تحریر ہوگیا ہو۔

لیکن واقعہ فہمی میں یک چشمی نہایت ہی ناجائز چیز ہے مصالح ہیں دیدہ باید
گاہ احول گاہ اعور داشتن مناسب ہوسکتا ہے۔ اب ہمیں اسے اس نظر سے بھی دیکھنا
ہوگا کہ آیا اتفاق کے لفظ کا وہ مفہوم جو مشہور ہے قابل پذیرائی ہے یا نہیں۔ میرے نزدیک
کسی حادثہ کائنات کو اتفاقی کہنا عام اس سے کہ وہ کنکری کا متحرک ہوجانا ہو یا

پہاڑ کا شق ہونا کوئی اتفاقی نہیں ہے۔ یہ ہمارا جہل ہے جو ہم کسی نتیجہ کے سبب کی ناواقفیت کو اتفاق کہتے ہیں۔ اس عظیم الشان کائنات میں کوئی چیز اتفاقی نہیں بلکہ ہر چیز ایک قانون کی تابع ہے عام اس سے کہ ہم اس کے اسباب۔ وقوع اور نتائج سے واقف ہوں یا نہ ہوں۔ پس اُن حوادث کو جنکے پورے کیفیات سے ہم واقف نہ ہوں مجبورًا اتفاقی کہہ سکتے ہیں لیکن اگر ایک ہی واقعہ مختلف زبانون سے مختلف زمانوں میں بیان ہوا ہو تو ہمیں اُن کی مجموعی شان نہ صرف اتفاق کے لفظ کے مشہور معنون سے علٰحدہ کردیتی ہے بلکہ یہ بھی خیال دلاتا ہے کہ کسی محرک اعلےٰ نے مختلف طریقون مختلف وقتوں میں کسی حادثہ کو رفتہ رفتہ اس طرح بتایا ہے کہ واقع ہونے پر حیرت وشک کی گنجائش نہ رہے بلکہ بہت سے نفوس قدسیہ کی دی ہوئی خبریں بہت سی شعاعیں ہوں جو ایک ہی مخزنِ نور سے نکلی ہوں۔

اب ان اشارون کے بعد کیا یہ سوال بیجا ہوگا کہ اُس حسین سے جو ۶۱ھ میں کنار فرات شہرون۔ قریوں اور آبادیوں سے دور تپتی ہوئی ریت پر شہید کیا گیا اس غرض سے کہ کوئی واقف نہ ہونے پائے نہ کوئی مدد کرنے پائے۔ کیا اور زیادہ کوئی مشہور شہید ہے جو برمیاہ نبی کا ذبیحۂ فرات کہا جاسکے۔ میں جاننا چاہتا ہون کہ یوحنا حواری کے مکاشفہ کا مصداق سوائے حسین کے کوئی اور بھی ہے جسکے متعلق کہا گیا ہو کہ زمین کے سارے فرقے اُسکے لئے چھاتی پیٹینگے۔ نہیں معلوم ہے کہ حضرت موسی۔ ہارون۔ یعقوب۔ یوسف۔ سال۔ کنگفوری پر ماتم ہوا۔ تین مہینہ یا تین برس اور صرف اُنھیں کی قوموں نے کیا۔ لیکن کیا ہند وحسین کی قوم ہیں۔ کیا اکثر مسیحی مورخین جنھوں نے حسین کے واقعات کو اس موثر طریقہ سے لکھا ہے۔ کیا وہ

یورپین شعرا جنھوں نے نظمیں لکھی ہیں۔ کیا ایرانی۔ حبشی۔ تاتاری۔ ترکی۔ بنگالی۔
یہ حسین کی قوم ہیں۔ نہیں حسین کے ہمقوم تو عرب تھے۔ بیشک انہیں سے کوئی قوم نہیں
ہے جس سے حسین کے نانا کے دین پر نہ ہوں۔ لیکن وہ جو دین اور قوم کے نہیں بھی
ہیں وہ بھی شہید فرات کی مدح میں اثردار لفظ صرف کرتے ہیں اور متاثر اور
ہمدرد نظر آتے ہیں اہل ہندوستان کی مشہور زبانوں کے مشہور اخبار محرم نمبر
نکالتے ہیں۔

اب کیا یہ ممکن ہے کہ کوئی شخص راستبازی کے لئے نہ مارا جائے اور ایک عالم اسکی
مصیبت کا ہمدرد نظر آئے؟ نہیں۔ انسانی ہمدردی کو ابھارنے والی چیز حق، صداقت
اور راستبازی سے زیادہ نہیں ہے۔ ہم باوجود بے انتہا برائیوں کے اس عالم کو مرکز
اخلاق کی حکومت نہ سمجھیں گے جس دن ہمیں معلوم ہوگا کہ کسی خودغرض۔ مکار۔ نمود و نمائش
کے آدمی۔ ظالم۔ دروغ گو کے لئے بھی عالم میں ہیجان غم ہو سکتا ہے۔ ہم اس سے
واقف ہیں کہ کوئی قوی انتظام کسی ظالم کے لئے بھی عام ہمدردی سمجھانے کے لئے آثار غم
کو مہیا کر سکتا ہے لیکن ظاہر ہے کہ یہ جبر و قہر کی مدد سے ہے۔ وقتی ہے۔ ہیروڈ کے
لئے رلانے کا یہ سامان ہوتا ہے کہ اُسے وقت دارالسلطنت کے بڑے بڑے امرا کے لڑکے
قتل کردیے جاتے ہیں اور ان گھروں کے شور و ماتم کو ہیروڈ کی ہمدردی ظاہر کیجاتی ہے
یا ریحانہ متوکل کی کنیز کے جنازہ کے ساتھ لوگ نمائش غم کرتے ہیں کہ بادشاہ کی نظر
حاصل کریں لیکن اس کی ذلیل نوعیت ظاہر ہے۔ حسین اور ظلم حسین و قہر نا ممکن نسبت
ہوگی۔ وہ حسین جو اپنی ناقابل فہم عالی حوصلگی سے ان مواقع کو اپنی مدد کے لئے متروک
قرار دیتا ہو۔ جہان سے اُسے مدد مل سکتی تھی۔ جو حسین اپنی ناشگفتہ کلیوں کے ساتھ

اور تشنگی عمرے گذرے ہوئے بوڑھوں کے ساتھ بیکس عورتوں کی نظروں کے سامنے اِس طرح پارہ پارہ ہونا منظور کرے کہ نہ زبان مین پانی کی نمی رہی ہو نہ معدہ میں غذا کی حرارت ہو۔ یہاں تک کہ اُسکے شیر خوار بچہ کو اُسکی ماں دودھ پلانے سے عاجز ہو اُسکے پاس اسباب غلبہ و قہر کجا۔ اور وہ ایسے بہتر کے ساتھ کیس ہزار کوفی اور شامیون مین گھرا ہو۔

تو پھر کیا یہ محض اتفاقی مظلومیت تھی ؟ نہیں۔ دنیا میں کسقدر انسان ہین جو غرقابی۔ آتشزدگی۔ افلاس اور دیگر مصائب مین مبتلا رہ کر مرجاتے ہیں۔ لوگ متاثر ہوتے ہین اور کچھ دنون کے بعد کسی کو یاد بھی نہیں رہتا لیکن حسین کی مظلومیت اتفاقی نہ تھی حسین کے مصائب کا ہر شعبہ اُنکے خاصہ بلند نے پیدا کیا تھا اور جس جس طرح جبر چاہتا تھا کہ ہم حسین کے عزم اور خاصہ بلند مین شگاف کردین اُسیقدر وہ جبر کی قدرت سے بلند تر ہوتا جاتا تھا اُسیقدر ٹھوس ہوتا جاتا تھا۔ یہان تک کہ ظلم اور جبر کے دانت اور پنجے گھس گئے اور مظلومیت اپنی جگر تسکاف عصمت اور سادگی سے خلق اللہ کی نظرون کے سامنے آگئی مظلومیت اور حسین یہ دو مرادف الفاظ بنگئے۔

ارادی مظلومیت سے میرا کیا مطلب ہے۔ ایک لفظ مین حسین یزید کے ایسے شخص کی بعیت نہین کر سکتے تھے۔

یہ فقرہ حسین کی معاشرتی بلند شان۔ اخلاقی عظمت۔ اعلے درجہ کے سیاسی احساس کے سمجھانے کے لئے کافی ہے۔ شرح کے لئے سیکڑوں صفحے چاہئیں۔ یزید اس انکار کا اثر سمجھتا تھا۔ اور جبر سے بعیت لینا چاہتا تھا۔ جو کچھ وہ نہیں سمجھتا تھا وہ شاید یہ تھا کہ جبر ہر طبیعت کو نہین دبا سکتا۔ غالبؔ وہ سمجھتا تھا اور اُس کی

غرض یا تو یہ تھی کہ حسین پر جبر کر کے دوسروں کو مرعوب رکھو۔ اور اگر حسین بیعت نہ کریں تو لوگ اس درجہ خوف زدہ رہیں کہ یزید کے ایسے فعل پر بھی جو قتل حسین کا ایسا مسلمانوں کی نظروں میں قابل لعنت ہو کوئی کسی انقلاب کی جرأت نہ کر سکے۔ لیکن ضرور ضرور وہ اس لطیف حکومت مظلومیت کو نہیں سمجھتا تھا جو حسین کے باریک نظری نے قائم کی تھی۔ سچ تو یہ ہے کہ کون سمجھ سکتا تھا۔ اب شاید یہ سمجھ لینا آسان ہو گیا ہو کہ شہید فرات کی مظلومیت جو ایسے مرکز بداخلاقی۔ لا مذہبی۔ اور جبر سیاسی سے نفرت پیدا کرنے میں کامیاب ہوئی جیسے کہ بنی امیہ کے افراد تھے اور نظم حکومت تھا وہ مظلومیت راستبازی کے ہمنام تھی ورنہ خدا کے قانون کو دھوکہ دے کر قلوب انسانی میں ایسا ولولہ ہمدردی پیدا کرنا محال تھا جس سے ایک ایسی بڑی حکومت پاش پاش ہو سکتی۔

سینور مارکونی برقی لہروں سے مریخ میں خبر بھیجنا چاہتا ہے۔ کون جانے کہ اُسکے اشارے مریخ والے بھی سمجھیں گے یا نہیں۔ لیکن اگر برقی لہروں اور صداؤں سے ہزاروں میل کی فضا گونج اُٹھتی ہے تو ضرور ضرور ہمدردان حسین نے تیرہ صدیوں میں اپنے نالوں اور اپنی سینہ زنی سے ہر ذرہ کائنات کو ایک مظلوم کے ساتھ اپنی ہمدردی کا گواہ کر رکھا ہے۔ غم شاید غم ہی سمجھا جائے۔

مجھے اس کی فکر نہیں کہ پیشینگوئیوں اور اُن کی شرح کو کوئی قرین قیاس سمجھیگا یا نہیں۔ یا کہا جائیگا کہ یہ نثر کی پُر ذہانت شاعری ہے میں پیشینگوئیوں سے زیادہ مضبوط بنیاد پر کھڑا ہوں اور وہ مظلومیت حسین کی عالمگیر مقبولیت جسنے خدا کی چاند کو اپنا کر لیا۔ انسانی آنکھیں محرم کے چاند کی طرف اس یقین سے اُٹھتی ہیں کہ گویا اس میں حسین کا نام لکھا ہے۔ چاند تو انسان کے لئے ہے انسانی دماغ حافظہ کے قانون تخرجہ

اور تداخل کے باوجود سلطنتوں کے ظلم کے باوجود حسین کے نہ صرف نام کو نہیں بھولا بلکہ مشکل تر فرض یعنی اظہار غم کو بھی قائم رکھا۔

مگر فاضل اڈیٹر میں افسوس کے ساتھ اسکا قائل ہوں کہ ابتک اس غم کے قائم رکھنے کے لئے جو ممدوح کوششیں ہوئیں اُن میں بہت کم ایسی تھیں جو وہ احساس خصال حسینیہ بھی پیدا کرتی۔ ذاکرین حسین سے ایک جیش بن سکتا ہے لیکن یہ جیش ذیلی ہے۔ اسمیں چند بھی ایسے نہیں جو غرض حقیقی کے سپاہی ہوں۔ اور ایسے تو صدیوں میں پیدا ہوتے ہیں جنسے حسین ظاہر ہوں کبھی کبھی ضرور زمانہ دکھاتا ہے۔ مصعب ابن زبیر مرتے وقت حسین کی شان جنگ اور حالت پوچھتا ہے۔ وہ ملک دکھنی کا کوئی فوجی افسر یا تبریز کے ثقۃ الاسلام ہوں حیات کی آخری شب حسین کو یاد کرکے مہیائے قضا ہوتے ہیں۔ غالباً صانع کائنات یہ دکھاتا ہو کہ خصال حسینہ معدوم ہونے والی چیز نہیں۔ کیا اچھا ہوتا کہ ابتدا سے یہ علم ذی ہوش لوگوں کے ہاتھوں میں ہوتا اور اس ذکر کی قیمت اور اثر کو سمجھنے کی قابلیت رکھتے۔ کس کے پاس ایسا قوی اور قوم ساز ذریعہ ہے جیسا ہمدردان حسین کے پاس ہے۔ مگر یہ تو رزق اور نمائش کا ذریعہ بنالیا گیا ہے!

فاضل اڈیٹر آپ چاندرات کے دن اُس فخر شہدائے عالم کے متعلق مضمون لکھنے کی فرمائش کرتے ہیں جسکے متعلق اس حقیر نے بارہ سو صفحہ میں شہید اعظم لکھی کئی سو صفحہ کے مضامین لکھ چکا کئی سو صفحہ میں مشاہیر عالم کے واقعات لکھے کہ تقابل کی آسانی ہو۔ میں کیونکر اُس حسین کے متعلق اسقدر کم فرصتی میں کچھ لکھ سکتا ہوں جسنے اپنی خون سے اسلام کی لطافت کو قائم رکھا جو محیّ اسلام ہے جسکی محیر العقول صفات کا ظہور ایسے مشکل وقتوں میں ہوا جو دور کائنات میں اُسی کے لئے ہو (تفصیل کی گنجائش نہیں ہے) کون جانتا تھا کہ ایک بھوکے

پیاسے کا جما ہوا خون نہ صرف دین کے دائمی فخر کا باعث ہوگا۔ بلکہ خدا کا بزرگ نام اسکے یقین اور اسکی محبت کو اس طرح پائدار کردے گا کہ اسکے وجود اور اسکی قدرت کی ایک منفرد دلیل بنجائے۔ محرم کے چاند! تیری تعظیم اسلئے کہ تجھے حسین کے نام سے مشہور کیا ہے۔ شہید نینوا تیرے غلاموں کی تعظیم اے قتیل جفا تونے انسانی نفس کی عظمت کو پوری شکل میں دکھا دیا۔ اے ذبیحہ فرات کون ہے جو تجھ سے زیادہ اپنے دادا ابراہیم کے عزم اور اسمعیل کی تسلیم و رضا کا مکمل حقیقی کہا جاسکے۔ اس خاک کو میرا سلام جہاں حسین دفن ہو سکے وہ خاک خدائے بزرگ کے سجدہ کے لئے سب سے بہتر سجدہ گاہ ہے جس میں خدا کے ایسے بندہ کا خون ملا ہو سلام اللہ علی الحسین

تصانیف حضرت ریاض

شہید اعظم (حضرت امام حسین علیہ السلام کی سوانح عمری) حصہ اول اسمیں دکھایا گیا ہو کہ وہ کونسے اسباب تھے جو شہادت حسین پر منتہی ہوے۔ اسمیں ۶۰ھ تک کے وہ واقعات ہیں جنکا نشو ونما صفات حسین سے متعلق ہو۔ یہ کتاب تازہ ترین روش تحریر کے موافق اور کتب اسلامی میں ایک ممتاز اضافہ ہے قیمت ۱۲ علاوہ محصول

شہید اعظم حصہ دوم اسمیں حضرت امام حسین علیہ السلام کے یادگار عالم واقعات کا مختلف تواریخ سے اس طرح انتخاب کیا گیا ہے کہ اس کے پڑھنے کے بعد کسی اور کتاب کے پڑھنے کی ضرورت نہیں رہتی اسمیں یہ بحث دیکھنے کی ہے کہ حضرت کی روش نزاعی تھی یا دفاعی قیمت ۱۲

اسلام اور اسکے شارع مقدس کے بعض خصوصیات حصہ اول یہ ضرورت تبلیغ پر منفرد کتاب ہے جسمیں دکھایا گیا ہو کہ آنحضرت کی ذات اقدس۔ ان کے واقعات تعلیم اور قرآن مجید جس پایہ اعتبار پر قائم ہے ایسی تاریخی صحت دیگر شارعین اور ان کی کتب مقدسہ کو حاصل نہیں قیمت علاوہ محصول آٹھ آنہ ۸

ملنے کا پتہ سید ریاض علی صاحب ریاض چاہ مہان بنارس

واقعہ کربلا کی مطابقت قرآن و توریت سے

(از جناب سید محمد یوسف صاحب عابدی)

کلام رب العزت میں جس طرح تکمیل اخلاق کا سبق ترقی روحانیت کی تعلیم تزکیہ نفس کے ہدایات کثرت معانی و مطالب کی جامعیت اور فصحاے عالم کے سروں کو جھکا دینے والی فصاحت و بلاغت ہے اوسی طرح پیشین گوئیوں کا پورا ہونا حیرت انگیز ہے، اعجاز نما ہے۔ معیار صداقت ہے تصدیق رسالت ہے اور آزمائش کرنے والوں کے لئے اتمام حجت ہے۔

جبکہ روم والے جو اہل کتاب تھے مغلوب ہوئے اور آتش پرستان فارس نے غلبہ حاصل کر لیا تو مشرکین عرب نے اس واقعہ کو اپنے لئے فال نیک سمجھ کر زبان طعن دراز کی مسلمانوں کے قلوب شکستہ ہوے لسان وحی نے بشارت دی

غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِیْٓ اَدْنَی	مغلوب ہو گئے رومی زمین قریب میں اور وہ
الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْ بَعْدِ غَلَبِهِمْ	عنقریب چند سال میں پھر غالب ہوجائینگے
سَيَغْلِبُوْنَ فِیْ بِضْعِ سِنِیْنَ	قبل و بعد کی حکومت خدا ہی کے لئے ہے
لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدُ وَيَوْمَئِذٍ	اور اسدن اہل ایمان نصرت الٰہی سے مسرور
يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ بِنَصْرِ اللّٰهِ يَنْصُرُ	ہونگے اور خدا صاحب غیرت و رحمت ہے۔
مَنْ يَّشَآءُ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ	جسکو چاہتا ہے منصور کر دیتا ہے۔

یہ پیشین گوئی بضع سنین یعنی نو سال کے اندر پوری ہو کے رہی، اور اعجاز

بالات اعجاز یہ تھا کہ جسدن مومنین فتح بدر سے مسرور تھے اُسی دن غلبۂ روم کی بھی خبر موصول ہوکر یومئذٍ یفرح المؤمنون بنصر اللہ کی مصداق ہوگئی۔

اسی طرح فتح مکہ وغیرہ کے اخبار غیب بہت ہیں لیکن ایسی پیشین گوئی جو اپنے الفاظ کے لحاظ سے بھی عظیم ہے اور معانی کے اعتبار سے بھی اعظم ہے اور وہ صرف ایک ہے جسمیں خلوص طاعت ابراہیم اور اطمینان قلب اسمعیل کا تذکرہ کرکے یہ بتایا گیا ہی کہ ایسے ممتاز بندوں کے سر نذر خدا ہونے کے قابل ہوسکتے ہیں۔ لیکن مشیت نے اس قربانی کو ذبح عظیم کے ساتھ بدل دیا جس سے اور بھی مرتبہ بڑھ گیا ذبیح اللہ کا اسلئے کہ وہ قربانی ایک ناکمل شہادت تھی جو خلوص نیت کی جہت سے تبدیل ہوگئی اُس شہادت کاملہ کے ساتھ جو اپنے امتیازی خصوصیات اور شرائط نامہ قتل و جہاد کے اعتبار سے اسقدر افضل واکمل شہادت ہی کہ زبان قدرت نے مقام مدح میں لفظ عظیم سے اُسکی عظمت کو واضح فرمایا ہے۔

اس واقعہ کی مثال یہ ہے کہ ایک وزیر معتمد نے اظہار خلوص میں چاہا اپنا سر کاٹ کر نذر شاہنشاہ کردے۔ تلوار گردن تک پہونچ چکی تھی کہ سلطان نے آواز دی بس آپ محبت میں کامل ہیں اسوقت کی قربانی کو بعد میں مکمل طریقہ سے دیکھنا چاہتا ہوں۔ اس طرح کہ ہمارا دشمن جب فوج کشی کرے اُسوقت آپ کا فرزند نائب پدر بنکر مقابلہ کرے۔ اُسکا جہاد کرکے دشمن کے ہاتھ سے ذبح ہونا آپکے اِس گلا کاٹ لینے سے افضل ہے اُسکے جسم پر ہزاروں زخموں کا ہونا آپکے ایک زخم سے زیادہ ممتاز ہے اُسکا پیاسا شہید ہونا آپ کے سیراب مرنے سے زیادہ اجر رکھتا ہے اُسکا عالم غربت مین المہاجر فی سبیل اللہ بنکر جان دینا گھر کی موت سے زیادہ وقیع ہے۔

اُس کا بے دفن و کفن رہجانا آپ کی تجہیز و تکفین سے زیادہ اندوہناک ہے۔ اُسکے سر کا نیزہ پر تشہیر ہونا منزل نشینان لحد سے زیادہ رفیع المنزلت ہے۔ اُسکے ناموس عصمت کی اسیری اور دربدری پردگیان حرم کی محل نشینی سے زیادہ موجب ازدیاد عزت ذریعہ پردہ پوشی اُمت اور وسیلہ نجات اہل معصیت ہے۔

ان جملہ مصائب کو اُٹھائے گا فرزند لیکن اجر آپ کو بھی ملیگا اور اسوقت کے گلا کاٹنے سے زیادہ ملیگا۔ اسلئے کہ وہ آپ کا قائم مقام بنکر جملہ شرائط کی سرفروشی کو باحسن وجوہ انجام دے گا۔

وزیر فرمان شاہی سنکر تلوار کو گلا کاٹنے سے روک لیتا ہے۔ اور اپنے فرزند کی پیش آنے والی مصیبت کو یاد کر کے رو رہا ہے اور سمعًا و طاعةً عرض کر کے خاموش ہو جاتا ہے۔

یہ مثال جناب خلیل اللہ کے حالات سے منطبق ہے سورہ صافات میں اس کا تذکرہ ہے۔

فَبَشَّرْنَاهُ بِغُلَامٍ حَلِيمٍ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يَا بُنَيَّ إِنِّي أَرَىٰ فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرَىٰ ۚ قَالَ يَا أَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۖ سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّابِرِينَ ۝

بشارت دی ہم نے ابراہیم کو ایک فرزند سلیم الطبع کی جب وہ مقام سعی مین پہونچا تو اُس سے کہا کہ اے فرزند میں خواب مین تجھ کو ذبح کرتا ہوا دیکھتا ہوں۔ پس نظر کر کیا تیری رائے ہے۔ عرض کیا پدر محترم جو حکم دیا گیا ہے بجا لائیے۔ انشاء اللہ عنقریب آپ مجھ کو صابرین سے پائیں گے

فَلَمَّا اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ ۝ وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يَّا اِبْرٰهِيْمُ ۝ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ۝ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ وَبٰرَكْنَا عَلَيْهِ وَعَلٰٓى اِسْحٰقَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِمَا مُحْسِنٌ وَّظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ مُبِيْنٌ ۝

جب دونوں نے حکم خدا کو تسلیم کر لیا۔ اور پیشانی کے بھل اُس کو لٹا دیا۔ اور ہم نے آواز دی اے ابراہیم ضرور تو نے اپنے خواب کو سچ کر دکھایا۔ اسی طرح ہم جزا دیتے ہیں احسان کرنے والوں کو یہ امر ایک ظاہر بظاہر آزمائش ہے اور بدل دیا ہم نے اُس کو ساتھ ذبح عظیم کے اور چھوڑ رکھا ہم نے اُسپر آخر والون میں سے کسی کو سلام ہے اوپر ابراہیم کے اسی طرح ہم جزا دیتے ہیں محسنین کو۔ ضرور وہ اہل ایمان سے تھا اور بشارت دی ہم نے اُس کو ساتھ اسحٰق کے جو ایک نبی تھا صالحین سے اور برکت دی ہم نے اُسکو اور اسحٰق کو اور اُن دونوں کی اولاد سے نیکی کرنے والے بھی ہیں اور ظاہر بظاہر اپنے نفس پر ظلم کرنے والے بھی ہیں۔

آیات مرقومہ میں چند مقامات قابل لحاظ ہیں اولاً یہ کہ تذکرۂ ابراہیم کو آخر والون میں باقی رکھا۔ دوسرے یہ کہ وترکنا علیہ فی الاخرین اسکے دو مطلب ہیں۔ چھوڑ رکھا ہم نے اُسکے لئے یعنی ذبح عظیم کے لئے آخر والون مین سے کسی کو ثابت ہو گیا کہ دنبہ کافی بدل نہیں ہوا بلکہ آخر مین کسی کے لئے یہ اہتمام قربانی اٹھا رکھی گئی تھی جسکو بیچ میں آخر الزمان کے فرزند نے بدرجہ اکمل تمام کو پہونچا کر

حسین منی وانا من الحسین کا راز سربستہ منکشف فرمایا۔ اسلئے کہ انا من الحسین کے اور کیا معنے ہو سکتے ہیں بجز اسکے کہ امام حسین علیہ السلام نے اپنی گردن پر اوس قربانی کو اٹھا لیا۔ اور حضرت اسمعیل کے بچ جانے سے رسول اللہ کا وجود مبارک ظہور میں آیا۔

دوسرے یہ کہ وبشرناہ باسحق نبیا من الصالحین۔ بشارت دی ہمنے اُسکو ساتھ اسحق کے جو ایک نبی تھا صالحین سے۔

سلسلۂ عبارت سے واضح ہوا کہ پہلی بشارت فبشرناہ بغلام حلیم سے ظاہر بظاہر مقصود جناب اسمعیل ہیں اور وہی ملقب بہ ذبیح اللہ ہیں۔ جناب اسحق کو یہود و نصارے کا ذبیح کہنا سراسر غلط ہے

تیسرے یہ کہ ومن ذریتھما محسن وظالم لنفسہ مبین اور اُن دونوں کی اولادوں میں نیکوکار اور بدکار بھی ہیں۔ یہ آیت مفسر ہے اُس کلام کی جہاں حضرت ابراہیم سے خطاب کیا گیا ہے :۔

انی جاعلک للناس اماما۔	میں آپ کو گروہ مردم کا امام بناتا ہوں
قال ومن ذریتی۔ قال لاینال	عرض کیا اور میری اولاد سے بھی ہونگے
عھدی الظالمین	ارشاد ہوا ظالمین کو میرا عہدہ نہیں پہونچ سکتا۔

چونکہ نیک و بد دونوں پیدا ہونے والے تھے اسلئے آیت نے معیار امامت بتادیا کہ ظالمین کو امام نہ سمجھنا اور محسنین میں امامت کو ڈھونڈھ لینا۔

چوتھے یہ کہ وَفَدَیْنَاہُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ اور بدل دیا ہمنے اوسکو ساتھ ذبح عظیم کے

وہ ذبح حضرت اسمٰعیل سے زیادہ عظیم المرتبت ہے۔ اِسلئے کہ نہایت کمتر ایسی نظیریں ہیں جنکے متعلق زبان قدرت نے لفظ عظیم مستعمل فرمایا ہے حضرت سلیمان کا وہ ملک جو تمام شرق وغرب عالم کرہ ہوا اور ساکنین ارض وسما پر محیط تھا۔ لسانِ وحی نے اُسکو "ملکاً کبیراً" کہا ہے ملکاً عظیماً نہیں فرمایا۔ خود جناب اسمٰعیل کی قربانی کو عظیم نہیں کہا۔ لہذا واضح ہوا کہ ذبح عظیم کوئی ایسا خاص مہتم بالشان واقعہ ہے جو خالق اُسکے نزدیک بھی عظیم ہے اور مخلوقات عالم کی نظر میں بھی اعظم ہے۔

تاریخ شاہد ہے۔ اخبار سماوی مظہر ہیں آسمانی کتابیں مخبر ہیں زبان رسول نے اعلان فرمایا ہے۔ آیات قرآنی مصدق ہیں کہ بلحاظ عظمت و مرتبت کے اور باعتبار عظم مصائب کے کربلا میں فرزند رسول کی قربانی ذبح عظیم کی مصداق صحیح ہے۔

جلالت قدر شہید اور شہادت نائرہ کاملہ کے نمایاں آثار مقبولیت یہ ہیں کہ اسلام کی ہری بھری کھیتی جو یزید کے ہاتھوں پامال ہو چکی تھی اُسکو ذبح عظیم نے اپنے خون سے سینچکر ہمیشہ کیلئے سرسبز کر دیا۔ اسلام اور اہل اسلام دونو آپکے منت کش ہیں۔ خواجہ معین الدین چشتی اجمیری فرماتے ہیں ؎

"سر داد و نداد دست در دست یزید
حقا کہ بنائے لا الٰہ ہست حسین

ایک انسانی ہستی کے مصیبتوں کے عظیم پہاڑوں کو اپنے سر پر اُٹھاکر اسقدر ثبات قدم کے ساتھ راہ خدا کا مرحلہ طے فرمایا کہ زبانِ قدرت آفرین کرتی ہے سورۂ والضحیٰ میں جسکا نام سورہ حسین بھی ہے لسان وحی نے ذبیح کربلا کو نفس مطمئنہ کا خطاب دیا ہے۔ جو فی الحقیقت تنہا خطاب نہیں بلکہ ایک ایسا تاجِ عزت ہے

خلعت کرامت ہے، مرقع ثبات و استقامت ہے اور ایسا قصیدہ مدحت ہے جو ہزار دفتر محامد سے زیادہ باقعت ہے بس یہی اعجاز قرآنی ہے کہ اُسکا ایک لفظ ہزار الفاظ سے زیادہ معنویت اور جامعیت رکھتا ہے جس طرح نفس مطمئنہ کا خطاب مرقع صبر ہے اسی طرح ذبح عظیم کا خطاب مرجع شہادت ہے جسکے دامن میں ایسے اعظم ترین مصائب وابتلا رکا جلوہ نظر آ رہا ہے جسکا تصور کر کے انبیا علیہم السلام روئے ہیں۔ حضرت موسیٰ نے دو ہزار دو سو برس قبل از واقعہ کربلا اپنی قوم کو خبر غم سے مطلع کر کے عاشورہ کو مجلس کرنے کا حکم دیا ہے اور ہمیشہ کے لئے صف ماتم بچھانے کی تاکید فرمائی ہے۔ حاضر و مسافر دونوں پر قانون عزا کی پابندی واجب کی گئی ہے اور جو شخص کہ عاشورہ کو غم نہ کرے اُسکو اپنی جماعت سے خارج کر دینے کا اعلان سُنا دیا گیا ہے۔

توریت کے مختلف حصّوں میں مجلس عزا کا تذکرہ ہے کتاب گنتی باب نمبر ۲۹ آیت نمبر ۷ "اے بنی اسرائیل تم سب ساتویں مہینہ کے عاشورہ کو ایک مقدس مجلس کرو اور اپنی روحوں کو غمزدہ بنا دو"

کتاب احبار باب نمبر ۱۶ آیت نمبر ۲۹ "یہ تمھارے لئے ابدی قانون ہوگا ساتویں مہینہ کے عاشورہ کو خود کو غمزدہ بنا دو اور بالکل کام نہ کرو خواہ کوئی دیس میں ہو یا پردیس میں"

کتاب احبار باب نمبر ۲۹ آیت نمبر ۲۹ "جو روح اُسدن غمزدہ نہ ہوگی وہ اپنی جماعت سے کٹ جائے گی

آیت نمبر ۳۰ "جو انسان سوائے غم کے اور کام کریگا اُسکو میں قوم سے فنا کر دوں گا

آیات مذکورہ توریت کی یہ عبارت کہ ساتویں مہینہ کے عاشورہ کو ایک مقدس مجلس کرو ایسا راز سربستہ تھا جسکا انکشاف محرم ۶۱ھ کی دسویں کو ہوا۔

یہودیوں میں ساتویں مہینہ کا نام ماہ تشرین جبکہ آفتاب برج میزان میں ہوتا ہے جسطرح شمسی و قمری مہینوں کی تاریخیں مطابق ہوتی رہتی ہیں اسیطرح موسوی اور اسلامی تاریخیں بھی مطابق ہو جاتی ہیں چنانچہ تاریخ ابن عربی مطبوعہ مصر سے واضح ہے کہ یکم محرم ۶۱ھ ہجری مطابق ہے یکم تشرین ۶۸۰ء سے جیسا کہ یعقوبی نے بھی اپنی تاریخ میں لکھتا ہے وکان من شھور العجم فی تشرین الاول وکان الخوارزمی کانت الشمس یومئذٍ فی المیزان سبع عشر درجۃ وعشرین دقیقۃ والقمر من الدلو عشرین درجۃ

یعنی یکم محرم ۶۱ھ کو ماہ تشرین کی بھی پہلی تاریخ تھی بعض عجمی شہروں میں اُسدن آفتاب برج میزان میں ساڑھے سترہ درجے پر اور چاند برج دلو کی بیسویں منزل پر تھا۔

غرضکہ محرم ۶۱ھ ہجری سے ماہ تشرین کی تاریخیں توام ہوگئیں تھیں۔ ہزاروں برس کا پردہ راز اُٹھ گیا تھا۔ تاکہ اہل عالم بچشم ظاہر دیکھ کر سمجھ لیں۔ کہ تشرین کا یوم غم اور عاشورہ محرم ایک ساتھ جمع ہو کر یہ اعلان کر رہا ہے کہ اسی دن کی یادگار کو دو ہزار دو سو برس پہلے جناب موسیٰ قائم کر گئے ہیں۔

ہر دو مذہب کی تاریخوں نے ایک ہو کر یہ سبق تعلیم کیا کہ واقعہ غم اور سبب ماتم ایک ہے جسکی دو جگہ مجلس عزا قائم ہے۔ بنی اسرائیل میں حضرت موسیٰ مرثیہ گو ہیں اور بنی اسمٰعیل میں جناب خاتم النبیین حدیث خوان ہیں۔

مناجات کنندہ طور اپنی قوم کو جمع کر کے ہدایت کرتا ہے کہ عاشورہ کو ایک مقدس مجلس عزا کیا کرو خواہ دیس میں ہو یا پردیس میں اور جناب رسالتمآب اپنے ذبیح عظیم کے

غم میں صف عزا بچھانے والے کے لئے دعائے خیر فرماتے ہوئے جنت کی ضمانت کرتے ہیں۔

کلیم اللہ کی آواز ہے جو عاشورا کو شریک غم نہیں وہ ہماری جماعت سے خارج ہے اور رسول رحمت کا اعلان ہے جسنے ہمارے اہلبیت کا حق محبت ادا نہیں کیا میں اسکا رسول نہیں۔

لَا اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبٰی ۝ میں امت سے اجر رسالت نہیں چاہتا لیکن یہ کہ اہلبیت رسالت سے محبت رکھیں۔

والسلام علی من اتبع الهدیٰ

انتقاد

اسلام اور اسکے شارع مقدس کے بعض خصوصیات حصۂ اول۔ یہ کتاب سید ریاض علی صاحب ریاض مولف الکرار و شہید اعظم کی تصنیف ہے مصنف اپنی بیش بہا تصانیف سے ملک میں روشناس ہیں قابل مصنف نے اس رسالہ میں دکھایا ہے کہ حضرت ختمی مآب کی ذات مبارک ان کے واقعات تعلیم اور قرآن مجید جس پایۂ اعتبار پر قائم ہے ایسی تاریخی صحت دیگر شارعین اور اُن کے کتب مقدسہ کو حاصل نہیں مصنف کو ان مباحث کے لکھنے کا خاص سلیقہ ہے اس موضوع کا حق تقابل مذاہب کے ساتھ نہایت خوبی سے ادا کیا ہے اور یقیناً یہ کتاب مبلغین و واعظین اور تمام فرقۂ مسلمین کے لئے نہایت ضروری اور مفید ہے قیمت ۸ ر

ملنے کا پتہ سید ریاض علی صاحب ریاض چاہ مہمان بنارس

وظائف المومنین اس کتاب میں تمام اعمال و احکام و ادعیہ ضروری درج ہیں جسکے بعد کسی دوسری کتاب کی ضرورت نہیں رہتی مومنین کے پاس اسکا ہونا ضروری ہے کتاب کی توثیق مجتہدین کرام نے کی ہے

قیمت کاغذ بادامی ۶ عہ کاغذ سفید ۸ عہ مجلد ۹ محصول ڈاک ذمہ خریدار

ملنے کا پتہ الواعظ پریس مدرسۃ الواعظین لکھنؤ

ائمہ طاہرینؑ کے کمالاتِ علمیہ و کراماتِ حسیہ

(از جناب سید محمد علی صاحب دہلوی)

افسوس ہوتا ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ ائمہ اہلبیت علیہم السلام کی عزازت علم و حکمت حُسن سیرت کے مشاہدہ سے اغیار اعزاز و احترام کرتے تھے لیکن مدعیان اسلام اعزاز و احترام کا کیا ذکر بلاوجہ اُن نفوس مقدسہ پر سخت سے سخت مظالم کرتے تھے۔

ایک شامی عیسائی اور حضرت امام محمد باقر علیہ السلام (کتاب الروضہ)

قال اخرج هشام بن عبد الملك اباجعفر من المدينة الى الشام فانزله معه وكان يقعد مع الناس في مجالسهم فبينا هو قاعد وعنده جماعة من الناس يسئلونه اذا نظر الى النصارى يدخلون في جبل هناك فقال ما لهؤلاء الهم عيد؟ فقالوا لا يا ابن رسول الله ولكنهم ياتون عالما لهم في هذا الجبل في كل سنة

روایت میں وارد ہے کہ جب ہشام بن عبدالملک نے حضرت امام محمد باقرؑ کو مدینہ سے شام کی طرف نکالا تو آنحضرت کو اپنے ساتھ ٹھہرایا۔ امامؑ لوگوں کے ہمراہ اُن کے جلسوں میں بیٹھے تھے ایک دن آپ بیٹھے ہوئے تھے اور لوگوں کی ایک جماعت سوالات کر رہی تھی۔ کہ امامؑ کی نظر اُن عیسائیوں پر پڑی جو اُسی مقام کے متصل پہاڑ میں داخل ہو رہے تھے۔

امامؑ: بعض آج کیا درپیش آیا ہے (یہ کیوں گروہ گروہ جا رہے ہیں) کیا اِن کے یہاں کوئی عید ہے؟

حاضرین: نہیں تو اے فرزند رسول۔ بلکہ یہ لوگ ہر سال آج ہی کے دن اپنے ایک عالم کے پاس

فی هذا الیوم - فیخرجون
فیسئلونه عما یریدون وعما
یکون فی عامهم
فقال ابوجعفر ع - وله
علم؟
فقالوا - هو من اعلم الناس قد
ادرك اصحاب الحواريين من اصحاب عیسی
قال - فنذهب الیه - قالوا ذاك الیك یا
رسول الله - ق - فقنع ابوجعفر ع راسه بثوبه
ومضی هو واصحابه فاختلطوا بالناس حتی
اتوا الجبل
فقعد ابوجعفر وسط النصاری
هو واصحابه واخرج النصاری
بساطا ثم وضعوا الوسائد ثم دخلوا
فاخرجوه ثم ربطوا عینیه فقلب
عینیه کانهما عینا افعی ثم قصد
الی ابی جعفر فقال یا شیخ
امنا انت ام من الامة
المرحومة
فقال ابوجعفر ع بل من

جو اسی پہاڑ میں ہے جایا کرتے ہیں اور اُسکو
وہاں سے باہر نکالکر جو باتیں پوچھنا چاہتے ہیں وہ
پوچھتے ہیں اور سال آیندہ کے متعلق بھی!
امام محمد باقرؑ (حاضرین سے مخاطب ہوکر) کیا اُسکو
کچھ علم ہے -؟
حاضرین "یہ ان سب میں زیادہ اعلم ہے اسنے تو
حواریین جناب عیسےٰ سے بھی ملاقات کی ہے"
امام "ہم بھی اسکے پاس چلینگے"
حاضرین "جیسی حضور کی رائے ہو"
راوی کہتا ہے کہ امام نے اپنا سر اقدس کسی
کپڑے سے ڈھانپ لیا اور خود حضرت مع اصحاب
ادھر چلے - اور جانیوالوں (نصاریٰ) سے مل جل گئے
تا اینکہ پہاڑ کے قریب پہونچے امام اور آپکے ساتھی عیسائیوں کے بیچ
میں بیٹھ گئے اُدھر نصاریٰ نے ایک شطرنجی نکالی اور اسپر مسندیں بچھائیں
پھر پہاڑ کی کھوہ میں اُس "عالم" کو نکالکر لائے اس کی
آنکھوں کو (پٹی سے) باندھ دیا - اُسنے جسوقت
اُن کو اُلٹا ہے تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ افعی کی دو
آنکھیں ہیں - پھر وہ حضرت ابی جعفر کی طرف متوجہ
ہوا اور بولا اے بزرگوار! آپ ہم میں سے ہیں

الامۃ المرحومۃ
فقم - افمن علمائهم انت
ام من جهالهم -
فقم - لست من جهالهم فقال
النصرانی اسئلك ان تسئلنی
فقال ابو جعفر - سئلنی
فقال النصرانی یا معشر النصاری
رجل من امۃ محمد یقول
سلنی ان هذا الملی بالمسائل
ثم قال - یا عبد الله اخبرنی
عن ساعۃ ما هی من اللیل
ولا من النهار ای ساعۃ هی ؟
فقال ع ما بین طلوع
الفجر الی طلوع الشمس
فقال النصرانی - واذا لم تکن
من ساعات اللیل ولا من
ساعات النهار فمن ای
الساعات هی ؟
فقال - من ساعات الجنۃ وفیه یفیق مرضانا

(یعنی عیسائی ہیں) یا اُمتِ مرحومہ (مسلمانوں) سے
امام " میں اُمتِ مرحومہ سے ہوں "
پادری " کیا آپ اُمت مرحومہ کے علماء میں
سے ہیں " ؟ یا اُن کے جاہلوں میں سے ؟
امام " میں (بحمد اللہ) اُن کے جاہلوں سے تو نہیں ہوں
پادری " آپ مجھ سے سوال کرینگے یا میں سوال کروں
امام " تو ہی پوچھ لے "
پادری " اے عیسائیو! امت محمدیہ کا ایک آدمی
(مجھ سے یہ) کہتا ہے کہ تو پوچھ لے - یقیناً یہ شخص
مسائل سے ضرور لبریز ہے -
پادری " تو اچھا اے بندۂ خدا مجھے بتا ایک ایسی
ساعت کہ نہ وہ رات سے تعلق رکھتی ہو نہ دن سے
تو وہ کونسی ساعت ہے -
امام " وہ طلوع فجر سے طلوع آفتاب تک کا
وقت ہے -
پادری - جب یہ رات سے تعلق ہے نہ دن سے تو
پھر یہ کونسی ساعت ہے ؟
امام " یہ بہشتی ساعت کے نام سے موسوم ہے
اسی ساعت میں ہمارے بیماروں کو افاقہ ہوتا ہے -

عربی	اردو
فقر النصرانی فاسئلك ام تسئلنی۔	پادری"۔ (دوبارہ عرض کرتا ہے) کیا میں ہی سوال کروں یا آپ سوال کرینگے
فقر ع سلنی	امام"۔ تم ہی سوال کرو
فقر۔ یامعشر النصاری ان ھذا لملی بالمسائل اخبرنی اھل الجنۃ کیف صاروا یاکلون ولا یتغوطون اعطنی مثلھم فی الدنیا	پادری پھر اپنے گروہ سے مخاطب ہوا اور بولا یقیناً یہ (بزرگوار) مسائل سے بھرا ہوا ہے پادری"۔ اچھا فرمایئے بہشتی لوگ طعام بہشت تو تناول کرینگے مگر آپ حضرات کے عقیدہ کے مطابق بول و براز نہ کرینگے۔ ان کی مثال دنیوی دیجیے
فقر ھذا الجنین فی بطن امہ یاکل ما تاکل امہ ولا یتغوط	امام"۔ دیکھ پیٹ کا بچہ وہی غذا کھاتا ہے جو اسکی ماں کھاتی ہے مگر بول و براز نہیں کرتا"۔
فقر الم تقل ما انا من علمائھم	پادری" کیا آپ نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ میں اُمت مرحومہ کے علماء میں سے نہیں ہوں۔
فقر انما قلت لك ما انا من جھالھم	امام"۔ میں نے تو یہ کہا تھا کہ میں اُن کے جہلاء سے نہیں ہوں۔
فقر۔ فاسئلك ام تسئلنی	پادری" تو اب آپ سوال کرینگے یا میں"؟
فقر ع سلنی	امام"۔ تو ہی پوچھ لے۔
فقر یامعشر النصاری واللہ لاسئلنہ عن مسئلۃ یرتطم فیھا کما یرتطم الحمار فی الوحل۔	پادری"۔ اے گروہ نصاری خدا کی قسم (ابکی مرتبہ) میں انسے ایسا سوال کرونگا کہ بجائے جواب دینے کے یہ ایسا ایسا دھنس جائینگے جس طرح گدھا دلدل میں دھنس جاتا ہے

اردو	عربی
”سچ ہے المرء یقیس علیٰ نفسہ	فقال ع لہ سل ۔
امام“۔ پوچھ لے“	نقر۔ اخبرنی عن رجل دنی
پادری فرمائیے وہ کونسا آدمی ہے جو ایک عورت	من امرأتہ فحملت باثنین
سے مباشر ہوا اور عورت نے ایک ہی ساعت	حملتھا جمیعا فی ساعۃ واحدۃ
میں دو نطفے رحم میں اس سے حاصل کیے جن دونوں	وولدتھما فی ساعۃ واحدۃ و
کی ولادت بھی اسی طرح وفات بھی ایک ہی ساعت	ماتا فی ساعۃ واحدۃ ثم دفنا
میں واقع ہوئی اور دونوں ایک ہی قبر میں مدفون	فی قبر واحدۃ عاش احدھما
ہوئے ایک کی عمر ڈیڑھ سو سال تو دوسرے کی	خمسین ومائۃ سنۃ۔ وعاش
پچاس سال تھی۔ یہ دونوں کون تھے؟	الآخر خمسین سنۃ من ھما۔
امام“ یہ عزیر اور اسکا بھائی عزرہ تھا جنکی ماں	نقر ع ھما عزیر وعزرۃ کان حملت
اسیطرح دونوں سے حاملہ ہوئی تھی جیسا تونے بیان	امھما بھما علی ما وصفت ووضعتھما
کیا اور اسی طرح اسنے انھیں جنا جسطرح تونے کہا۔	علی ما وصفت وعاش عزیر
اور عزیر و عزرہ اتنے اتنے سال زندہ رہے پھر	وعزرۃ کذا وکذا سنۃ ثم اماتہ اللہ
جناب باری نے عزیر کو سو سال تک مردہ رکھا۔ پھر دوبارہ انہیں	تبارک وتعالیٰ عزیرا مائۃ سنۃ ثم بعث
زندہ کیا تو وہ بھائی کے ساتھ پچاس سال زندہ رہے اب	فعاش مع عزرۃ ھذہ الخمسین سنۃ
دونوں ایک ہی ساعت میں مر گئے۔	وماتا کلاھما فی ساعۃ واحدۃ
پادری“۔ اے گروہ نصاریٰ میں نے تو اس بزرگوار سے بڑھکر	فقال یا معشر النصاریٰ ما رأیت قط اعلم الناس
کبھی ایسا عالم نہیں دیکھا (آئندہ تم مجھ سے ایک بات بھی نہ	من ھذا الرجل لا تسئلونی عن حرف و
پوچھنا جبتک یہ شام میں موجود ہوں (تو مجھے (اپنے مقام پر)	ھذا بالشام ردونی ثم ردوہ الی کھفہ
	ورجع النصاریٰ مع ابی جعفر ع ۔

واپس کرو۔ راوی کہتا ہے کہ نصاریٰ نے اپنے پادری کو اسکی کھوہ میں واپس کر دیا اور تمام جماعت حضرت امام محمد باقر ع کے ساتھ واپس ہوئی +

سلسلہ طبقات العلماء

"سوانح علماء کا سلسلہ حضرت غفرانمآب سے شروع ہوا ارادہ تو یہی تھا کہ مسلسل حالات اسی خاندان کے لکھے جائیں مگر بعض حضرات کے تحقیق حالات میں کبھی تاخیر ہو جاتی ہے۔ اسلئے سلسلہ کا قائم رکھنا کچھ ضروری نہیں سمجھا گیا۔ اختتام کے بعد سلسلہ سے یہ تذکرہ کتابی صورت میں شایع کیا جائیگا۔

اس نمبر میں دور حاضرہ کے اُس بزرگ کے حالات درج کیے جاتے ہیں جس نے حال ہی میں خاکدان ہستی کو چھوڑا۔ ایسی ذاتیں لکھنو میں یادگار اسلاف تھیں اب بھی صحبت شب کی یہ چند جھلملاتی ہوئی شمعیں اس نئی روشنی میں غنیمت ہیں جسمیں روشنی تو تیز ہو رہی ہے مگر نور فنا ہو رہا ہے"۔

حجۃ مولانا السید ابو الحسن ابن السید نقی شاہ الرضوی الکشمیری

۲۷ رجب صبح صادق کے وقت ۱۲۶۶ھ ہجری میں آپکی ولادت لکھنو میں ہوئی آپ کے والد کی اولاد زندہ نہیں رہتی تھی اسلئے نذر کی تھی کہ جب لڑکا ہوگا تو کربلائے معلیٰ لیجائینگے چنانچہ آپکی ولادت کے بعد والدین آپکو کربلاے معلےٰ لیگئے وہیں آپ مختون بھی ہوے چند سال قیام کے بعد لکھنو واپس آئے وہ زمانہ آخری سلطنت واجد علیشاہ کا تھا۔ چند روز کے بعد انتزاع سلطنت ہو گیا بعد غدر ۱۸۵۷ء کے پھر اپنے والد کے ہمراہ زیارت عتبات کو روانہ ہوے اور وہیں تحصیل علم کا سلسلہ شروع ہوا۔ حجۃ الاسلام مرزا علی نقی طباطبائی کے درس مین شریک رہے چند سال تک قیام رہا۔ نواب منور الدولہ وزیر اعظم کی بیٹی ولایتی بیگم صاحبہ جو زیارت کو گئی ہوئی تھیں واپسی کے وقت آپکے والدین کو لکھنو لیتی آئیں یہان پہونچکر کتب منقولات آپنے مولوی محمد نعیم صاحب فرنگی محلی سے پڑھا اور اسی زمانہ میں شناۃ بالتکریر تک صدرا کا حاشیہ لکھا اسکے بعد تکمیل معقولات جناب

مولانا سید حسین صاحب اعلی اللہ مقامہ سے کی بعض کتب ادبیہ استاذ الکل علامہ مفتی سید محمد عباس صاحب سے پڑھے عبارات عربیہ پر ایک عرصہ تک اصلاح بھی لی ایک دن جناب مفتی صاحب مرحوم نے اِن کو اور میر سجاد علی صاحب مرحوم کو جو اُنکے ہمدرس تھے متنبی کا یہ شعر دیا کہ اسکی شرح لکھکر دکھاؤ۔

مزہتدی فے الفعل مالا ہتدی　　فی القول حتی یفعل الشعراء

آپکی شرح کو علامہ مرحوم نے نہایت پسند کیا۔ شریعۃ غرا کے زمانہ تصنیف میں آپ اُسکا مقابلہ بھی کیا کرتے تھے کتب فقہیہ استدلالیہ و کتب اصول فقہ آپنے تاج العلما جناب مولانا سید سید علی محمد صاحب قبلہ سے پڑہی مولوی سید کلب باقر صاحب قبلہ آپکے ہمدرس تھے۔ بعد فراغت جناب تاج العلما نے آپ کو اجازہ بھی دیا۔

تاہل کے ایک سال بعد آپنے اپنے والد کے ہمراہ حج بیت اللہ کیا بعد فراغ حج مکہ سے مدینہ منورہ آئے اور وہاں ارباب علم سے مختبرانہ ملاقات کی

آپکے تلامذہ بکثرت ہیں بعض کے اسما حسب ذیل ہیں:-

(۱) جناب مولوی سید محمد حسین صاحب قبلہ محدث (۲) جناب مولوی سید حامد حسین صاحب عرف سید صاحب (۳) مولوی چھبن صاحب (۴) مولوی محمد تقی صاحب مدرس سلطان المدارس (۵) حکیم مظفر حسین صاحب (۶) سید باقر صاحب کشمیری (۷) سید محمد وزیر صاحب مرحوم (۸) سید محمد یوسف صاحب کاظمی (۹) نواب فتح علیخان صاحب ور اُن کے والد نواب شار علیخان صاحب۔ میں نے بھی جناب ممدوح سے عرصہ تک پڑھا ہے شرایع الاسلام زبدۃ الاصول ورشرح لمعہ کا باب الطہارت

آپکی تصنیفات سے مختصر و مطول ۴۲ کتابیں ہیں مثلاً (۱) اسعاف المامول شرح زبدۃ الاصول (۲) سواء السبیل شرح زاد قلیل (۳) حل المغلقات شرح سبع معلقات (۴) احسن المواعظ ۲ جلد (۵) اثبات النبوۃ (۶) اثبات معاد جسمانی (۷) رسالہ در رد تناسخ (۸) رسالہ در مسئلہ عقد ام کلثوم

(۹) رسالہ حجج قاطعہ (۱۰) دق الخیشوم وغیرہ

آپنے اپنے اکثر مصنفات علماے عراق کیخدمت میں بھجوائے اُنمیں سے بعض نے آپکو اجازات بھی دیئے مثل مرزا محمد حسن شہرستانی ۔ شیخ حسین مازندرانی ۔ آقا غلام حسین ۔

مولوی صاحب تہجد گزار نیک باطن نیک طینت اور طبیعت کے صاف تھے جو بات ہوتی تھی صاف کہدیتے تھے یہ اون کی طبیعت کا خاص جوہر تھا ۔

پیرانہ سالی کیوجہ سے اکثر امراض میں مبتلا رہتے تھے آنکھوں میں نزول آب کی شکایت تھی مزاج میں احتیاط بہت تھی اکثر فاقے کیا کرتے تھے جسکے سبب سے ضعف روز بروز بڑھتا جاتا تھا آخر ۱۵ ذی القعدہ ۱۳۲۲ھ شب جمعہ انتقال کیا اور امام باڑہ غفرانمآب میں مسجد کے سامنے دفن ہوئے رحمۃ اللہ مجالس تعزیت میں اکثر شعرا کی تاریخیں اور مرثیے پڑھے گئے ۔

میں نے بھی ایک طولانی مرثیہ نظم کیا تھا جسکے صرف چند بند یہاں درج کئے جاتے ہیں :۔

آہ نقیہ مؤتمن　　عالم اوحد الزمن　　خاصۂ رب ذوالمنن　　مہر سپہر علم و فن

سید ما ابوالحسن　　شد ز خرابۂ کہن　　کرد جوار حق وطن　　رست ز کلفت و محن

خاتم شرع حلقہ زن نوحہ اوگین فتاد　　آہ برفت ابوالحسن رکن حریم دین فتاد

قبلۂ من مراد من　　سرور و اوستاد من　　سید خوش نہاد من　　کوکب بامداد من

دم زدہ از وداد من　　خامۂ پر سواد من　　خونشدہ چون فواد من　　جوش زند مداد من

خاتم شرع حلقہ زن نوحہ اوگین فتاد　　آہ برفت ابوالحسن رکن حریم دین فتاد

رخت بہ بست از جہاں　　عازم گلشن جنان　　آہ ز گردش زمان　　گنج علوم شد نہان

یا بزمین شد آسمان　　خاک لحد بہ دوستان　　داد ز عبرت ارمغان　　چشم عزیز خونفشان

خاتم شرع حلقہ زن نوحہ اوگین فتاد　　آہ برفت ابوالحسن رکن حریم دین فتاد

۱۳۲۲ھ

رپورٹ

ذیل میں ہم جناب مولانا مولوی سید علی صاحب واعظ کی اوس رپورٹ کو درج کرتے ہیں جو
ممدوح نے لینڈی سے روانہ کی ہے مولوی صاحب جسقدر کوشش مدرسہ کیواسطے کر رہے ہیں اور جسقدر زحمتین
برداشت کر رہے ہین اُسکا مختصر حال اس رپورٹ سے ظاہر ہوگا :۔

جناب عالی دامت برکاتہم

گذارش یہ ہے کہ میں ۹ جون ۱۹۲۴ء روز دوشنبہ زنجبار پہونچا اور ۱۷ جون ۱۹۲۴ء تک زنجبار میں مقیم رہا اگرچہ
طوفان جھیل کر آیا تھا مگر اسی شب سے مجالس وعظ شروع ہوے مدرسہ کے کاموں کی طرف ہر مجلس میں متوجہ کرتا رہا اور یہ بھی
تحریک کی کہ شادی و غیرہ کے مواقع پر آپ مدرسہ کو دلسے نہ بھلائیں چنانچہ میری عدم موجودگی میں جناب حاجی محمد جعفر صاحب و
حاجی حسین شریف دیوجی جمال نے مبلغ دوسو روپیہ دیتقریبوں سے وصول کئے یہ دونوں بزرگ دلی ہمدرد ہیں خداوند عالم
ان کو بہترین جزا دے ایک شخص نے نذر جناب عباس کی مبلغ سات سو روپیہ کا وعدہ کیا ہے حسین بھائی سے۔
میں ۱۷ جون ۱۹۲۴ء کو پھر لینڈی کو روانہ ہوا دریا اسطرف بھی گرم تھا مع الخیر ۲۱ جون روز شنبہ کو
لینڈی داخل ہوا اُسی دن اہل لینڈی سے درخواست مجلس کی کی چنانچہ اُسی دن سے برابر روزانہ مجالس وعظ ہوتے رہے
نماز جماعت کیلیے اہل لینڈی نہیں آئے کیونکہ ایک مولوی غلام حسین کا مرید خاص وہاں موجود تھا اُسنے یہ بدظنی پھیلا
رکھی تھی کہ واعظ جو آتے ہیں نہ عالم ہیں نہ پیشنماز بلکہ ایک ذاکر ہیں جو چندہ کے لئے آئے ہیں اسکا یہ اثر ہوا کہ اہل
لینڈی ایک معمولی سید کے برابر سمجھتے رہے مگر میں بالکل بددل نہوا خدا پر توکل کرکے کام کرتا رہا یہ راز جب
مجھپر منکشف ہوا تو اس خیال دور کرنے کے تدبیریں نہایت حکمت عملی سے کیں چنانچہ کامیابی ہوئی۔ پھر
بقرعید میں اہل لینڈی نے عید کی نماز کی خواہش کی اور کل اہل لینڈی روز عید جمع ہوے بعد خطبہ تمام
کرنے کے مدرسہ کی طرف پھر متوجہ کیا اور مدرسہ کے فوائد اور مدرسہ کے کام مفصلا ذکر کئے اور امداد کی طرف خاص توجہ دلائی

چنانچہ اسیوقت بنا چندہ کی ان لوگوں نے کی اور صرف ۴ سو شلنگ چندہ ہوا جسکا مجھے سخت ملال ہوا کہ میری زبان کیوں اسقدر بے اثر ہوگئی اسی شب دوسری مجلس تھی اس میں اسلام کی غربت فی زمانہ اور دشمنوں کے حملے اور کثرت اور ناصران اسلام کی قلت اور ایک شیعہ مشن کی ایسے وقت میں ضرورت منبر پر ذکر کی ایسی موثر الفاظ میں میری زبان سے یہ مطالب ادا ہوگئے کہ جس نے دلوں کو ہلا دیا میں اپنے لئے تائید غیبی اور مدرسہ کی خوش قسمتی سمجھتا ہوں کہ تمام اہل مجالس بغیر ذکر مصائب اتنا روئے کہ یہ لوگ کبھی مصائب حسینؑ پر اتنا نہیں روئے اور خود میرا قلب بھی زیادہ متاثر ہوا میں نے عمر میں کبھی ایسی تقریر نہیں کی بعد مجلس ان لوگوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ دوبارہ چندہ کیا جائے یہ رقم قلیل ہے چنانچہ میں ہر ایک دکان پر پریسیڈنٹ جماعت اور دیگر اہل لینڈی کے ہمراہ گیا اور پانچ کے بجاس شلنگ ملے اور نو سو شلنگ کا چندہ ہوا پھر میں نے درخواست کی کہ کم از کم مبلغ ایک ہزار کی مقدار ہونا چاہئے اور اسقدر مقدار کے پورا کرنے کے لئے بمقام رویکا جو دریا کی راہ سے بادی کشتی پر چھ گھنٹہ کی راہ ہے گیا اور وہاں بھی وعظ کی اُن لوگوں نے بھی مبلغ دو سو شلنگ دیے یہ سب اہل لینڈی ہیں مجموعاً گیارہ سو شلنگ ہوے تین آدمی باقی رہ گئے تھے ورنہ چودہ سو شلنگ ہوجاتے مگر انھوں نے وعدہ کیا ہے کہ مبلغ ایک ہزار روپیہ انڈیا کا کردینگے اور آئندہ جہاز سے روانہ کرینگے میں اپنے سامنے نو سو وصول کراکے شلنگ پریسیڈنٹ جماعت کے پاس رکھ آیا ہوں انشاء اللہ پورا کرکے چودہ سو شلنگ یہ لوگ ضرور روانہ کرینگے خاص اثر میرا اپنر جناب کی برکت دعا سے ہوا۔ یہاں نہایت درجہ دینیات سے بے پروا لوگ تھے سختی کے ساتھ وعظ برابر ایک ماہ کی روزانہ وعظ اور مصائب پر اکتفا کی اور فضائل وغیرہ بہت کم بیان کئے اس لئے یہاں وعظ میں سختی کی ضرورت یہ تھی کہ اول تو یہ لوگ دینیات سے بے پروا ہیں دوسرے وزن وکیل میں یہ لوگ جنگلی لوگوں سے غلہ زیادہ لیتے ہیں دونوں باتوں

سکے لئے برابر وعظ کی اور خوب ذہن نشین کرایا کہ جسقدر مقدر ہے وہ مال ملیگا خواہ حلال سے حاصل کیا جائے خواہ حرام سے اور مال حرام میں برکت نہیں یہی وجہ ہے کہ مال تمہارا تلف ہوتا ہے اور ایک سال کماتے ہو دوسرے سال تلف کرتے ہو اس طریقہ تجارت کو بدلو حقوق خدا ادا کرتے رہو کبھی مال تلف نہوگا میں نے پہلے اہل لینڈی کے حالات دریافت کرلئے تھے اسلئے اُن کو سمجھانے کا خوب موقع ملا ہر واعظ کا یہ فرض ہونا چاہئے کہ وہ حالات دریافت کرے تاکہ جس بات کی جہاں ضرورت ہو وہاں ویسی چیزیں بیان کرے دضواکثر لوگ یہاں غلط کرتے تھے اُسکی اصلاح کی بعض نے وعدہ بھی کیا ہے کہ ہم تجارت کے طریقہ بدل دینگے کیل میں زیادہ لینگے خدا اُن کو موفق کرے اس لینڈی میں جسقدر مجھے محنت کرنا پڑی ہے اُس سے خدا آگاہ ہے بے پروا لوگ الحمدللہ ایسی مطیع ہوگئے کہ مجھے محرم میں آنے دینے پر راضی نہ تھے مقدار چندہ ان کی جماعت کی حیثیت سے کم نہیں ہے یہاں سب چھوٹی حیثیت کے لوگ ہیں جرمن کے قبضہ میں یہ مقام تھا جرمن کو قرض دیا جبراً وہ مال انکا تلف ہوا جرمنی نوٹ بیکار ہوگئے گولہ باری سے بھاگ کر صحرا میں یہ لوگ چلے گئے ہوال لوٹ لئے گئے یہ لوگ ابھی تک نہیں سنبھلے ہیں مدرسہ کی خوبی اس طرح ذہن نشین کرادی ہے کہ انشاءاللہ آیندہ نتیجہ خیز ہوگی خدا سے دعا یہ ہے کہ افریقہ کے ہر جزیرہ میں مدرسۃ الواعظین کا درخت مضبوط نصب کردوں کہ میرے بعد بھی برابر پھل لاتا رہے اور میرے لئے آخرت میں ذریعہ نجات ہو میں ملازمت کی حیثیت سے کام نہیں کرتا ہوں بلکہ مجھے دلی ہمدردی ہے یہاں اثنا عشری خوجہ پچاس کے قریب ہیں یہاں کے بڑے حیثیت والے تین شخص ہیں ایک اسمٰعیل راوجی دوسرے محمد جعفر تیسرے راشد اسی اور ایک شخص محمد چاند و برین بمقام سوڈی خوجہ ہے اور مالدار ہے اور اہل دل ہے میں نے ہزار روپیہ کا سوال اُس سے کیا ہے اور بہت کچھ کہا ہے اس نے کہا ہے کہ میں انشاءاللہ بعد تین ماہ کے جب فصل ختم ہوگی اسوقت بشرط نفع دونگا بعض اہل زنجبار سے بھی سفارش کرانی کا قصد ہے اس لین میں چار مقالم

ہیں اول دارالسلام جو زنجبار سے چھ گھنٹہ کی راہ ہے اسٹمر سے دوسرا مقام کلوا ہے یہاں بھی اسٹیمر جاتا ہے جو زنجبار سے روانہ ہوتا ہے دارالسلام سے دو دن کی راہ کلوا ہے یہاں بھی بیس گھر کی جماعت ہے اور امام باڑہ اور مسجد ہے مگر آجکل اسکا بندر بہت طوفانی ہے کنارہ تک جانا دشوار تھا اسلئے نہیں گیا تیسرا مقام لینڈی ہے اور یہاں چالیس گھر ہیں اور پچاس نفر اثنا عشری خوجوں کے ہیں اور مسجد امام باڑہ اور دینیات کا مدرسہ بھی ہے کلوا سے ایکدن کی راہ سے لینڈی ہے چوتھا مقام مکنڈانی ہے یہ لینڈی سے ۸ گھنٹہ کی راہ ہے یہانسے اسٹیمر ملیٹ آتا ہے اور ہر ماہ میں ایک اسٹیمر اس لین میں جاتا ہے سوائے دارالسلام کے ہر جگہ ایک ماہ معطلی ہوگی البتہ مکنڈانی کو بر بھی راستہ دو دن کا ہے ایک کرسی باندھ کر چار آدمی لیجاتے ہیں ان اطراف کے بن میں ہاتھی بہت ہیں اور شیر بھی ہیں راستہ پہاڑی کا ہے شیر وغیرہ کبھی آدمی کو مار ڈالتے ہیں مگر یہاں دن میں سفر کرنا کچھ نقصان اور خوف کی بات نہیں ہے جماعت مکنڈانی تھوڑی ہے صرف آٹھ گھر ہیں مسجد اور امام باڑہ یہاں بھی ہے یہاں کی جماعت کو لکھا تھا اور خشکی سے جانیکا خیال بھی تھا مگر اہل لینڈی نے منع کیا کہ جماعت جب خواہش کرے جب آپ جائیں مکنڈانی کے لوگوں نے کوئی خواہش نہیں کی بلکہ محض دس شلنگ مدرسہ کے لئے روانہ کئے دو تین آدمی صاحبان مال وہاں ہیں جانے کی ضرورت تھی بدون خواہش ہی جاتا مگر جناب حاجی محمد جعفر صاحب کا خط ملا کہ اس جہاز سے واپس آ و اور عشرۂ محرم میں ماڈاگاسکر جاؤ وہاں زیادہ فوائد کی امید ہے اور وہ لوگ مشتاق بھی ہیں چنانچہ ۲۰ جولائی کو لینڈی سے چلا اور ۲۲ جولائی کو زنجبار واپس آیا اتیس تاریخ ماڈاگاسکر کا جہاز ہے جو محرم کی یکم کو پہونچا ئیگا انشاءاللہ خدا کامیاب کرے میری امید اسکے تمام مقامات سے بیس ہزار کی ہے اور چھ ماہ کا سفر ہے اور ماڈاگاسکر میں ذیل کے مقامات میں جانا ضرور ہے مگر ہر ماہ میں سوائے مزنگا کے محض ایک اسٹیمر ملتا ہے مزنگا ماروائے۔ مرنڈاوا۔ بیلو۔ بویئیہ۔ تلیار۔

جہانتک ہو گا تعجیل کرونگا جناب کی برکت دعا اگر شامل ہوگئی تو اس ملک سے حسب دلخواہ بیس ہزار لاؤنگا کل مقامات سے خدا میری تمنا پوری کرے بحق محمد وآل محمد علیہم السلام بشرط حیات ماہ جمادی الثانی تک واپسی کا قصد ہے واپس آکر ذیل کے مقامات پر جاؤنگا اور ماہ صیام تک دورہ ختم کرنیکا قصد ہے پیمبا بھانگا۔ بھنگاتی۔ لانبو۔ مانزاجنجا۔ مرکا۔ مگدیشیہ عدن انشاءاللہ یہ مقامات چار ماہ میں ختم ہوجائینگے ماہ صیام میں دسلام واعظ آنا ضرور ہے۔ مذکورہ بالا مقامات کے علاوہ کوئی اور کوئی مقام نہیں ہے میں جہانتک ممکن ہوگا دورہ ختم کئے بغیر افریقہ سے نہ آؤنگا اس زمانہ میں جو تکالیف سفر میں برداشت کرتے ہیں خطوط ملینگے اسلئے مفصل ذکر کیا اور کل مقامات کی لسٹ بھی صرف اسلئے لکھدی کہ اس حیات مستعار کا اعتبار نہیں ہے اگر میں جا سکوں ان مقامات میں تو بعید اللہ واعظ جائے۔ یہ درخواست میری طرح ہونا چاہئے۔ فقط

عریضہ [illegible]

الواعظ

مضامین

قربان نگاہے تو شوم باز نگاہے!

الواعظ کا تیسرا سال ختم ہوگیا ستمبر سے چوتھے سال کا
آغاز ہے رسالہ کی موجودہ حالت اور اُسکے مصارف کا
اندازہ آپ کر سکتے ہیں الواعظ سے مدیر کو ذاتی نفع مقصود
نہیں بلکہ اسکا مقصد محض تبلیغ ہی اسکو ایک اہم دینی خدمت
سمجھکر اسقدر کوشش فرمائیے کہ الواعظ اپنے بار کا
متحمل ہوجائے اسلئے سال نو کے واسطے کم از کم اپنے حلقہ اثر
سے دو خریدار عنایت فرماکر ادارہ الواعظ کو شکر گذاری کا
موقع دیجئے

(مدیر)

شذرات

عذرگناه بدتراز گناہ ہم کو سخت ندامت ہو کہ ماہ اگست سے الواعظ کا انتظام اشاعت ابتر ہو گیا ہو جسکے مختلف اسباب ہیں مولوی عدیل اختر صاحب ممتاز الافاضل منتظم رسالہ مدرسۃ الواعظین کے خدمات کے واسطے رنگون چلے گئے انکی عدم موجودگی میں پریس کا انتظام درست نرہا کچھ کاتب کا تساہل اسلئے جولائی و اگست کے دونوں رسالہ ساتھ شایع کئے گئے ستمبر کے پرچہ میں بھی کسیقدر تاخیر ہوگئی آیندہ ہم حتی الامکان کوشش کرینگے کہ ناظرین کو ایسی شکایت کا موقع نہ ملے۔

خوشخبری اہل زنجبار کے اسلامی خدمات قابل ہزار تحسین و آفرین ہیں حال ہی میں مدرسۃ الواعظین کو بذریعہ تار اطلاع ملی ہو کہ چھ ہزار روپیہ وہان کے حضرات نے ترجمہ قرآن مجید کے لئے چندہ کیا ہو عالیجناب حاجی حسین شریف صاحب اپنے ایک گرامی نامہ مین تحریر کرتے ہیں کہ ترجمہ کے تمام و کمال مصارف جسکا تخمینہ پندرہ ہزار روپیہ کیا گیا ہے جماعت زنجبار فراہم کریگی تاکہ یہ عظیم الشان خدمت انھیں کی طرف منسوب ہو۔ خدا ان کو اپنے عزم میں کامیاب کرے۔

شکریہ عالیجناب نواب سید رضا علیخان صاحب بہادر دام اقبالہ ولیعہد ریاست رامپور نے الواعظ کی خریداری منظور کی ہو

الواعظ کی ڈاک سید نیاز حسین صاحب عابدی اپنے گرامی نامہ میں رسالہ شریعۃ الاسلام و رسالہ الخلافت والنبوۃ کی نسبت تحریر فرماتے ہیں۔

"میں نے شریعۃ الاسلام و رسالہ خلافت والنبوۃ کے انگریزی ترجموں کو دیکھا۔ دیکھکر جو سرور ہوا بیان سے باہر ہے۔ مضامین ہذا کے کتب کے انگریزی ترجمون کی سخت ضرورت تھی الحمد للہ۔ خدا رحمت نازل فرمائے مصنف شریعۃ الاسلام و رسالہ خلافت والنبوۃ پر اور توفیق مزید کرامت فرمائے ان کے

مترجموں کو کہ وہ اور ضروری کتب و مضامین کا ترجمہ کر کے خلق کے سامنے بغرض ہدایت پیش کریں
مترجم صاحب نے اسلام ان دی لائٹ آف شیعزم میں جو جا بجا نوٹ دئے ہیں وہ نہایت
بے بہا ہونے کے باوجود مزید تفصیل و تسہیل کے محتاج معلوم ہوتے ہین فی زمانہ انگریزی زبان مین
اصول دین حق کی اشاعت نہایت ضروری ہوگئی ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دنیا الٰہی طریقے سے ہدایت
پانیکے محتاج ہے۔ خداوند عالم حضور پرنور آیۃ اللہ حضرت نجم العلما مدظلہ کا سایہ مومنین کے سرون پر قائم رکھے اور
اُن کے فیوض جاریہ سے اپنی مخلوق کو بہرہ مند فرمائے یہ حضور ممدوح ہی کے آفتاب ہدایت کی شعاعین
ہیں جو دنیا کو منور کرتی جاتی ہیں۔

جناب میرزا محمد صادق صاحب اصفہانی نے رنگون سے مولوی لقا علی صاحب ور مولوی
عدیل اختر صاحب ممتاز الافاضل کی نسبت اپنا خیال ظاہر فرمایا ہے جو رنگون مین بغرض تبلیغ گئے تھے

غرہ صفر المظفر ۱۳۵۲ھ

حضور مبارک حضرت مستطاب شریعتمدار خلائق افتخار ملاذ الانام مرجع الاحکام
سید العلماء و المحدثین رئیس الفقہاء و المجتہدین ناصر الملۃ و الدین حجۃ الاسلام و المسلمین جناب مولانا
سید نجم الحسن صاحب ادام اللہ ظلہ علی رؤس المسلمین

بشرف عرض اقدس بندگان عالی میرساند اولاً امول از درگاہ حضرت احدیت جل شانہ
چنان است کہ وجود مبارک حضرت مستطاب عالی از مر حوادث ایام و تصاریف لیل و نہار محفوظ و مصون
بودہ بر مسند عزت و اجلال متمکن و برقرار باشد ثانیاً عرض از تصدیع اوقات مبارکہ این است جناب
مستطابان شریعتمداران عمدۃ العلماء اعیان حقیقی اسلام و خادمان واقعی شریعت مطہرہ آقائی مولوی
لقا علی حیدری و آقائی مولوی عدیل اختر کثر اللہ امثالہما کہ داعیان از درون جان و بوجہ ندمان
مقدم شریفشان ما تبریک و تہنیت میگوئیم بموجب ادائے تکالیف شرعیہ و وظائف دینیہ با
بیانات سحر آمیز و اسرار کیا سہ و فیلسوفانہ حقیقت دین حنیف اسلام روح شریعت پاک احمدانہ

چنانچہ داعیان حقیقی اسلام را فرض است خاطر نشین مسلمین بطورے نمودہ کہ اعتقادات مذہبی و دینی شان کہ با خاران بدعت و تشریع شئون وسنت کہ بضاوۂ وکان النجوم بین دجاها سنن کالحر بینهن ابتداع در زیر ابرہائے تیرہ و تاریک بدعت پوشیدہ و ستور بود از تاثیر بیانات و نگارشات حکمت آمیز ذوات محترم سابق الذکر از زیر سحابہائے ظلمانی بیرون آمد و افق اسلام را صاف و روشن نمودہ است و شریعت طاہرہ را بہمان سادگے و پاکیزگی کہ حضرت ختمی رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ آوردہ است عودت دادہ از این رو این بندگان کہ حسن استقبال و آیندہ شعشانی خود امیدوار شدہ مزید توفیق اینگونہ ہادیان راہ حق و دوام اساس مدرسۃ الواعظین شید ارکانہا از خداوند متعال خواہانیم۔ خداوند سایۂ بلند پایۂ حضرت مستطاب عالی را از سر مسلمین کم و کوتاہ نفرماید

آقل میرزا محمد صادق اصفہانی

مطوف مکہ شیخ محمد مفتاح صاحب رسالۂ شریعۃ الاسلام و رسالۃ الخلافۃ والنبوہ کی رسید نہایت شکریہ کے ساتھ تحریر فرماتے ہیں۔

مصدر العلوم محیی المعالم والرسوم کشاف رموز الفقہ والاصول اعلم العلماء العاملین وخاتم الفقہاء والمجتہدین حجۃ الاسلام والمسلمین سیدی صاحب السید الحسن مولانا السید نجم الحسن نفعنا اللہ بہ وبعلومہ فی الدارین انہ بعد اهداء مزید السلام التام اللائق بالمقام۔ ثانیا مولای فی ابرک الاوقات واشرف الساعات تناولت بایدی الاحترام کتابکم الشریف عن ید جناب الحاج السید نواب علی وبہ مرسلکم کتابین لجلالۃ ملیکنا المعظم فقدمناها لجلالتہ وشکرکم علیها وبعد توجہ الحاج السید نواب علی امر جلالتہ الملک برد الجواب لجنابکم فها هو واصلکم نرجو من المولی سبحانہ وتعالی

وصولہ لدیکم وجنابکم حائزین کل الصحۃ والعافیۃ وجزیل سلامی علی کافۃ
اخوانِنا المومنین بطرفکم ومن لدنیا الداعی لکم بالخیر جا دکم محمود امان
واطال اللہ بقاءکم مولای ودمتم فی حفظ اللہ ۔ الداعی لکم بالخیر والنجاح خادمکم

۲۰ ذی الحجۃ الحرام ۱۳۳۱ھ محمد مفتاح

مکۂ معظمہ سے حضرت شریف مالک الحجاز وصول کتاب کا شکریہ اور مدرسہ کی مساعی جمیلہ کی تعریف کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ اگر یہ کتابین زبان عربی مین ہوتین تو یہان بھی تلقین مین سہولت ہوتی ۔

(الدولۃ العربیۃ الھاشمیۃ)

الافاضل اعضاء مدرسۃ الواعظین فی لکھنؤ فی الھند بعد اھدائکم
سلامنا نخبرکم ان دعوتکم العامۃ قد وصلتنا ونشکرکم علیھا وعلی
ما تبذلونہ من الجھد فی سبیل اعلاء کلمۃ الدینیۃ علی اننا نتمنی لو انکم
دونتم تلک الدعوۃ وھذہ الکتب کلھا باللغۃ العربیۃ التی ھی لغۃ الاسلام
حتی یسھل تلقینھا علی کل لنا شئین ۔ ونود لو انکم عنیتم بھا کل
العنایۃ حتی یکون تلقی الدینیۃ من مصدرہ الحقیقی ونسالہ تعالی ان
یؤیدکم فیما انتم بصددہ من نشر الدینیۃ الحنیفیۃ فی العالم
الانسانی لانہ دعامۃ الرقی والسلام والقرب منہ تعالی ولسنا نقصر
انشاء اللہ فیما یتوبنا من تلک الخدمۃ

دستخط

من مکۃ المشرفۃ تحریرا ۲۷ ذی الحجۃ ۱۳۳۲ھ

فلسفہ بکا بر مصائب سید الشہداء

از جناب مولانا شیخ فدا حسین صاحب سابق ممبر پنجاب ہسٹاریکل سوسائٹی لاہور

رونا ہماری چشم کا دستور ہو گیا
دی تھی خدا نے آنکھ سو ناصور ہو گیا

یون تو شعرا کا کلام اکثر و بیشتر اغراق و مبالغہ سے خالی نہین ہوتا بلکہ مملو ہوتا ہے اور اگر بہ نظر انصاف دیکھا جائے تو اغراق و مبالغہ اس حد تک جہان تک جذبات قلبی سے شعر کو کسی قسم کا تعلق نہو شعر کے محسنات ظاہری سے ہی لیکن اگر بنائے شعر محض جذبات پر ہو تو اغراق و مبالغہ سے کوئی تعلق ہی نہین نہ وہان اسکی گنجائش ہے لیکن شعر مذکورہ بالا مرزا رفیع سودا مرحوم و مغفور سے خلاق مضامین و معانی کا قطع نظر اس سے کہ انکے آیات کمال سے ہی اور فراخور شان والا شان انکے مرتبہ شاعری کی ہے اس اعتبار سے بھی بے مثیل و بے نظیر ہے کہ کہ اگر اس خیال کو دیکھا جائے کہ انکی ایک عاشقانہ غزل کا شعر ہے تو سراسر اغراق و مبالغہ ہی اور باوصف اسکے پھر قلب پہ بھی بے اثر کئی نہیں رہتا اور جذبہ قلبی کا پہلو دبائے ہے اور اور سامع کے قلب مین ایک جذبہ پیدا کرتا ہے حالانکہ اغراق و مبالغہ علی العموم کوئی جذبہ نہین پیدا کرتا یہ ایک خاص صفت اس شعر میں مجھے محسوس ہوتی ہے لیکن یہی شعر اگر عزاداران امام حسین علیہ السلام کے گریہ و بکا کی فطری عادت و سیرت کا مرقع خیال کیا جائے تو ذرہ برابر اس مین مبالغہ کی بو تک نہین آتی سرتاسر بیان واقعی اور اظہار حقیقت معلوم ہوتا ہے۔ شیعہ افراد ملت جہان اور وجوہ و اعتبارات سے دیگر اقوام

دنیا سے ممتاز دکھاتے ہین مثلاً پیروی عقل وغیرہ ان خصوصیتون مین دو خصوصیتین نہایت عجیب اور از بس حیرت انگیز ہیں جو دیگر اصناف نوع انسانی مین جن سے عالم معمور ہے نہین پائی جاتی ہین مین اس مقام پر ان کے عقائد کی اور ان کی صحت و عدم صحت سے بحث کرنا نہین چاہتا اس کے لئے میری کتاب مذہب عقل کا مطالعہ کافی ہوگا جو غالبًا عالم مین فلسفہ مذہب شیعہ کی سب سے پہلی اردو کتاب ہے یہان صرف یہ دکھانا چاہتا ہون کہ وہ صفتین جو شیعون مین علے العموم خصوصیت کے ساتھ پائی جاتی ہین وہ عالم مین کسی اور قوم و ملت مین نہین پائی جاتین انہین سے ایک خصوصیت لعن کی ہے کہ اس صفت کے لحاظ سے عالم مین کوئی دوسرا گروہ نظر نہین آتا جو لفظ لاعنون کا مصداق ہو جسکی طرف قرآن عزیز کے آیۂ کریمہ ان الذین یکتمون ما انزلنا من البینات والھدی من بعد ما بیناہ للناس فی الکتاب اولئک یلعنھم اللہ ویلعنھم اللاعنون (بقر نمبر ۱۵۴) سے اشارہ فرمایا گیا ہے تمام قرآن از اول تا آخر پڑھ جائیے اور آیات لعن کے موارد پر لحاظ فرمائیے جو غالبًا تعداد میں چالیس ہیں تو معلوم ہوگا کہ لعن کا ذکر مقام مدح مین واقع ہوا ہے نہ کہ مقام ذم مین اور لعن کسی طرح مذموم ہو ہی نہیں سکتی کیونکہ وہ ایک خاص صفت جناب باری عز اسمہ کی ہے و ان علیک لعنتی الی یوم الدین میرے اس دعوے کا شاہد عادل موجود ہے نہ صرف یہی بلکہ متعدد مقامات پر جناب احدیت اپنی طرف اس عمل خیر کو منسوب فرماتا ہے کہیں لعنھم اللہ بکفرھم کہین او نلعنھم کما لعنا اصحاب السبت کہین لعنھم اللہ و من یلعن اللہ کہین لعنۃ اللہ کہین لعنہ اللہ و غضب علیہ کہین غضب اللہ علیہ و لعنہ کہین بل لعنھم اللہ بکفرھم کہین ان الذین یؤذون اللہ و رسولہ لعنھم اللہ کہین لعنھم اللہ فاصمھم

کہین ولعنہم اللہ ولہم عذاب کہین غضب اللہ علیہم ولعنہم کہین لعنّاہم وجعلنا
قلوبہم قاسیہ کہین ومن یلعن اللہ کہین اونلعنہم کما لعنا اصحاب کہین یہ صفت
ملائکہ کی قرار دی گئی ہی۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے اولئک علیہم لعنۃ اللہ والملائکۃ
والناس اجمعین

الحاصل لفظ لاعنون سے واضح ہوتا ہے کہ یہ بدیہی ہے کہ تمام انواع انسانی اس
لفظ کی مصداق نہیں ہوسکتے لامحالہ کوئی خاص گروہ ہوسکتا ہے جس کی خصلت یہی
ہو کہ وہ لعن کیا کرے اور اس قدر اس کی یہ صفت مشہور ہو کہ دیگر افراد مردم نے بانصافی
یا بے غوری سے اسے صفت ذم خاص اس گروہ کی قرار دیا ہو ؎

دشنام بہ مذہبے کہ طاعت باشد — مذہب معلوم واہل مذہب معلوم

اور حسب ارشاد جناب رسالتمآب صلوات اللہ علیہ تخلقوا باخلاق اللہ وہ
خاص اس صفت خداوندی سے متخلق ہو مجھ کو عالم میں کوئی فرقہ سوا شیعون کے
دوسرا نظر نہین آتا جس کی یہ عادت ہو کہ دن رات اٹھتے بیٹھتے لعن کا وظیفہ
پڑھا کرتا ہو۔ باہر اور حجت قاہرہ خداوندی ہے نہ صرف گریہ و بکا بلکہ خود رونے والا بھی
اگر غور کیا جائے تو ایک معجزہ مستقلہ دوسری خصوصیت اس گروہ شیعہ کی گریہ و بکا مصائب جناب سید الشہدا
روحی وارواح العالمین لہ الفدا پر ہے اسکا دوام دہ ہمرار برابر دربارہ و سال بجاے خود ایک
معجزہ قرار پاسکتا ہے کیونکہ گریہ و بکا جب معجزہ ہے جیسا کہ عنقریب واضح ہوگا تو اس
معجزہ کا وقوع بغیر کسی گریہ کنندہ کے محال ہے تو نفس باکی اس حیثیت سے دیگر نفوس
مردم سے لامحالہ ممتاز و منحاز ہوگا پس لامحالہ مصدر معجزہ قرار پائے گا لیکن کسی شے کا
مصدر معجزہ ہونا چونکہ کوئی اختیاری بات نہیں ہے لامحالہ بہ اختیار خداوندی ہوگا

؎ دوسرے خصوصیت اس گروہ شیعہ کی گریہ و بکا مصائب سید الشہدا روحی لہ الفدا پر ہے اسکا دوام …

لیکن نفوس مردم باہم متشابہ اور ہم جنس اور متحد الحقیقت ہیں ان میں سے کسی خاص نفس کا مصدر معجزہ ہونا خود دلیل اعجاز ہے اسلئے کہ جب نفس گریہ اس حیثیت سے معجزہ ہے کہ گریہ غم سے پیدا ہوتا ہے اور غم کی خاصیت ہے کہ بمرور ایام زائل و فنا ہوجاتا ہے جیسا کہ کتب علم النفس میں ثابت ہوچکا ہے تو ضرور ہوا کہ گریہ بھی زائل و فنا ہوجائے لیکن یہ خلاف مشاہدہ ہے کیونکہ اگرچہ دنیا بھر کے ہموم و غموم کا ضرور یہی حال ہے کہ وہ فانی و زوال پذیر ہیں لیکن کیا غم حسین علیہ السلام بھی زوال پذیر کہا جاسکتا ہے اگر کوئی ایسا پاگل ہو جو دن رات میں فرق نہ کرسکے وہ شاید ایسا کہہ سکے ورنہ کوئی شک نہیں کہ مشاہدہ و تجربہ یہی ہے کہ یہ غم باقی و غیر فانی ہے اور تمام اقوام عالم کیا ہندو کیا مسلمان کیا گبر کیا نصاری کوئی آج بھی اس غم سے خالی نہیں ہے اسلئے معلوم ہوا کہ گریہ امام حسین علیہ السلام پر ایک عظیم الشان خرق عادت اور انقلاب نوامیس فطرت کا ہے اسلئے معجزہ ہونا اسکا بالبداہت ثابت ہے۔

(مجھ سے بیشتر بلکہ سب سے بیشتر اس مسئلہ کیطرف اشارہ میرے فرزند ارجمند حکیم فاضل فیلسوف کامل مسٹر بادشاہ اید اللہ والقاہ و بلغہ الی ما یتمناہ نے اپنی مشہور انگریزی کتاب حسین ان دی فلازوفی آف ہسٹری میں نہایت لطف سے کر دیا تھا جسنے پورا خراج تحسین ڈاکٹر گولڈ سیہر امام المستشرقین جرمن زمین سے حاصل کیا ہے۔)

لیکن دیکھنا یہ ہے کہ غم کا تعلق نفس انسانی سے ہے اسلئے لامحالہ اسی کو غم سے متاثر ہونا چاہیئے اور اسکا مقتضی یہ ہے کہ بمرور ایام وہ اس سے متاثر نہ ہوسکے حالانکہ یہ خلاف مشاہدہ ہے اس لئے معلوم ہوا کہ نفس پاک کی بھی بجائے خود ایک معجزہ مستقلہ اور عظیم الشان خرق عادت ہے۔ نفس کا تعلق بدن انسانی سے ہمیشہ سے مایہ حیرت حکماء و فلاسفہ کا رہا ہے لیکن مونزم یعنی فلسفہ وحدانیت جو اس زمانہ میں مختار و مذہب اعلام حکماء فرنگ کا ہے اسنے اس تعجب کو بالکل دور کر دیا ہے کیونکہ اس سے

معلوم ہوگیا ہے کہ نفس مجرد عن المادہ نہیں ہے بلکہ بجائے خود اک مادی شے ہے اسلئے جسم
انسانی سے اسکا تعلق جس صورت سے بھی ہو وہ کوئی عجیب بات نہیں ہے اسلئے گریہ کا تجدد
ضرور ہے کہ تجدد غم سے پیدا ہوا اور تجدد غم بغیر تجدد تصور خیال اس مصیبت کے نہیں ہو سکتا
لیکن تجدد تصور خیال اس مصیبت کا بغیر اس سے بار بار متاثر ہوئے بالکل ناممکن و محال ہے لیکن بار بار
متاثر ہونا اسکا یا کسی شے کا کسی شے سے خوشی کی بات مین ناممکن ہے جبکہ ایک عمدہ شعر بار بار
پڑھنے سے جی اوب جاتا ہے جو کچھ اثر ہوتا ہے وہ پہلی مرتبہ پڑھنے میں ہوتا ہے یہی حال شیرینی کا
ہے کہ بار بار کھانے سے جی بھر جاتا ہے ؎ کہ حلوا چو یکبار خوردند و بس مثل مشہور ہے یہی حال
لذت جماع کا ہے اور کل لذت بخش چیزون کا ہے چہ جائیکہ غم جس سے نفس کو ہمیشہ ہرب رہتا ہے
اور اس سے متنفر رہتا ہے اور اس سے بار بار کیون کر متاثر ہو سکتا ہے۔ علاوہ برین بفرض محال
وہ بار بار کسی غم سے یا مصیبت سے متاثر ہو بھی سکے لیکن یہ ایسے صورت مین جبکہ اس مصیبت کے تفاصیل
پیش نظر ہون اور وہ مصیبت سامنے ہو لیکن معلوم ہے کہ مصیبت امام حسین علیہ السلام کی مثل دیگر
واقعات عالم کے واقع ہوئی اور گذر گئی اسلیئے وہ مصیبت اسوقت باقی نہین ہو سکتی جو سامنے ہو اگر کہا جائے
کہ گو وہ مصیبت باقی نہین لیکن اسکے آثار باقی ہین جو اس مصیبت کو یاد دلاتے ہین تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ کیا آثار ہین اور آیا وہ آثار
ایسے ہین جو ہر وقت باقی رہتے ہیں یا آناً فاناً متجدد ہوتے رہتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ انکا متجدد ہونا
بالکل محال ہے کیونکہ انکا مبدا اسوقت موجود نہیں یعنی وہ مصیبت جسکے یہ آثار ہیں جب وہی
صفحۂ عالم سے فنا ہوگئی اور اسکا نقش بھی مٹ گیا تو اس کے آثار کیونکر بار بار متجدد ہو سکتے ہین
تجدد اثر تجدد مبدا پر موقوف ہے اور مبدا فنا ہو چکا ہے پھر تجدد اثر کیونکر ہو سکتا ہے اب پھر وہی
سوال عود کرتا ہے کہ وہ آثار آخر کیا ہیں؟ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ دین حق
کا ثبات و قیام بقول شاعر ؎

بادبان اپنے سفینہ کا گرایا شہ نے ۔۔۔ پر جہاز امت عاصی کا بچایا شہ نے

یہ اثر اس مصیبت کا ہے بیشک یہ درست ہی اور بہت درست ہی لیکن دین حق ایسی شے نہیں ہوسکتا کہ اس کا احساس گریہ پیدا کرسکے بلکہ اس کا احساس ایک قسم کی فرحت و مسرت پیدا کرتا ہو اگر کہا جائے کہ احادیث فضائل بکار کا یہ اثر ہے میں کہتا ہوں یہ اس سے بھی بڑھ کر عجیب ہے بقول نورچشم بادشاہ میاں سلمہ یہ بالکل ایسا ہو کہ کسی کے کہنے سے کوئی کسی پر عاشق ہوجائے بیشک معصوم علیہ السلام نے فضائل بکا ارشاد فرمائے لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کے فرمانے سے خواہ مخواہ کوئی رونے بھی لگے بہرکیف یہ مسلم ہے کہ دین حق کا قیام و ثبات شہادت حسینی سے ہوا لیکن اثر کو دیکھ کر مؤثر کا تصور کچھ لازمی بھی نہیں ہے کہ جب دین حق کا تصور ہو شہادت حسینی کا تصور تھرا پیدا ہوجائے یہی وجہ ہے کہ کوئی عمدہ اور نفیس عمارت دیکھ کر کوئی معمار کا فوری تصور نہیں کرنے لگتا ہے نہ اس کا ہر وقت تصور کرتا ہو ان دونوں تصوروں کا جائز الانفکاک ہونا مشاہدہ سے ثابت ہو ہاں خواص افراد کو جو تحقیق پسند محقق منش آزاد خیال اور روشن خیال ہوتے ہین ان کو گاہ گاہ تصور دین حق سے تصور اس ذبح عظیم کا پیدا ہوجاتا ہو اور وہ بھی اجمالی تصور نہ کہ تفصیلی میرا دعوی ہو کہ تفصیلی طور پر اس مصیبت عظمی کا مثل شریک باری ممتنع عقلی ہو کیونکہ تصور انسان اسی شے کا کرسکتا ہو جسکو اس نے ایک بار احساس کیا ہو جسکو کبھی احساس نہ کیا ہو وہ نہین متصور ہوسکتی یہی وجہ ہو کہ عنین لذت جماع نہین دریافت کرسکتا یا مادرزاد نابینا رنگ کا احساس نہیں کرسکتا یا انسان کسی شے کو اسکے مثل و مانند سے ادراک کرسکتا ہے یہ بھی ایک صورت ادراک کی ہوسکتی ہو خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک رباعی مین امیر المومنین علیہ السلام کی مدح میں اس نکتہ کی طرف کیا خوب اشارہ فرمایا ہے۔ رباعی

اعلی تر از انی کہ علے خوانندت ۔۔۔ والا تر از انی کہ ولی دانندت

بروحدت خود گواہ میخواست خدا   بمثیل چو آفرید ربی ماتندت

میں کہتا ہون کہ یہ رباعی بھی مثل امیر المومنین علیہ السلام کے بمثیل و لاجواب ہے
کیونکہ چوتھا قافیہ ہی ناممکن ہے ایک صورت احساس کی یہ ہوسکتی جسے امرؤ القیس ملی نفس
کہتے ہین پیاس کی اذیت چونکہ انسان محسوس کرتا ہے اسی لئے دوسرے انسان کی پیاس
کا اندازہ کرسکتا ہے لیکن اسی حدتک جہان تک اس کو اپنی پیاس کی شدت کا اندازہ
ہوسکتا ہے اِس سے زائد اسکے دائرۂ احساس سے باہر ہے اِسلئے ناممکن الاحساس ہے انسان
جسقدر پیاس کو روکے گا اسیقدر اسکی شدت زائد ہوتی جائیگی اور اسکے اذیت بڑھتی جائیگی
اور جسقدر اسکی اذیت بڑھیگی اسیقدر اسکا ضعف و اضمحلال بڑھے گا زیادہ سے زیادہ انسان
چار پانچ گھنٹہ تک پیاس کو برداشت کرسکتا ہے لیکن چوبیس پہر کی پیاس کا احساس
اس سے کیونکر ممکن ہوسکتا ہے خصوصًا جبکہ دیگر اسباب اشتداد عطش کے جنکی طرف جیمس
کاکرن نے اپنی تاریخ چین مین اشارہ کیا ہے آنًا فآنًا اس پیاس کی کیفیت کو اضعافًا
مضاعفۃً مدارج و مراتب پر ہر لحہ اور ہر ہر آن ازحیثیل برا گریجن کی نسبت سے بڑھا رہی
تھی کیا ایسی پیاس کا تصور بجز ذات باری عز اسمہ کسی دوسری مخلوق کو ماسوی اللہ یہ ممکن
ہوسکتا ہے لا و عزۃ ربی بالکل ناممکن ہے یہی حال جناب سید الشہدا اور ان کے اعوان و
انصار کے جہاد کا تھا بالخصوص اس جسم مطہر و قالب منور کا جسکے شان مین ایک استاد کار
شاعر ایران فرماتا ہے ؎

روایتیست کہ بر پیکر ستمدیدہ   ہزار و نہصد و پنجاہ و یک جراحت بود

میں کہتا ہوں یہ تعداد زخموں کی نہایت کم بتائی گئی ہے البتہ ظاہری شکل جسم منور کی
ان زخموں سے اسی قدر مجروح تھی جس سے یہ عدد جراحات شمار ہوسکے مگر کیا ہزار زخم

محتشم

پر ہزار در ہزار زخم سب نیزہ و تیر و سنان و شمشیر کے نہیں لگے تھے اسکی تعداد سے آج محاسب عقل
عاجز و حیران ہے ان زخموں کا تصور میرے خیال میں سوا امام حسین علیہ السلام کے کوئی اسی
درجہ کا انسان اگر عالم امکان میں فرض کیا جائے گو وہ فرض محال ہی سہی اور کوئی شخص
نوع انسانی میں از آدم تا ایندم و از این دم تا فنائے ہستی عالم نہین کرسکتا۔
بہر کیف یہ فطرت انسانی ہے کہ جب کسی شے کے تصور سے انسان عاجز ہوتا ہے مجبوراً اسکا
خیال وہ چھوڑ دیتا ہے اور اور مشاغل میں مصروف ہوجاتا ہے البتہ اجمالا اسکا علم اسے
رہتا ہے۔ دنیا مین ایسی بھی نفوس ہین جو باوصف علم اس مصیبت کے بالکل نہیں روتے مجالس
میں کسی وجہ سے شریک ہو کر رونیوالون کا تماشا دیکھا کرتے ہیں اور منھ تکا کرتے ہیں اور
محبت اہل بیت کا دم بھرتے ہیں برخلاف شیعوں کے اب لامحالہ لوگوں کا نہ رونا بہ استثنار
شیعہ تمام گروہ مردم سے عالم میں مشاہدہ ہوتا رہتا ہے لہذا یہ کوئی خلاف فطرت بات نہیں
ہے البتہ چند خاص نفوس کا رونا اور رویا کرنا اور روتے رہنا باوصف فقدان اسباب
گریہ خلاف فطرت ضرور ہے۔ سب جانتے ہین کہ آنسو چند غدودوں سے جو پروردگار عالم نے
چشم انسانی کے کونوں مین ودیعت رکھی ہیں نکلتے ہیں انمیں جو نظام نروی ہے اسمین
جب کوئی خاص رگڑ پیدا ہوجاتی ہے اس وجہ سے رطوبت خارج ہوتی ہے یہ رطوبت مختلف
اسباب سے خارج ہوتی ہے مثلاً کسی تیز شے سے مثل پیاز و مرچ وغیرہ کے لگ جانے سے غم
و صدمہ سے بھی ایک خاص تیزی اور رگڑ نظام نروی میں پیدا ہوتی ہے اور اس سے آنسو
جاری ہوتے ہین لیکن صدمہ سے آنسو جاری ہونا کچھ ضروری نہین جب تک ایسا صدمہ
نہو جس سے ایک خاص قسم کی رگڑ نظام نروی میں پیدا نہو جس سے وہ غدود پگھل جاوین لیکن
اسکے ساتھ یہ بھی خیال رکھنا چاہیئے کہ ایک خاص صدمہ ہمیشہ گریہ نہین لاسکتا اول تو صدمہ وغم

خود زوال پذیر ہیں اور یہ انتظام خداوندی ہے ورنہ عالم میں کوئی انسان زندہ نہ رہ سکے
اور نوع انسانی جلد صفحۂ ہستی سے منقرض ہو جائے دوسری یہ بھی مقتضائے فطرت ہے کہ نفس جب
شے کا عادی ہو جاتا ہے اسکا اثر نفس پر نہایت کمزور ہو جاتا ہے بلکہ یہ مٹ جاتا ہے یہ بات
بھی مشاہدہ اور تجربہ سے بعلم الیقین معلوم ہے ابتداءً اگر افیون کا کسی ضرورت سے استعمال کیا جائے
فوراً اس کا نفع محسوس ہوگا لیکن جسقدر اسکے مقدار بڑھائی جاوے اور نفس کو اسکا عادی بنایا جاوے
تو اسی قدر اس کا نفع رہے گا جو ابتداءً کم مقدار میں ہوا تھا اور رفتہ رفتہ وہ بھی جاتا رہے گا۔ یہ
کیوں؟ محض عادت کیوجہ سے اسی طرح صدمہ اور ایک ہی قسم کا صدمہ جب بار بار نفس پر وارد
ہوگا تو جس تیزی کے ساتھ اسکا احساس ابتداء میں ہوا تھا دوسری مرتبہ نہ ہوگا تیسری مرتبہ
اس سے بھی کم آخرکار بالکل پیدا ہی نہ ہوگا یہاں تک عزیز اپنا بچہ مرجاتا ہے یا کوئی عزیز ترین
دوست مرجاتا ہے اسکے مرگ پر انسان روتا ہے مگر رفتہ رفتہ اس درجہ وہ صدمہ خودبخود
کم ہو جاتا ہے کہ بعض اوقات تکلف سے بھی رونا نہیں آتا مگر غم حسین عجیب غم ہے کہ باوصف
مرور سال وماہ برابر انسان رویا کرتا ہے اور کبھی اسکا دل سیر نہیں ہوتا۔

غم کھاتا ہوں لیکن مری نیت نہیں بھرتی   کیا غم ہے مزے کا کہ طبیعت نہیں بھرتی

کسی عجیب شے کو معجزہ کہہ دینا آسان ہے لیکن یہ بھی سمجھنا چاہیئے کہ اگر واقعاً یہ معجزہ ہے
تو کس کا؟ اگر امام حسین علیہ السلام کا تو وہ اسوقت زندہ نہیں ہیں معجزہ کے واسطے معجز نما کا
ہونا ضروری اگر ان کی شہادت و مصائب تو وہ بھی اول تو گذر گئے دوسرے درود
ایسی چیزیں ہیں جو بالیقین باعث معجزہ نہیں ہو سکتیں پھر سوا اسکے کہ خدا اسکا معجز نما ہو اور
کوئی صورت عقل انسانی میں نہیں آتی کہ اس نے چند نفوس کو ایسی ساخت خلق فرمایا ہے
کہ حدود بشریت میں رہ کر اور افراد نوع انسانی کے مثل و مانند بھی ہو کر اس خصوص صفت میں ایسے

فوقیت بھی رکھتے ہین یہان تک کہ یہ کل قوانین فطرت جو گریہ سے تعلق رکھتے ہین اور علم الحیوان
اور علم النفس کے کتب مبسوط مین نہایت شرح وبسط کیا تھ ثابت کئے گئے ہین وہ سب امام حسین ع
کے اوپر گریہ و ماتم کرنے مین باٹل و منخرق ہو جاتے ہین اور شیعون کی آنکھین ہمیشہ ناصور کی طرح بہا
کرتی ہین کبھی کم کبھی زیادہ اگر مین کہون کہ جسقدر آنسو غم امام حسین علیہ السلام مین چشمہا سے مردم
از ابتداے شہادت تا ایندم جاری ہو چکے ہین وہ جمع کئے جاوین تو ایک بڑی نہر جاری کی صورت
اختیار کرینگے جو کسی چشمہ سے نکلی ہو جیسے دریا لیکن یہ مقولہ میرا غالباً مبالغہ پر محمول نہ ہوگا بلکہ
بیان واقعی ہے تصور صادق شٹر ہی الغرض مصیبت امام حسین علیہ السلام نے آنکھون پر ناصور ڈالدیے
جو تھوڑے تھوڑے عرصہ کے بعد بہا کرتے ہین کبھی کم کبھی زیادہ اب ان ناصور کا اندمال سواے روز حشر
کسی زمانہ مین اور کسی دوا سے ممکن نہین ہے یہ معنی ہین اس شعر کے جو اوپر مرقوم ہوا ؎

رونا ہماری چشم کا دستور ہو گیا　　دی تھی خدا نے آنکھ سو ناصور ہو گیا

(انتقاد)

ابتلاے عظیم | یہ کتاب مولوی سید جعفر علی صاحب شاہجہانپوری مولوی فاضل و منشی فاضل کی تصنیف ہے اس کتاب مین آٹھ
باب ہین باب اول مین حضرت سید الشہدا کی شخصیت بیان کیگئی ہے باب دوم میں امام عليه السلام کو انکی شہادت کیونکر جرأت ہوئی
باب سوم کیا امام حسین کا یزید سے جنگ کرنا بغاوت تھا۔ باب چہارم کیا جناب حسین کی پالیسی مصلحت کے خلاف تھا۔ باب پنجم کیا کربلا
امام حسین کس غرض و کس مقصد سے لڑے۔ باب ششم کیا سید الشہدا پر گریہ معصیت ہے۔ باب ہفتم تذکرہ حسینی کے مختلف اشکال۔ مین نے
مختلف مقامات سے کتاب کو پڑھا انداز تحریر زمانہ حال کے مطابق ہے واقعات اخلاقی و فلسفیانہ حیثیت سے لکھی گئی ہین عبارت طرز ادا
دلچسپ ہے مطالب کے ضمن مین ان اعتراضات کا جواب بھی دیا ہے جو مخالفین کی طرف سے شہادت حضرت سید الشہدا پر وارد کئے
گئے ہین پر مجموعی حیثیت سے کتاب مطالب کی اہمیت کا حق ادا نہیں کرسکی اسلئے کہ ۸۶ صفحہ پر ختم ہوگئی ہے تاہم ایک مفید
اضافہ ہے کاغذ ولایتی طباعت و کتابت دلفریب قیمت ۸/ سید کرامت حسین بخاری اندور چھاونی سے طلب کیجیے

ہندو مذہب اور رواداری

از جناب سید ریاض علیصاحب ریاض بناری

مہاتما گاندھی نے اپنے ایک مضمون میں ہندو مذہب کی رواداری کا تذکرہ کرتے ہوئے جہاں تمام مذاہب کی رواداری کا درجہ پست دکھایا ہے وہاں اسلام بھی خیالی پستی کا شکار رہو کر مفضول کہا جاسکتا ہے اول تو رواداری اگرچہ وہ مذہبی کمزوری و پست ہمتی کا نتیجہ ہو کسی مذہب کی افضلیت کی دلیل نہیں ہوسکتی اسلئے کہ فضیلت کا معیار اصول مذہب کے موافق عقلی سنجیدگی و استحکام سے ہے دوسرے اسلام کی رواداری کی اگر شرح کیجائے تو معلوم ہوگا کہ اس صفت مین بھی اسلام کی حکمت عملی ایسا ممتاز درجہ رکھتی ہے کہ کوئی مذہب اُسکے مقابلہ مین قدم نہیں رکھ سکتا ۔

ہمارے مکرم دوست حضرت ریاض نے اس مضمون پر اپنے خیالات کی روشنی ڈالی ہے لیکن آپین فقط ہندو مذہب کی رواداری سے بحث کی ہے اسلام کی رواداری کسی دوسرے مضمون مین آپ تحریر کرینگے ۔ جس کو ہم آیندہ کسی نمبر میں پیش کرسکین گے

(مدیر)

اخبار لیڈر مورخہ ۴ مئی ۱۹۲۴ء اور رسالہ مہاشکتی مورخہ ۱۰ مئی ۱۹۲۴ء میں مہاتما گاندھی کا حسب ذیل خیال شائع ہوا :۔

"اگر مجھ سے سوال کیا جائے کہ مین ہندو مذہب کی تعریف کروں تو میں صرف اسی قدر کہونگا کہ یہ تلاش حقیقت ہی غیر اثبات ادی طریقوں سے ایک شخص جو قائل خدا بھی نہیں وہ بھی اپنے کو ہندو کہہ سکتا ہے۔ ہندو یت تلاش حقیقت کی ایک بے کسل کوشش ہے۔ اگر وہ آج دست و پا بریدہ بیکار اور ناقابل نشو و نما ہے تو اسکی وجہ یہ ہے کہ ہم تھک گئے ہیں اور جیسے ہی تھکن دور ہوگی

ہندویت پھر عالم پر ایک ایسی روشنی کے ساتھ ظاہر ہوگی جس سے پیشتر دنیا واقف نہ تھی
فی الحقیقت اسلئے ہندویت تمام مذاہب میں نہایت ہی روادار ہے۔ اسکے اصول
نہایت ہی آل امبریسنگ (ہر ایک سے قابل بغلگیری) ہیں لیکن یا دعا ہندویت کیلئے
دیگر ادیان عالم پر ایک ادعائے فضیلت ہے

متذکرہ صدر مضمون کی آخری عبارت بادی النظر میں ناتمام ہی معلوم ہوتی ہے جس سے
خیال ہوتا ہے کہ "لیکن" کے اثبات یا نفی میں جواب سے احتراز کیا گیا ہے ممکن ہے کہ
اسکے بعد کچھ اور عبارت ہو جو فیصلہ کن ہوتی لیکن وہ ہمیں نہیں ملی اسپر رسالہ مذکور
نے مہذب طریقہ سے اپنے ناظرین کو مخاطب کیا ہے لیکن لیڈر نے جو ہمیں اس کے مہینہ میں
بالاعلان اپنے کو پیرو ہندو کہہ چکا ہے حتی الوسع ممکن خوش ادائی سے اس مضمون پر
یہ فقرہ ضم کیا ہے:۔

"مسٹر گاندھی کا اعتقاد ہے کہ ہندویت تمام ادیان عالم سے افضل ہے اور اُن کا ایسا
قیاس بجا ہے۔ کیونکہ یہ مذہب نہایت ہی روادار اور کسمو پولی ٹن (جو ہر شخص کی جائداد
ہے یا ہر ایک سے مل جانے کی صلاحیت رکھتا ہے"

مجھے لیڈر کی مختلف اللونی سے حیرت نہ ہونی چاہیئے کہ اُسے رواداری کا دلچسپ لفظ
سنکر خوش آیند لفظ فضیلت کے استعمال کا موقع لگیا ہو لیکن ہمیں یہ دیکھنا اور دکھانا ہے کہ
کہ یہ ادعا جو مضمون میں ہوا جسپر لیڈر نے گہر افشانی کی ہو کہاں تک حقیقت سے قریب ہے
اور یہ منطق کہاں تک قابل اعتنا ہے کہ چونکہ کوئی مذہب روادار ہے لہذا افضل ہے۔

(۱) کیا ہر تلاش اپنی ابتدا میں غیر اشتدادی نہیں ہوتی؟ تلاش ایک مخفی
عمل نفسی یا دماغی ہے۔ کوئی دماغ جو تلاش حقیقت کے ایسے بڑے کام میں مصروف ہو وہ

اپنی تلاش کے زمانہ تک اپنی اُدھیڑ بُن میں مصروف رہتا ہے نہ اُسے اشتداد کی فرصت ہے نہ اس حالت بندش میں اُس کے پاس اشتداد کے سامان ہوتے ہیں۔ یہ تنہا متلاشی حقیقت جو عموماً گوشہ نشین۔ بے سروسامان اور دنیا سے دل برداشتہ ہوتا ہے۔ اسمیں اتنی عقل غرض یقینی ہوگی کہ وہ اثنائے تلاش میں ایک آیہ۔ کو ڈنڈا جماتا نہ پھرے گا۔ یہ غیر اشتدادی کیفیت تلاش کا خاصہ ہے جسکی کوئی قابل تعریف حالت نہیں ہے۔ نظر براین کہا جاسکتا ہے کہ ہر مذہب جبتک وہ حالت تلاش مین ہے غیر اشتدادانہ ہے۔

(٣) کیا کوئی مذہب مذہب کہے جانے کا حق ہے اگر وہ اس مفہوم میں تلاش حقیقت ہے جس مفہوم میں ہم کسی چیز یا کیفیت سے ناواقفیت کی حالت میں رہتے ہیں اور جستجو جاری رکھتے ہیں نہیں۔ کیونکہ ابھی اُسمیں وہ خیال وہ یقین وہ اُصول۔ وہ قاعدے وہ عبادات جنپر چلنے اور جنکے بجالانے کا نام مذہب ہے اپنی جگہ قائم و برقرار نہیں ہوے ابھی محض تلاش ہے۔ یا جانا دین ہے۔ گم گشتگی دوسرے کی رہنما نہیں ہوسکتی۔ کوئی کمیشن اپنی تقرری کے زمانہ تفتیش میں رپورٹ یا نتیجہ نہیں جبتک وہ ایک مانہ خاص کی کوشش اور فراہمی مواد کے بعد اپنے نتائج پیش نہ کرے پس اگر مہاتما کا یہ قول صحیح ہو کہ ہندویت تلاش حقیقت ہے تلاش کے مفہوم میں تو وہ ابھی اُس مقام پر نہیں پہونچی جہاں اُسے مذہب کے نام سے معنون کیا جاسکے۔ کیونکہ ابھی اُسنے اپنی تلاش کا نتیجہ خلق اللہ کے سامنے پیش نہین کیا یا سب چلانے کی دعوت دیسکے۔ اور اگر وہ اس مفہوم میں تلاش حقیقت ہے کہ وہ تھوڑے تھوڑے زمانے کے بعد ایک نا پسند نتیجے پیش کردیتی ہے تو یہ عدم کمال کی ایسی ظاہری صورت ہے جسپر یا جن چند ٹکڑوں پر عمل کرنا احتیاط کے خلاف ہے۔ انسان کی روحانی تشنگی اسکا انتظار نہیں کرسکتی کہ وہ برسوں صدیوں کلیون

اسکا انتظار کر سکے کہ جب تلاش کا کچھ اور نتیجہ ظاہر ہوگا تو ہم اُس پر عمل کرینگے۔ اور نہیں معلوم اس درمیانی بے عملی یا ناکافی عمل کا کون ذمہ دار ہوگا۔

(۳) کیا یہ دعویٰ واقعاتی اعتبار سے صحیح ہے کہ ہندو مذہب تلاش حقیقت ہے تلاش کے معنیٰ مین؟ نہیں تمام دنیا اور خود ہندو یہ جانتے ہیں کہ اُن کے مذہب کی اعلےٰ سند وید ہے (راقم حروف اِس سے واقف ہے کہ یہ استثنا بھی شاذ سے زیادہ ہے کہ وید کا ماننا ضروری ہو جب خود بقول مہاتما خدا کا ماننا ہندو ہونے کے لئے ضروری نہیں تو پھر وید تو کسی کا خیال۔ کلام یا چند مجلدات ہین۔ خود کرشن جی اسپر جا بجا تعریض فرماتے ہیں۔ اور بعض وہ فرقے بھی جو پولیٹکل احتیاط کی نظر سے ہندو کہہ لئے گئے ہیں۔ مثلاً بودھ۔ جین سکھ۔ براہمو۔ وہ بھی وید کے پیرو نہیں۔ راقم کی غرض سناتن دھرمیوں سے ہی) یہ صورت تلاش نہیں ہے بلکہ یہین کچھ اُصول۔ کچھ قواعد ہین جنکے مطابق عمل ہوتا ہے اور ایک جماعت کثیر کا ماخذ اعتقاد و یقین ہے نظر براین اگر ہندو مذہب تلاش دائمی کہا جاسکتا تو ہم ہندوؤن کو بھی یہود کی طرح اپنے مسیح یعنی پانچویں چھٹی۔ ساتوین۔ آٹھویں وغیرہ ویدون کا منتظر پاتے اور اسطرح تلاش نتائج کے اضافہ مین مدد دیتے رہتے۔ لیکن ہم کسی ہندو فرقہ کو اسکا منتظر نہیں پاتے بلکہ اُن کو اِس امر کا دعوے کرتے ہوے پاتے ہیں کہ وید ازلی اور ابدی ہین۔ یہ دعوے تلاش حقیقت کو سوخت کر دیتا ہے۔ اسی طرح ہم کسی ایسے کمیشن سے واقف نہین جسے ہر زمانہ میں کسی خاص قوم یا فرقہ ہنود یا چکرورتی راجہ سے تلاش حقیقت اور اضافۂ نتائج کے لئے مہیا اور مقرر کیا ہو۔ پس زمانۂ دراز سے۔ ویدون پورانوں اور گیتا وغیرہ کا وجود اور انپر عمل اس دعوے کا قطعی بطلان ہے کہ ہندویت تلاش حقیقت ہے۔ اور اگر یہ صحیح ہے تو غالباً وہ جوش آیندہ امید کبھی پوری نہوگی کہ " ہندویت عالم پر ایسی

روشنی سے ظاہر ہوگی جس سے پیشتر دنیا واقف نہ تھی" اور اگر یہ خلاف اُمید اُمید کبھی پوری ہوئی تو یہ ہندو مذہب کے لئے روشنی نہیں بلکہ تاریکی ہوگی کیونکہ وہ ہندو مذہب کے مسلمات کے علاوہ کوئی چیز اور اسلئے اُسمیں فرقے پیدا کرنے اور شکستگی کا باعث ہوگی۔ جب تک ہندو مذہب خواہش اصلاح پر آمادہ ہوکر قطع و برید پر راضی نہو جائے۔ نظر برایں کوئی مذہب کسی ایسے شخص کے لئے جو اسکا پیرو ہے "تلاش حقیقت" نہیں کہا جا سکتا۔ اگر مذاہب عالم کو کوئی تلاش حقیقت کی صورت سے دیکھ سکتا ہے تو وہ کسی کا بھی پیرو نہیں ہے اور وہ اپنی تلاش میں ادیان عالم کو سامنے رکھ کر انھیں کوشش حقیقت فہمی سمجھکر یہ دیکھنا چاہتا ہے کہ وہ کسے اپنا آیندہ کا رہنما قرار دے۔ بالکل ممکن ہے کہ وہ کسی کو بھی نہ مانے یا کسی کی ٹانگ کسی کی ناک اور کسی کا کان لے کر اپنے دہن میں ایک صورت مذہب قائم کرلے۔ میں قیاس کرتا ہوں کہ مہاتما کا ہندو مذہب کو تلاش حقیقت کہنا وید کے بعض ایسے بھجنوں پر مبنی ہے جو ایک حالت تلاش ایک حالت شبہہ اور کیفیت گو مگو ہے۔ یہ صورت اگرچہ کیفیت تفتیشی ہے جو عدم کمال کی مظہر ہے لیکن مجھے اِس سے بحث ہے کہ وہ جسم عظیم جسے ہندو مذہب یا ہندو کہتے ہیں وہ ایسے سوالات اور تفتیش سے کچھ بھی متاثر نہیں بلکہ وہ اُن احکام اور رسومات پر عمل کرتا ہے جنھیں وہ قطعی سمجھتا ہے اور اُسے یقین ہے کہ آیندہ اُسکے مذہب میں کوئی نئے احکام اور معتقدات یا عملیات داخل ہونے والے نہیں ہیں۔ میں اسکا بھی قائل ہوں کہ اکثر مبصرین اور خود تھوڑا سا غور کرنے والا وید کے اکثر بھجنوں کو ایک زمانۂ دراز کی تصنیف سمجھے گا اور اس نظر سے بھی شاید تلاش حقیقت کہا گیا ہو۔ لیکن مہاتما کے لئے جم غفیر اور خصوصاً آریہ سماجیوں کو یہ سمجھانا کہ یہ ازلی نہیں ایک رائیگاں کوشش ہوگی پس تلاش ہو یا اس تلاش کا

زمانۂ دراز تک جاری رہنا یہ اسکی صورت الہامی بکمال اور ازلیت کے لئے زیج کن ہوگا جسے ہندو تسلیم کرینگے۔

(۴) متذکرۂ صدر دعادی کی حقیقت سے واقف ہونیکے بعد نتیجہ کس قدر بیجوڑ سا معلوم ہوتا ہے کہ "اسلئے ہندویت تمام مذاہب میں نہایت ہی روادار ہے" کسلئے ؟ کیا اسلئے کہ ہر تلاش اپنی تلاش کے دوران میں غیر اشتدادی ہوتی ہے ؟ تو تحصیل حاصل ہے کیا اسلئے کہ اس نے اپنی تلاش کے دوران میں ایک ایک کو جھنجھوڑکر اپنے راستہ میں کانٹے نہیں بوئے تو وہ ایک بے عقلی سے بچی اور فطری حدود میں رہی۔ اسمیں کوئی خصوصیت یا فخر نہیں۔ لیکن اگر اسی سے یہ مقصود ہے کہ "ہندو مذہب نہایت ہی روادار ہے تو غالباً تلاش حقیقت کا فقرہ صحیح مفہوم میں استعمال نہیں ہوا۔ کیونکہ جب کوئی تلاش اور تفتیش مذہب ہو چکی تو یہ حقیقت یابی ہے اور نہ دوسرون کو اس سے روشناس ہونیکا ذریعہ بتاتی ہے اسمیں یہ ادعا مضمر ہے کہ وہ اپنے پیشتر یا ہمعصر مذاہب کی تعلیم حقیقت اسی کو کافی نہیں سمجھتی اور ایک بہتر ذریعہ بتاتی ہے۔ یہ دوسرے موجودہ اصولون کے ساتھ رواداری نہیں ہے ورنہ اگر ایک اصول تسلیم ہی ہوتا تو دوسرے کا وجود کیون ہوتا۔

کہا جائیگا کہ رواداری اور تسلیم کرنے میں فرق ہے۔ ہم ایک اصول کو باوجود عدم تسلیم یا اختلاف کے رہنے دیتے ہیں اور اس سے بہتر اصول پیش کرتے ہیں۔ خود مہاتما نے بھی اپنے اخبار ینگ انڈیا مورخہ ۱۲ جون ۱۹۲۴ء مین فرمایا ہے کہ "رواداری اتفاق رائے نہین ہے۔ باہم دگر رواداری ہونی چاہئے اگرچہ کوئی قطبین کا ایسا (بعید الراسے) ہو" تاہم میرا نقطہ یہ ہے کہ اگر ہم کسی چیز کو پسند نہیں کرتے تو ہماری یہ کیفیت عدم پسند کسی شے یا امر کے متعلق ایک انقلاب طبعی ہے جسے ہم روحانی یا طبعی عدم رواداری کہتے ہیں تاہم اسے کہ اس طبعی عدم رواداری کے بعد اشتدادی صورت ظاہر ہوئی ہو یا نہوئی ہو کیونکہ رواداری طبعی عدم رواداری

یا استبدادی عدم رواداری ۔ یہ سب حالتیں خاص مواقع مقتضیات۔ اور اسباب کی مجبوریوں میں مبتلا رہتی ہیں۔ اور اسباب و مقتضیات کے ساتھ ساتھ صورت بدلا کرتی رہتی ہیں نظر بریں ایک چیز کو پسند نہ کرنا اور اُسے رہنے دینا۔ یا تو ایک پر حقارت کنارہ کشی ہے یا لا پروائی ہم یا چشم پوشی ہے یا مضحکہ ہے۔ یا موقع بینی ہے۔ اسے کسی عمدہ مفہوم میں رواداری کہنا رواداری کا غیر طبعی مفہوم تصنیف کرنا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ہم مصلحتاً کسی چیز کے عدم پسند کے متعلق رواداری کی خوش اندازی اختیار کریں لیکن یہ ایک غیر منطقی صلح ہے۔ جو تصنع کی کراہت سے خالی نہیں اگرچہ اوپر اوپر ہم چکنی چپڑی صورت بنائے رہیں بیشک یہ ممدوح ہے کہ ہم اپنی طرح دوسروں کی آزادی نفس و خیال کی راہ میں حارج نہ ہوں لیکن پھر کب تک اظہار حقیقت ہوگا۔ آخر حقیقت فہمی کے بعد زبان میری کب تک دہن میں رہے گی کا موقع آجائیگا۔ ہم سنا چاہیں گے کہ ہندو مذہب نے باوجود حقیقت فہمی اور قوت و اختیار اپنے ارادہ سے دوسرے کی آزادی ضمیر کو تسلیم کیا اور رہنے دیا

ہم آگے چلکر یہ دکھائینگے کہ کسی شخص یا مذہب کے لئے ہمیشہ مطلق رواداری پر عمل کرنا نہ صرف غیر ممدوح ہے بلکہ وہ ایک نقص اخلاقی ہے۔ اور ہم یہ بھی دکھائیں گے کہ واقعاتی صورت سے نہ صرف زمانہ گذشتہ میں ہندو مذہب سے طبعی اور استبدادی عدم رواداری ظاہر ہو رہی تھی بلکہ وہ مہاتما کے علم اور زمانہ میں بھی کچھ کم نہیں ہے۔ ویکوم کا واقعہ ایک نمونہ ہے جہاں اچھوت اور ذات والے ہندو دونوں قسم کی عدم رواداری کا ثبوت دے رہے ہیں۔ بلکہ خود مہاتما کے اس مضمون پر جس میں اُنھوں نے آریہ سماج کے حقیقی موقع کو اس واقفیت اور صحت کے ساتھ ظاہر فرمایا۔ آریہ سماجیوں نے ناراضی کے رزولیوشن پاس کرنے میں کئی دستہ کاغذ خرچ کر ڈالا۔ اور اسپر مہاتما کو کہنا پڑا کہ مجھے اپنے آریہ سماجی

دوستوں سے کہنے دو کہ اُسکا احتجاج رواداری کا عدم ہے" تاہم آریہ ساجیوں نے اپنے حلق اور بھیپھڑے کی صلاحیت شور کو ملتوی نہیں کیا۔

(۵) کیا مطلق رواداری عمدہ مذہب ہے عام اس سے کہ وہ سیاسی ہو۔ مذہبی ہو یا اخلاقی۔ اگر ایسا ہی ہوتا تو ہم سیاسیات میں مہاتما کو موجودہ نظم حکومت سے عدم موافقت رائے کی وجہ سے اس طرح ایسے موقع میں نہ پاتے کہ جو مخالفت کہی جائے اور جو اشتدادی عدم رواداری سے صرف اسقدر کم ہے کہ اشتداد کا لفظ استعمال نہیں ہوتا یا مصالح اور موقع کا مقتضا نہیں کہ اشتداد کا نام لیا جاسکے۔ خود مہاتما کو اسکا اندوہناک تجربہ ہے کہ باوجود ادعائے عدم اشتداد اُن کی مصلحت کا نتیجہ اشتداد پر منتہی ہوتا ہے عام اس سے کہ وہ اُن کی خواہش کے موافق ہوتا یا نہ ہوتا۔ میں کہہ چکا ہوں کہ اشتداد یا غیر اشتداد مین۔ اسباب مقتضیات وقت اور موقع کا فرق ہوتا ہے مصلحت! جس سے ایک وقت کا اشتداد دوسرے وقت کا غیر اشتداد ہوجاتا ہے اور اسکے عکس میں ایک وقت کا غیر اشتداد دوسرے وقت کا اشتداد ہوسکتا ہے۔ کسی کے لئے ابدالآباد تک اشتداد یا غیر اشتداد کا غیر مشروط اصول قائم کرنا اس کا دعوی کرنا ہے کہ ہم ہمیشہ اُن قوتوں پر حاکم رہینگے جس سے اپنے اصول کے نفاذ پر قادر رہین گے۔ بودھیت اسکی افسوسناک مثال اور مسیحیت اسکا قابل تحسر نظارہ ہے کہ خود ایسے میں اُن کے متبعین نے نہ آہنسا پرمودھرمو پر عمل کیا نہ ایک گال پر تھپڑ کھا کر دوسرا کلہ بھی سامنے کردیا۔ فطرت ہنس رہی ہے اور تاریخ ان اصولون پر ضحکہ کر رہی ہے۔ اور بودھیت اور مسیحیت اپنے خون میں رنگی ہوئی سامنے کھڑی ہے۔ دنیا کی تاریخ جو انسانی خیال کا ترجمہ ہے اسکے خلاف ہے کہ رواداری ہی کسی اصول کی عمدگی کی دلیل ہو۔ بلکہ رواداری کا طبعی مفہوم جگناتھ جی کے بت (ہندوں کے ایک دست و پا بریدہ بت) کے مشابہ ہے

مسیحیت کے گال والی تھیوری کی ہم آہنگ ہے۔ اگر رواداری ہی عمدہ شان طبیعت ہے تو
کیوں نہ والمیکی کے خوبصورت اور خوش سیرت رام نے سوپرنیکا کی ناک کو اپنی جگہ رہنے دیا
کیوں نہ راون کے مذموم فعل سے ناموافقت کرکے خموشی اختیار کر لی۔ کیوں نہ اسکا فیصلہ کیا
کہ یہ راکھشسوں کا دھرم ہے لہذا مستوجب رواداری ہے۔ کیوں نہ سری کرشن جی مہاراج نے
ارجن کے بظاہر صحیح اور فطری خیال کو تسلیم کر لیا اور خاموشی اختیار کر لی ہوتی بجائے اسکے کہ
اُس خون ریز صلاح کے مرتکب بلکہ موجد ہوئے جس سے ہزاروں لاکھوں گھر بے چراغ اور
اور ایک بڑے خطۂ ارضی میں آہ واویلا کی صدا بلند ہوگئی۔ کیوں نہ اُنھوں نے کوروں بلکہ
اپنے لڑکوں کے افعال کو برداشت کی نظر سے دیکھا۔ اور خود بنفس نفیس بہتیرے قتل کے مرتکب
ہوئے۔ ہندوؤں کا گیتا کے اس اشلوک سے خوش ہونا کہاں تک صحیح ہے جس سے خون کی
بو آرہی ہے کہ جب جب دنیا میں دھرم کا زوال اور ادھرم کا عروج ہوتا ہے تو میں اپنے کو
ظاہر کرتا ہوں اس طرح میں ایک زمانہ سے دوسرے زمانہ میں پیدا ہوا ہوں کہ نیکی کو قائم
کروں اور شریروں کو فنا کروں اور دھرم کو قائم کروں (گیتا باب ۴ اشلوک ۷) رواداری
کہاں تھی جبکہ یہ قوم ویدوں کے شلوک پڑھتی ہوئی بددعاؤں سے منھ اور دماغ بھرے
ہوئے اور کوسنے سے فضا کو پھاڑتی ہوئی قدیم اہل ہند کے ملکی۔ معاشرتی۔ اخلاقی۔ مذہبی
نظم کو الٹ پلٹ دیتی ہے۔ اُن کے مال۔ اُن کے وطن۔ اُن کے جسم کو اپنا جائز ورثہ قرار دیکر
بغلیں بجاتی ہے۔ کیوں نہ وسطی ایشیا میں کبھی بیٹھی رہی اور اپنی تحریک پیش قدمی کو خلاف
رواداری کیوں نہ سمجھا۔ اور اگر کسی مجبوری سے ہندوستان میں داخل ہو ہی گئی تھی تو
اخوت مساوات اور آزادی عطا کرکے انکو بحیثیت قوم و مذہب ممدوح عالم کیوں
نہ قرار دیا کسی مذہب اور قوم نے اپنے ہی ایسے انسانوں کو اسقدر ذلیل نہیں سمجھا جسقدر مذہب

ہندو معاشرت (اُصول بود و باش) اور ہندو قانون نے اور اُس پر طرہ یہ ہے کہ باوجود اسکے کہ ہزارہا برس کے اختلاط سے فاتح اور مفتوح قومیں ایک دوسرے سے واقف ہو چکی تھیں۔ایک دوسرے کے مذہبی عقائد اور رسم و رواج غیر محسوس طریقہ سے ان میں سرایت کر چکے تھے تاہم اس مدعی فضیلت اور لیڈر کے کوسمو پولیٹن مذہب نے انھیں انسان نہ سمجھا۔ انھیں جانوروں کیطرح اپنا خادم اور سڑی ہوئی لاش کی طرح چھونے کے قابل نہ سمجھا۔ انھیں عبادت کے مقامات میں داخل ہونے کی آزادی عطا نہ کی انھیں بشری حقوق سے محروم رکھا مختصر لفظوں میں ایک قوم کی قوم جو ہندویت کے اثر میں آگئی وہ اگر دس ہزار برس پیشتر ذلیل تھی تو آج اسکی ذلت میں کسی اعتبار سے کمی نہیں ہوئی اضافہ ہوا۔ہزاروں برس بیکس قوموں کی ذلت کا نظارہ کرتے رہے۔ہندو مذہب نے انھیں عزت نہیں دی بلکہ اُن پر ذلت کی ابدی مہر کردی مطلب سمجھنے کے لئے تصویر کا عکس دیکھو کہ چند صدیوں میں مسلمانوں کے سات کرور اور ڈیڑھ برس میں ۱½ ۷ہم لاکھ عیسائی کیا اُسی اُصول کراہت کے پابند ہیں جیسے ہندوؤں کے اچھوت ہیں۔ نہیں ان دونوں بڑے مذاہب کا اُصول تبلیغ قبول مذہب کے بعد قریب کر دیتا ہے اور کوئی نیچ اور اونچ ذات کا ایسا امتیاز نہیں رکھتا۔

کیا آج ہندوستان میں عیسائی مسلمان۔یہودی اور پارسی بہ حیثیت قوم۔ بہ حیثیت بود و باش حیثیت عقل۔اصول حسن صورت۔سیرت عادات و خصال کے ہندوؤں سے بُرے ہیں؟ پھر کون ہندو اس کا انکار کر سکتا ہے کہ ہندو ان مذاہب سے چھوت کر کے نفرت انگیز طیش کا سبق نہیں دیتے۔صرف اسلئے کہ یہ قومیں غیر ہندو ہیں۔پس کم سے کم اس مسئلہ میں غیر ہنود ہندوؤں سے زیادہ روادار ہیں لیکن ہم دیکھ رہے ہیں کہ ہندوؤں کی چھوت سے مسلمانوں میں نفرت و طیش کے آثار پائے جاتے ہیں اور اسپر اکثر مضامین پائے جاتے ہیں کہ مسلمان

کیوں نہ غیرت سے کام لیکر اپنی چیزیں خود مہیا کریں جس سے انھیں اس غصہ اور ذلت کا سامنا نہو جو ہندو دوکانداروں سے ترچیزیں خریدنے میں ہوتا ہے۔ موجودہ کشیدگی اسے اور ہوا دے رہی ہے اور شاید زیادہ زمانہ نہ گذرے کہ ایک طے شدہ امر ہو جائے۔ اسکا کون ذمہ دار ہوگا عدم رواداری کی وہ نفرت انگیز ادا جسکا خلاصہ اور ترجمہ لفظ چھوت میں مخفی اور ظاہر ہے۔

مین نہایت ادب سے مہاتما کو انھیں کے الفاظ یاد دلاتا ہوں جو ینگ انڈیا مورخہ ۱۲ رجون ۱۹۲۴ء میں تحریر فرمائے ہین :۔

"میں ایک ہندو سے کیا کہوں جو اپنے ہمسایہ سے خوف میں رہتا ہے اگر یہ نہ کہوں کہ اسے اپنے ہمسایہ کے مقابلہ میں اپنے تحفظ کے لئے مرجانا سیکھنا ہوگا یا اپنی جگہ غیر اتشددی طریقہ سے محض کھڑا رہے یا ضرب کے بدلے ضرب سے"

اور صرف یہ دکھانا چاہتا ہوں کہ صرف رواداری یا ٹکا ٹک دیدم دم نہ کشیدم ہی دنیا کا غیر مشروط اصول نہیں ہے بلکہ ضرب کے بدلے ضرب بھی ایک حیثیت ہے۔ اور اگرچہ ہم اس قول سے واقف ہین کہ سیاسیوں کا حافظہ کسیقدر رُدبلا ہوتا ہے اور اس نظر سے لیڈر کے ساتھ رعایت بھی کیجا سکتی ہے لیکن واقعات اپنی جگہ واقعات ہیں۔ وہی لیڈر جو رواداری کو وجہ فضیلت قرار دیتا ہے۔ اور جو آریہ سماجیوں کو ہندوؤں کا ایک فرقہ سمجھتا ہے وہی آریہ سماجیون کو ہندوؤں اور مہاتما کے جواب میں لکھتا ہے :۔

"آریہ سماج کو مثل دیگر پراٹسٹنٹ ریہ ایک سچی فرقہ ہے جو گویا رومن کتھالیکے فرقہ کے خلاف ایک احتجاج ہے

اسی طرح آریہ سماج سناتن دھرم کے مقابلہ مین ایک صدائے احتجاج ہے :۔

اور مصلحانہ تحریکوں کے باعث جنگی ہونا پڑا ہے" (لیڈر مورخہ ۱۱ رجون ۱۹۲۴ء)

مجھے حیرت ہے کہ اگر رواداری ہی وجہ فضیلت ہے تو آریہ سماج کو جنگی بنا کر اُسے اس فضیلت سے کیوں محروم کر دیا۔ تا وقتیکہ زبان اور قلم کے کسی کرتب سے رواداری اور جنگی حالت دونوں ہم معنی قرار دئے جاسکیں۔ جو دلیل سرو دلیشاک سبھا نے اختیار کی ہے کہ سوامی دیانند نے ستیارتھ پرکاش کے آخری چار باب (جنمیں مذاہب پر اعتراضات ہیں) وجہ حق کی ترقی اور تمام مذاہب کی محبت سے لکھی۔ اسی کتاب کے متعلق مہاتما نے فرمایا ہے کہ "میں نے اس سے زیادہ غیر تشفی بخش کتاب نہیں پڑھی جو کسی ایسے بڑے مصلح (کی تصنیف) سے ہو۔ اسنے سچائی سے کم کسی کے ساتھ کھڑے ہونے کا دعویٰ نہیں کیا لیکن بیخبری سے جین۔ اسلام مسیحیت اور خود ہندو مذہب کو اُسنے غلط صورت میں دکھایا ہے"

مہاتما نے قرآن کا ترجمہ پڑھا ہے اور وہ اِس قسم کے مصلحین سے خود اپنے تجربہ کے اعتبار سے بھی واقف ہونگے کہ واذا قیل لھم لا تفسدوا فی الارض قالوا انما نحن مصلحون (اور جب اُنسے کہا جاتا ہے کہ زمین پر فساد کی باتیں نہ کرو تو وہ کہتے ہیں کہ ہم تو مصلح ہیں!)

بہرحال۔ تو اس تمام رام کہانی سے میرا مطلب یہ تھا کہ میں یہ کہوں کہ یہ انسانی فطرت ہے کہ وہ ہر ایسے عمل سے جسے وہ اپنے نزدیک غلط خیالی۔ بداخلاقی۔ بے اصُولی یا حقیقت کے ساتھ ظلم سمجھتا ہے اُس سے اظہار ناموافقت کرتا ہے۔ اُسکی طبیعت میں انقباض ہوتا ہے غلطیوں کو روکنا چاہتا ہے یا اُس سے بہتر راستہ پیش کرتا ہے۔ اسکے مختلف مدارج ہوتے ہیں کبھی ناصحانہ کبھی بے رُوح خواہش اصلاح۔ کبھی پرجوش کوشش اور کبھی بعض اتفاقات کی مجبوری سے طبعی صورت انقلاب اپنی حد سے آگے بڑھ کر سخت اور تشددی ہو جاتا ہے۔ ہاں اگر ہم کسی کو دیکھیں کہ وہ کسی پر ظلم کر رہا ہے اور چپ رہیں تو ہماری خاموشی ظلم کی رواداری اور ہمارے ضمیر کی موت ہے۔ اگر ہم کسی کو بداعمالی کا مرتکب دیکھیں اور ہم میں انقلاب طبعی

نہ پیدا ہو تو ہمیں اپنے اعلیٰ احساسات کا ماتم کرلینا ہوگا۔ کیا یہ ٹالرشن یا رواداری ہے۔ اور
کیا ایسی حالتوں میں عدم رواداری اخلاقاً بُری ہے۔ ہرگز نہیں جب تک کوئی اپنی
طبیعت کو ایسی حالت کا خوگر نہ کرے جو بودھیت اور گیتا کی اس تعلیم سے متاثر ہو کہ ہر بُرے
اور بھلے احساس سے بلند ہو جائے۔ رائیں مختلف ہوسکتی ہیں۔ کوئی اسے بہترین تعلیم کہے
لیکن کسی کے نزدیک یہ بہترین نعمت یعنی احساس و ادراک کا نِروان سمجھا جاسکتا ہے۔

نتیجہ یہ ہے کہ بُرائی کو دیکھ کر انسان میں انقلاب طبعی کا ہونا بہترین حسن اخلاقی ہے
دوسری لفظوں میں بداعمالی کو دیکھنا اور رواداری کا مرتکب ہونا انسان کے احساسات
بلند کی فنا ہے۔ اور جب جب یہ عدم رواداری پر منتہی ہوا ہو تو ہمیں مناسبات۔ اور تقاضائے
حالات پر نظر کرنا ہوگا نہ یہ کہ بغیر واقعات کے سمجھے ہوئے اس عام حکم کی جھاڑو دیدی جائے
کہ ہر عدم رواداری مذموم ہے۔ اس سے ظاہر ہوگا کہ راقم سطور کی ہرگز یہ رائے نہیں کہ چونکہ
ہم کسی خیال سے ناموافق ہیں لہذا اُسپر ڈنڈا سیدھا کردیں۔ لیکن اگر بدفعلی بلکہ بدخیالی جو
جماعت انسانی کے اخلاقی حالت کے لئے مخدوش ہو اگر وہ قوت استعمال بغیر رُک سکتی ہو
تو ایسے وقت استعمال قوت کرنا مناسب ہے۔ بجز ایسی حالت کے جو عصمت بی بی از بیچارگی
کہی جائے۔

تاریخ مذاہب کے جاننے والے جانتے ہیں کہ مذاہب میں کسقدر فحش اور کسقدر رسوا کنندہ
نفسانیت بدفعلیاں داخل ہوسکتی ہیں۔ ہم صاحبان ضمیر سے وہ کسی مذہب کے کیوں نہ ہوں سوال
کرتے ہیں کہ سیاسی اور قومی حجاب سے نہیں بلکہ صداقت کی مسند پر بیٹھ کر جواب دو کہ اگر
تم کو اُن رسومات قبیحہ کے مٹانے کے لئے استعمال قوت کی ضرورت ہو تو تم قوت کے
مصرف کو جائز رکھتے یا نہ رکھتے۔ اور تمہارا یہ فعل دنیا میں حکومت اخلاقی کے مستحکم کرنے کا

باعث ہوتا یا نہیں۔ یا تمھاری مفلوجانہ بے روح اور غیرت سے معرّا رواداری خانہ برانداز اخلاق کہی جا سکتی یا نہیں۔ یا تمھارے لئے رواداری ممدوح سمجھی جاتی صرف اس وجہ سے کہ وہ غیر اشتدادی تھی۔

(۶) کیا مختلف شاخہائے مذہب ہنود تاریخی اعتبار سے رواداری کا ثبوت دیتے رہے یا اُن سے طبعی اور مادی عدم رواداری کا ظہور ہوتا رہا؟ چھ مذاہب فلسفہ کہلو مشہور ہے کہ ہندوؤں میں چھ بڑے مذاہب فلسفہ ہیں۔ سانکھ۔ لوگ: ویشی شیکا ر۔ پُرو مانسا۔ نیا ئے دیو مہانسا۔ انہیں رامانوج وغیرہ کا فلسفہ بھی شامل ہے

اِس حقیقت کی موجودگی کے بعد ہر شخص عام اس سے کہ وہ ہندو ہو یا نہ ہو سوچ سکتا ہے کہ کیا ان مختلف شاخہائے تخیل کا پیدا ہونا جو آپس میں اسقدر متضاد ہیں جیسے دویت اور ادویت (دوی یا غیر دوئی) یا جیسے مادیت اور خدا پرستی یا شرک اور وحدانیت۔ اپنے ضد قسم کے تصور کے ساتھ رواداری ہے۔ ہر شخص فیصلہ کرے گا کہ کسی اصول کی ضد میں کسی اصول کو قائم کرنا پہلے سے ناموافقت یا انقلاب طبعی و عقلی ہے۔ ورنہ اگر کسی کے نزدیک کوئی اصول ماننے یا برداشت کرنے کے قابل ہوتا تو دوسرے کے پیدا ہونے کی ضرورت نہ تھی پیدا ہونا غیر فطری تھا۔ پیدا ہونا قوائے عقلیہ یا ضمیر کی تحریک عدم رواداری تھی جو ایک موجود صورت سے مختلف پیکر میں ظاہر ہوتی کسی اصول کے جواب میں کسی ضد صورت کا پیدا نہ ہونا اُس صورت کی مقبولیت یا رواداری پر دلالت کر سکتا ہے اور مخالفت ہو سکنے کے باوجود نہ ہونا لاپروائی سمجھی جا سکتی تھی لیکن کسی نہیں کے مقابلہ میں ہاں اور کسی ہاں کے مقابلہ میں نہیں کا موجود ہونا صریحی طبعی عدم رواداری کا ثبوت ہے۔ نظر برین سانکھ کے مقابلہ میں یوگ کا ہونا یا دیانت کے مقابلہ میں رامانوج کے خیالات صریحی طبعی عدم رواداری ہے اور

یسی ہی سوفسطائیت ہنیں کو ہان ہنیں سمجھا سکتی۔

اب ہم ان مذاہب فلسفہ کے وجود کو اِس نظر سے دیکھتے ہیں کہ کیا انکے مواقع اور اسباب ولادت اور زمانہ کے اعتبار سے امین تصادم ہوسکتا ہی یا نہیں۔

اتفاقات سے ہندوونکی تاریخ قومی یا شخصی یا علمی کو بصحت دریافت کرنا پارس پتھر کے ملنے سے کم دشوار ہنین۔ تاہم ایسی صورت میں اندھے کے ہاتھ بٹیر کا لگ جانا بھی ہنیں۔ ہم بغیر تنقید ہر روایت کو تسلیم کر لینگے۔ کہا جاتا ہے کہ بیس مولف سانکھیا جملہ اُن سات رشیون کے تھے جنھیں برہما نے اپنے نفس سے پیدا کیا۔ پنڈت ہر پرشاد صاحب شاستری کے موافق یہ پہلا ہندو فلسفی تھا اور لوگ اُسے آدی ودان (پہلا قابل یا سوچنے والا) کہتے ہین۔ پاتنجلی مولف فلسفہ یوگ غالبًا ایک سو برس قبل مسیح تھا۔ اسکی شرح راجہ بھوج کے زمانہ میں ہوئی جو قریب دسوین صدی مسیحی مین تھا۔ ویاس جی مولف فلسفہ و مذاہب کہے گئے ہین جن سے تبرکا مہا بھارت اور برہما سوترا وغیرہ منسوب کیگئی ہین۔ لہذا عام خیال کے موافق یہ تین صدی قبل مسیح تھے۔ میں نہیں جان سکتا کہ جی منی اور بہاردواجی مولف کرم میمانسا کب تھے لیکن پنڈت ہر پرشاد صاحب کے موافق یہ مذہب فلسفہ ویدانت کے قبل مشہور ہوا۔ میمانسا کے مقولات کی ساد اِنھوں نے شرح کی اور شرح الشرح کمار یلا بھاٹ نے کی جو قریب ساتوین صدی بعد مسیح ہوے۔ نیائے کے مولف رشی گوتم برہما جی کی لڑکی اہلیا کے شوہر کہے گئے ہین جنھین اندر کے قصہ نے عام شہرت عطا کی ہے۔ نیائے اور ویشی شیکا (مولف کناد) مذاہب فلسفہ سب سے بعد مین مشہور ہوے۔ انھین مشرقی ہند مین مقبولیت حاصل ہوئی اور چونکہ یہان راجاؤن نے ہندو مذہب کے فروغ دینے کے لئے قنوج سے پانچ برہمن منگائے اور یہ راجہ ہرشا وردن کے ہمعصر

کے گئے ہیں لہذا قیاس ہے کہ یہ ساتویں صدی مسیحی کی بات ہے۔ راما سوج قریب ۱۱۲۰ء کے
اور دوار سمودر مین براج رہے تھے۔ ہم چارواکوں کا (جو ویدوں کے سخت ترین مخالف تھے) زمانہ
بتانے سے قاصر ہین۔

ان تذکروں سے میری غرض یہ ہے کہ کوئی فلسفی اور اسکا مذہب فوراً مشہور نہوا ہوگا بلکہ کچھ زمانہ
تک وہ اس تک یا اسکے چند شاگردون مین محدود رہا ہوگا اور رفتہ رفتہ اسمین ترقی ہوئی ہوگی۔
ہر ایک کے مولد اور جاے قیام مین اسقدر فاصلہ ہوگا کہ اُنمین تصادم کی گنجائش نہو گی۔ یا چونکہ ایک خالص
شاخ تصور قصہ سے اسقدر مختلف ہے قیاس ہے کہ یہ مذاہب عام نہین بلکہ محدود حلقہ کی لذت دماغی
تھے اور بشرط مخالفت یہ صرف محدود سے چند کی عقلی جنگا جنگی کی حد سے آگے نہین بڑھ سکتے
تم پڑھ چکے ہو کہ یا تجلی کا وجود اگر گدہ مین ہوا تو اُسکے فلسفہ کی شرح مالوہ مین ہوئی۔ اور
اگر بنیاسے کا وجود قنوج مین تسلیم کیا جائے تو اُسے مشرقی ہند میں شہرت حاصل ہوئی۔ اور اگر
ویدانت کے مولف ویاس جی تسلیم کئے جائیں تو یہ مہابھارت کے زمانہ مین تھے جو ۳ صدی قبل
مسیح تھا اور کہیں اندر پرست یا اُسکے قریب اپنے فلسفہ کی بنا ڈال رہے تھے۔ علاوہ جغرافی
موقع کے ہیں ہر ایک مقام کے مختلف سیاسی اثرات کو بھی ہونا نہ ہوگا۔ کابل کا سردار
اور ہندوستان کا کدا اپنے اپنے کھیتوں مین رہنے کے باوجود لڑ سکتے ہون تو یہ مذاہب بھی آپس
مین لڑ سکتے تھے اور اگر اپنے اپنے مولد سے نکلکر کہین اور لڑے بھی تو زمانہ اور بعد مسافت اصل کام
کو ضائع نہ کر سکتا تھا۔ دونون مین محاذ جنگ قائم نہ ہو سکتا تھا اور اگر کہین کہین مڈبھیڑ
بھی تو کوئی دوسرے کو فنا نہ کر سکتا تھا۔ کیونکہ جنگ ہونے تک وہ ایک وسیع خطہ ارضی پر قابض
ہو چکے تھے اور چونکہ انھین رسم و رواج سے نہین بلکہ محض خیال سے نسبت تھی اسلئے کوئی انہی غنیم کو
آسانی سے ڈھونڈھ کے نکال نہ سکتا تھا جب تک کوئی دو خوش گپی کے لئے اپنے کو ظاہر نہ کردین۔
نظر براین ۱۹۲۳ء مین یہ کہنا کہ ان مذاہب فلسفہ کا وجود رواداری کا ثبوت ہے رواداری کو
نامناسب اطبل مین باندھنا ہے

(باقی آئندہ)